بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا

الحمد للہ العلی الاعظم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الاکرم وعلی آلہ وصحبہ صدور العالم بعد از حمد و نعت برادران حق شناس کی خدمت مین التماس ہے کہ اس زمانہ مین لعن وطعن کی گرم بازاری ہے زبانون پر کلمہ تکفیر وتفسیق جاری ہے فروع فقہیہ ومسائل جزئیہ خلافیہ مین ایسی نزاع بڑہی کہ از مشرق تا غرب پہونچی طرہ او سپر یہ ہوا کہ ایک فرقہ کی طرف سے دوسرے فرقہ کے مقتداون پر تبرا ہونے لگا اہل تسنن نے مخالفین کا طریقہ اختیار کیا آپس کے جھگڑے ایسے بڑہے کہ اہل خلاف کے مضحکہ کی باعث ہوئی عجب تر یہ ہے کہ جہلاء جنکو استعداد علمی مطلق نہین اصول وکلیات شرعیہ سے واقفیت وخبر نہین زبان درازی کرنے لگے بڑے تو بڑے چھوٹے سبحان اللہ ایسے بیباک ہوگئے کہ حضرات ائمہ خصوصاً حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کرنے لگے ؎ دل کو روؤن یا جگر کا غم کرون ٭ ایک مین کس کس کا اب ماتم کرون ٭ انہی دنون ایک رسالہ مسمے بہ ظفر مبین فی رد مغالطات المقلدین جو نظر سے گذری تو سخت حیرت ہوئی حنفیہ پر ظفر نے شمشیر برہنہ کھینچی مگر بعون اللہ اوسی پر وہ اولٹ پڑی بہت امور اوسمین غیر واقعیہ مسطور ہین جسکا وہمین بسبب سوء فہم وقصور کے مذکور ہین بعض احباب اوسکی تردید کی طرف متوجہ ہوے ہین مستقل ایک رسالہ تحریر کر رہے ہین بالفعل یہ خیرخواہ حنفیہ بطور مقدمۃ الجیش کے چند خدشات پیش کرتا ہے اور ہفوات ظفریہ کا اظہار کرتا ہے اور اس تحریر مین ترتیب مضامین ظفریہ کا لحاظ نہین رکھا گیا بلکہ بطور نمونہ کے متفرق بہ نشان صفحات تعاقب کیا گیا اور نام اسکا نصرۃ المجتہدین برد ہفوات غیر المقلدین رکھا گیا حق جل شانہ اسکو منتفع فرماوے اور عوام وخواص کو بذریعہ اسکے کجروی سے بچاوے ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین آمین مسئلہ سر آمین قولہ صفحہ ۱۶۱ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ امام اور مقتدی نماز مین آمین آہستہ کہین اور یہ مذہب امام اعظم اور امام مالک اور اہل کوفہ کا ہے سوا امام اعظم اور امام مالک اور اہل کوفہ نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ان اکیس حدیثون کا اقول انمین سے بعض حدیثین مطلقاً مثبت جہر نہین اور بعض صحیح نہین اور جو حدیث صحیح مثبت جہر ہے اوسکی مخالفت ثابت کرنا دشوار ہے آسان نہین مولف نے بغیر غور کیے ہوے عمداً بقصد فریب دہی عوام کو مغالطہ دیا اور دعوی مخالفت مذہب امام اعظم کا اکیس حدیث کے ساتہ کر دیا قولہ صفحہ ۱۶۱ پہلی حدیث ابوداؤد کی عن وائل بن حجر انہ صلی خلف رسول اللہ فجہر بآمین رواہ ابوداؤد روایت ہے وائل بن حجر سے کہ اونے پیچھے نماز پڑہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پکار کر کہی آمین اقول مخالفت اس حدیث کی ساتہ مذہب امام کے موقوف ہی ثبوت اس امر پر کہ

جہر آمین آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل دائمی تھا یا اکثری اور یہ مضمون اس حدیث سے ثابت نہو بلکہ
صرف ایک واقعہ حال کا بیان ہے قولہ دوسری حدیث عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ اذا تلی غیر المغضوب
علیہم ولا الضالین قال آمین حتے یسمع من یلیہ من الصف الاول رواہ ابو داؤد روایت ہے ابو ہریرہ سے
کہا تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب پڑھتے ولا الضالین کہتے آمین یہانتک کہ سنتا تھا وہ شخص جو نزدیک انکے
ہوتا صف پہلی مین اقول اس حدیث سے بھی فعل دائمی یا اکثری جہر آمین کا ہونا نہین ثابت ہوا و لفظ کان موضوع
واسطے مداومت کے نہین جیسا کہ محی الدین نووی نے شرح صحیح مسلم مین ابواب النوافل مین ترقیم کیا ہے اور عبد اللہ
بن سالم البصری المکی نے ضیاء الساری شرح صحیح البخاری مین لکھا ہے قال النووی المختار انہا لا تقتضی التکرار ولا الاستمرار
وکذا قال الفخر فی المحصول انتہی یعنے کہا نووی نے کہ مختار مذہب یہ ہے کہ کلمہ کان کا نہین چاہتا ہے تکرار فعل کو
اور نہ استمرار و دوام فعل کو اور ایسیہی کہا فخر الدین رازی نے محصول مین پس جو فعل ایکبار یا دو مرتبہ ہوا ہو اوسپر
بھی کان یفعل کذا کا اطلاق ہو سکتا ہے پس ہو سکتا ہے کہ یہ آپ نے آمین یکبارگی کہی ہو اور اوسپر مداومت
نہ کی ہو راوی نے اوسکو بلفظ کان رسول اللہ الخ روایت کیا قولہ تیسری حدیث وعنہ قال ترک الناس التامین
وکان رسول اللہ اذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین حتی یسمعہا اہل الصف الاول فیرتج بہا
المسجد رواہ ابن ماجۃ اور روایت ہے ابو ہریرہ سے کہا کہ ترک کر دیا لوگون نے آمین کہنا اور تھے رسول خدا
جب کہتے ولا الضالین کہتے آمین یہانتک کہ سناتے تھے اول صف والون کو پھر گونجتی ساتھ اوسکے مسجد اقول
اس سے بھی ہمیشہ یا اکثر ہونا جہر آمین کا نہین ثابت ہے تاکہ مخالفت مذہب امام کی اسکے ساتھ ثابت ہووے
علاوہ ازین اس حدیث کی سند ضعیف ہے بسبب اسکے کہ اوسکی رواۃ مین بشیر بن رافع ہے اور اوسکو بخاری
اور ترمذی اور نسائی اور احمد اور ابن معین نے ضعیف کہا ہے عینی کی شرح ہدایہ مین ہے فی اسنادہ بشر بن
رافع ضعفہ البخاری والترمذی والنسائی واحمد وابن معین انتہی قولہ چوتھی حدیث عن عطاء قال ادرکت
مائتین من الصحابۃ اذا قال الامام ولا الضالین رفعوا اصواتہم بآمین رواہ البیہقی وابن حبان فی صحیحہ روایت
ہے عطاء سے کہ پایا مین نے دوسو آدمی کو صحابہ سے جب کہتا امام ولا الضالین بلند کرتے آوازین اپنی ساتھ آمین
کہنے کی اقول یہ حدیث مرفوع نہین بلکہ صحابہ کے فعل کی آمین خبر ہے اور بمقتضائے تحقیق مؤلف
جیسا کہ صفحہ ۱۹ ظفر مبین مین ہے روایت موقوف جو صحابی کا قول و فعل ہو حجت نہین اگرچہ یہ امر خود
مخدوش ہے جیسا کہ تحقیق اسکی انشاء اللہ آویگی مگر چونکہ مؤلف نے اسی کو اختیار کیا کہ قول و فعل صحابی حجت نہین
بنا بر علیہ اونپر یہ الزام ہے کہ یہان اونھون نے کیون آثار صحابہ سے احتجاج کیا اور امام اعظم پر الزام مخالفت کا
دیا علاوہ ازین صحابہ کا طریقہ اس باب مین مختلف تھا حدیث چہارم سے تو معلوم ہوا کہ بہت سے صحابہ

جہر کرتے تھے اور حدیث سوم سے معلوم ہوا کہ زمانہ صحابہ مین آمین کا بلند آواز سے کہنا متروک ہوگیا تھا اور یہی منشاء اختلاف ائمہ کا ہوا پس اگر جہر کرنے والے اون صحابہ کے طریقہ سے احتجاج کرینگے جو جہر کرتے تھے تو آہستہ کہنے والے اون صحابہ کے فعل کو سند پیش کرینگے جو آہستہ کہتے تھے طبری نے تہذیب الآثار مین روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی آہستہ کہتے تھے آمین جیسا کہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین

احتج اصحابنا بما رواہ الطبری فی تہذیب الآثار حدثنا ابوبکر بن عیاش عن ابی سعید عن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی یجہران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین یعنے نہین جہر کرتے تھے عمر و علی نماز مین ساتھ بسم اللہ کے اور نہ ساتھ آمین کے (اھ صفحہ ۱۴۲)

قولہ پانچوین حدیث قال عطاء آمین دعاء و امن ابن الزبیر و من وراءہ حتے ان للمسجد للجۃ وکان ابوہریرۃ ینادی الامام لاتفتنی بآمین وقال نافع کان ابن عمر لا یدعہ ویحضہم وسمعت منہ فی ذالک خیرا کہا عطاء نے آمین دعا ہے اور آمین کہا ابن زبیر نے اور جو پیچھے اونکے تھے یہانتک کہ گونج اوٹھی مسجد اور ابوہریرہ پکار کر کہدیتے تھے امام کو کہ مت فوت کر مجھسے کہنا آمین کا اور کہا نافع نے نہین چھوڑتے تھے اوسکو یعنے آمین پکار کر کہنے کو ابن عمر بلکہ ترغیب دیتے تھے لوگون کو اوسپر اور سنا نافع نے ابن عمر سے کہ آمین پکار کر کہنے مین حدیث ہے روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے **اقول** اسمقام پر مولف سے چند مغالطات سرزد ہوئے ایک یہ کہ اس عبارت مین ایک تو قول عطاء کا کہ وہ تابعین سے ہین اور تین صحابہ ابن زبیر و ابوہریرہ و ابن عمر کا فعل مذکور ہے کوئی اسمین فعل یا قول آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نہین ہے پس الزام دینا ساتھ اسکے امام اعظم کو ساتھ مخالفت حدیث کے اور حجت پکڑنا ساتھ قول تابعین اور صحابہ کے باوجودیکہ مولف کے نزدیک صحابہ کے اقوال و افعال حجت نہین بجز فریب دہی کے اور کیا ہے دوسری یہ کہ ان سب اقوال کو مولف نے کہدیا کہ روایت کیا اسکو بخاری نے حالانکہ اونمین سے ایک کو بھی بخاری نے روایت نہین کیا صحیح بخاری مین جسکا دل چاہے دیکھ لے کہ اونمین سے کسی قول کی روایت نہین ہے البتہ یہ سب اقوال صحیح بخاری مین بلا سند مذکور ہین اور شراح صحیح بخاری قسطلانی و ابن حجر و عینی نے تصریح کی ہے کہ قول عطاء کا عبد الرزاق کے مصنف مین اور قول ابوہریرہ کا بھی اوسی مین مروی ہے اور ایسیہی قول نافع کی روایت عبد الرزاق نے کی ہے اور فعل ابن زبیر کی روایت امام شافعی نے کی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کسی امر کا کسی کتاب مین مذکور ہونا اور چیز ہے اور اوس کتاب مین اوسکی روایت ہونا اور چیز ہے پس یہ کہدینا مولف کا کہ روایت کیا اسکو بخاری نے خالی فریب سے نہین تیسرے یہ کہ ان آثار مین سے صرف اثر ابن زبیر تو بلند آواز کرنے پر آمین کے ساتھ دلالت کرتا ہے باقی قول عطاء کو تو مطلقاً اس بحث سے علاقہ نہین ہے کیونکہ

اونکے قول سے تو اتنا ہی معلوم ہوا کہ آمین دعا ہے اور یہ نہ معلوم ہوا کہ اسکو خفیہ کہی یا بلند آواز سے
بلکہ اسکے ساتہ اگر یہ امر منضم کر دیا جاوے کہ اصل دعا مین اخفا ہی بمقتضائے آیت اُدعُوا ربکم تضرعًا وخفیۃ
تو آہستہ کہنا ثابت ہو جاویگا اور ابو ہریرہ کے قول سے بہی زور سے کہنا نہین ثابت ہوتا ہے قسطلانی
شرح صحیح بخاری مین لکہتے ہین عند البیہقی کان ابو ہریرۃ یوذن لمروان فاشترط ابو ہریرۃ ان لایسبقہ بالضالین
حتے یعلم انہ دخل فی الصف وکانہ کان یشتغل بالاقامۃ وتعدیل الصفوف وکان مروان یبادر الی الدخول
فی الصلوۃ قبل فراغ ابی ہریرۃ فکان ابو ہریرۃ ینہاہ عن ذلک انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ ابو ہریرہ مروان
کی طرف سے موذن تہے اور وہ اقامت کہنے مین اور صفوف کے برابر کرنے مین رہتے تہے کہ مروان جلدی
نماز شروع کر دیتے تہے اور ولا الضالین تک ہونچکے آمین کہدیتے تہے اسوجہ سے ابو ہریرہ نے اونسے کہا
کہ تم سبقت آمین کے ساتہ نہ کیا کرو اور میرے شریک ہونے کے پہلے آمین سے فراغت نکیا کرو کہ مین اس
فضیلت سے محروم رہون اور وقت آمین کہنے کا نہ پاؤن اس سے صرف فضیلت اس امر کی معلوم ہوا
کہ مقتدی اور امام دونون کا ایک وقت مین آمین کہنا بہتر ہے نہ یہ کہ زور سے آمین کہے اور قول نافع
کے ترجمہ کرنے مین مؤلف سے غلطی فاحش ہوئی کہ جس سے اونکی سمجہ مین جہر کی فضیلت ثابت ہوئی
صحیح مطلب یہ ہے جو تیسیر القاری شرح صحیح بخاری مین مسطور ہے گفت نافع بود ابن عمر ترک نمیکرد آمین را
وبرمی انگیخت مقتدیان را بر گفتن او ونافع گوید شنیدم از ابن عمر درین باب خبر مرفوع ودر بعضے روایات
خیرا بیاء تحتانیہ است یعنے ثوابے انتہی مؤلف نے اپنے حسن لیاقت سے یا قصد مناقشت ومفسدت سے
لایدعہ کی ضمیر کا مرجع اور فی ذلک کا مشار الیہ زور سے کہنے کو بنا دیا حالانکہ اس قول مین کہین اوسکا ذکر
نہین ہے صرف اس قول سے اسیقدر ثابت ہوا کہ نافع نے ایک حدیث مرفوع ابن عمر سے فضیلت آمین
سنی اور ابن عمر آمین کہنے مین بڑا اہتمام کرتے تہے اور یہ نہین ثابت ہوا کہ زور سے کہتے تہے الغرض
ذکر کرنا ان اقوال وافعال کا معرض الزام امام ہمام مین عجائب روزگار سے ہے ع برین عقل ودانش
بباید گریست ❊ قولہ ۱۶۲ چہٹی حدیث عن عطاء قال ادرکت مائتین من الصحابۃ فی ہذا المسجد اذا قال الامام ولا
الضالین سمعت لہم رجۃ بآمین رواہ البیہقی روایت ہے عطاء سے کہ پایا مین نے دو سو آدمی کو صحابہ سے
بیچ اس مسجد کے جب کہی امام ولا الضالین سنا مین نے اونکی آواز ساتہ آمین کہنے کے اقول یہ روایت ہم
سند روایت سابقہ ہے جسکو مؤلف نے چوتہی حدیث کرکے تعبیر کیا ہے صرف بعض الفاظ کا فرق ہے اسکو
علحدہ حدیث بنانا بیفائدہ ہے اور اسکا جواب وہی ہے جو سابق مذکور ہوچکا قولہ ۱۶۳ ساتوین حدیث
عن وائل بن حجر قال کان رسول اللہ اذا قرء ولا الضالین قال آمین ورفع بہا صوتہ رواہ ابو داود

روایت ہے وایل سے کہا تہے رسول خدا جب پہونچے ولا الضالین تک کہا آمین اور بلند کیا ساتہ آمین کہنے کے آواز کو **اقول** اس سے حنفیہ پر جب الزام درست ہو جب یہ حدیث اس امر پر دلالت کرے کہ بلند کرنا آواز کا آنحضرت کا فعل دائمی یا اکثری تہا اور یہ امر اس حدیث سے نہین نکلتا ہے **قولہ** آٹہوین حدیث عن نعیم المجمر قال صلیت ورا ابی ہریرہ فقرء بسم اللہ الرحمن الرحیم ثم قرء بام القرآن حتی اذا بلغ ولا الضالین قال آمین روایت ہے نعیم مجمر سے کہا نماز پڑہی مین نے پیچہے ابوہریرہ کے پس پڑہی ابوہریرہ نے بسم اللہ پہر پڑہی سورہ فاتحہ یہانتک کہ جب پہونچے ولا الضالین تک کہا آمین **اقول** اس روایت مین کہین جہر کا نشان نہین صرف قال آمین ہے کہ جسکے معنی یہ ہین کہ جب پہونچے ابوہریرہ ولا الضالین تک تو کہا اونہون نے آمین اور یہ عام ہے اس سے کہ آہستہ کہا ہو یا زور سے کہا ہو پس استدلال اور الزام ساتہ اس روایت کے نہین درست ہے اگر یہ شبہہ ہووے کہ نعیم مجمر مقتدی ابوہریرہ کے تہے اونہون نے جب اس امر کو نقل کیا تو معلوم ہوا کہ اونہون نے آمین ابوہریرہ سے سنی پس معلوم ہوا کہ اونہون نے بلند آواز سے کہا تو جواب اوسکا یہ ہے کہ خبر دینا نعیم مقتدی کا فعل ابوہریرہ سے مستلزم اس امر کو نہین ممکن ہے کہ بعد فراغت نماز کے ابوہریرہ نے نعیم سے بیان کر دیا ہو کہ مین نے آمین کہی یا یہ کہ جب ولا الضالین تک ابوہریرہ پہونچے اونہون نے آمین کہنے کے واسطے سکوت فرمایا نعیم اس وجہ سے سمجہ گئے کہ انہون نے آمین کہی ورنہ یہ موقع سکوت کا نہ تہا یا یہ کہ نعیم بہت قریب ہون ابوہریرہ سے کہ اونکی آہستہ آمین کہنے سے بہی یہ واقف ہو گئے ہون الغرض انکے اس قول سے کہ ابوہریرہ نے بعد ولا الضالین کے آمین کہی ہرگز یہ نہین ثابت ہوتا ہے کہ اونہون نے بلند آواز سے کہا **نظیر** اسکے اخبار صحابہ ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امور سریہ سے جو صحاح ستہ مین موجود ہین کہ آنحضرت نماز عصر وظہر مین فلان فلان سورت پڑہتے تہے یا درمیان دو سجدہ کے قعدہ مین یہ دعا پڑہتے تہے یا بعد سبحانک اللہ کے اور رکوع مین اور بعد رکوع کے اور قعدہ اخیرہ مین یہ دعائین پڑہتے تہے اذکار امام نووی وعمل الیوم واللیلہ لابن السنی وکتب حدیث صحاح ستہ وغیرہ کو جو شخص دیکہیگا اس قسم کے روایات بہت پاویگا حالانکہ بالیقین آنحضرت سے یہ اذکار اور ادعیہ اور قرأت سور ظہر وعصر وغیرہ مین آہستہ ادا ہوتی تہی نہ بلند آواز سے پس اگر صرف ذکر کرنا مقتدی کا کہ ہمارے امام نے یہ لفظ ادا کی یا یہ دعا پڑہی مستلزم ثبوت جہر ہووے لازم آتا ہے کہ ان سب روایات سے آنحضرت صلعم کا بلند کرنا آواز کا ساتہ ان اذکار اور قرأت کے ثابت کیا جاوے **قولہ** نوین حدیث عن علی قال سمعت رسول اللہ اذا قال ولا الضالین قال آمین رواہ ابن ماجہ روایت ہے علی رض سے کہا سنا مین نے رسول خدا سے جب کہا ولا الضالین کہا آمین **اقول** سنن ابن ماجہ مین یہ حدیث اس اسناد سے مروی ہے حدثنا عثمان بن ابی شیبہ خبر دی ہمکو عثمان بن ابی شیبہ نے کہا اونہون نے کہ حدثنا حمید بن عبد الرحمن خبر دی ہمکو حمید بن

عبدالرحمن نے کہا اونہون نے کہ حدثنا ابن ابی لیلے خبردی ہمکو ابن ابی لیلے نے عن سلمۃ بن کہیل اونہون سے روایت کی سلمہ بن کہیل سے عن حجیۃ بن عدی اونہون نے روایت کی حجیۃ بن عدی سے عن علی اونہون نے روایت کی علی مرتضے سے اور یہ حدیث ساتہ اس اسناد کے محدثین کے نزدیک مخدوش ہے حافظ ابن حجر کی تلخیص الحبیر مین مرقیم ہے قال ابن ابی حاتم فی العلل کہا ابن ابی حاتم نے جو اجلہ محدثین سے ہین کتاب العلل مین سالت ابی پوچہا مین نے اپنے باپ سے یعنے ابوحاتم سے عن حدیث حدثناہ احمد بن عثمان بن حکیم حدثنا بکر بن عبدالرحمن عن عیسے بن ا ر عن ابن ابی لیلے عن سلمۃ بن کہیل عن حجیۃ بن عدی عن علی انہ سمع النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول آمین حین یفرغ من قراءۃ فاتحۃ الکتاب یعنے اوس حدیث سے کہ خبردی ہمکو اوسکے احمد نے اونہون نے کہا کہ خبردی ہمکو بکر نے اونہون نے روایت کی عیسے سے اونہون نے ابن ابی لیلے سے اونہون نے سلمہ سے اونہون نے حجیہ سے اونہون نے حضرت علی سے کہا اونہون نے کہ سنا مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ کہتے تہے آپ آمین جب فارغ ہوتے تہے سورہ فاتحہ کے پڑہنے سے فقال پس جواب دیا ابوحاتم نے ہذا عندی خطاء کہ یہ روایت حضرت علی سے میرے نزدیک خطا ہے انما ہو حجر بن عنبس عن وایل نہین ہے یہ روایت آمین سننے کی آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مگر حجر بن عنبس سے اونہون نے روایت کی وایل سے کہ اونہون نے آمین سنی اور حضرت علی سے سننا آمین کا نہین ثابت ہے وہذا من ابن ابی لیلے فانہ کان سئی الحفظ آخر یعنے یہ خطا کہ وایل کی روایت علی کی ذکر کی گئی اور حجر کی عوض حجیۃ کا ذکر ہوا ابن ابی لیلے سے ہے اور تہی وہ سئی الحفظ یعنے حافظہ مین اونکی کسیقدر قصور تہا اور سواے انکے جتنے تلامذہ سلمہ بن کہیل کے ہین وے سب اسکو سلمہ کی روایت حجر سے اونکی روایت وائل سے نقل کرتے ہین ہرگاہ معلوم ہوا کہ یہ روایت حضرت علی کی نہین ثابت ہوئی تو استدلال اور الزام دینا مولف کا ساتہ اس حدیث کے ساقط ہوا علاوہ ازین اگر یہ روایت ثابت ہو تو آہستہ کہنا حضرت علی کا آمین کو جیسا کہ سابقاً تہذیب الآثار سے منقول ہو چکا باوجودیکہ اونہون نے آن حضرت سے بلند آواز سے آمین سنی شاہد اس امر پر ہے کہ بلند آواز سے کہنے کو حضرت علی امر ضروری و مسنون دائمی نہ سمجہے ورنہ خود موافق فعل مسنون کے عمل کرتے اسقدر حنفیہ سے الزام اوٹہانے کے واسطے کافی ہے قولہ دسوین حدیث عن عبدالجبار بن وایل عن ابیہ قال صلیت مع النبی فلما قال ولا الضالین قال آمین وسمعناہا رواہ ابن ماجۃ روایت ہے عبدالجبار بن وائل سے اوسنے نقل کی اپنے باپ سے کہا نماز پڑہی مین نے ساتہ نبی کے پس جب کہا آنحضرت نے ولا الضالین کہا آمین پس ہمنے سنا اقول الزام ساتہ اس حدیث کے جب درست ہے کہ یہ حدیث باین سند صحیح ہو حالانکہ اس حدیث مین انقطاع ہے بسبب اسکے کہ عبدالجبار نے اپنے باپ وائل بن حجر حضرمی صحابی سے کوئی حدیث نہین سنی بلکہ وہ اپنے باپ کے چہہ مہینے انتقال کے بعد پیدا ہوے

ہین درمیان عبد الجبار کے اور ... باپ کے کوئی راوی چھوٹ گیا اور ایسا انقطاع صحت

حافظ ابن حجر عسقلانی نے نتائج الافکار تخریج احادیث الاذکار مین اور تلخیص الحبیر مین جابجا لم یسمع من ابیه عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہین سُنا اور جامع ترمذی کی کتاب الحدود مین ہے سمعت محمدا یقول عبد الجبار بن وائل بن حجر لم یسمع من ابیه ولا ادرکه ویقال انه ولد بعد موت ابیه باشہر یعنے سنا مین نے محمد بن اسمعیل بخاری سے وہ کہتے تھے کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہین سنا اور نہ اونکا زمانہ پایا بلکہ وہ پیدا ہوے بعد وفات باپ کے اور ابو سعد سمعانی نے کتاب الانساب مین لکھا من زعم انه سمع اباه فقد وهم لان وائل بن حجر مات وامه حامل به ووضعته بعده بستة اشهر انتهی یعنے جس شخص نے گمان کیا کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے سُنا اوسنے خطا کی کیونکہ جسوقت وائل نے انتقال کیا والدہ عبد الجبار کی حاملہ تھین بعد چھہ مہینے کے وفات وائل سے اونھون نے وضع حمل کیا اور عبد الجبار پیدا ہوے اور ایسے ہی استیعاب فی اخبار الاصحاب تصنیف ابن عبد البر اور اسد الغابة فی احوال الصحابة تصنیف ابن اثیر جزری وغیرہ مین ہے **قوله** گیارہوین حدیث عن ابی هریرة قال کان رسول الله اذا فرغ من قراءة ام القرآن رفع صوته وقال آمین رواه الدار قطنی وحسنه والحاکم وصححه **اقول** اس حدیث سے بھی الزام جب صحیح ہو جب دواماً بلند آواز سے آمین کا کہنا ثابت ہو اس حدیث کا اور ایسے ہی اور احادیث صحیحہ کا جو رفع صوت پر دلالت کرتی ہین حنفیہ اور مالکیہ تین طرح سے جواب دیتے ہین ایک یہ کہ یہ جہر ابتدا مین تھا بعد ازان متروک ہوگیا مگر یہ جواب ضعیف ہے بسبب اسکے کہ اسکا ابتدا مین ہونا اور پھر منسوخ ہو جانا اثبات اسکا مشکل ہے دوسرے یہ کہ یہ جہر کبھی کبھی بیان جواز کے واسطے تھا تا معلوم ہو جاوے کہ جہراً آمین کہنا بھی درست ہے اور مفسد نماز نہین اس سے یہ نہین لازم کہ یہ جہر سنت ہو جاوے اور آہستہ کہنا خلاف سنت ہو جاوے تیسرے یہ کہ یہ جہر اتفاقاً تھا نہ قصداً پس جو شخص اون احادیث سے حنفیہ اور مالکیہ پر الزام دیتا ہے اسکو ضرور ہے کہ ان احتمالات کو باطل کرے **قوله** بارہوین حدیث عن وائل قال سمعت رسول الله قرء غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال آمین ومد بها صوته رواه الترمذی وابو داود والدارمی وابن ماجة روایت ہے وائل سے کہا کہ سنا مین نے رسول خدا سے کہ پڑھا غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پس کہا آمین دراز کے ساتھ آمین کہنے کے آواز کو روایت کیا اس حدیث کو ترمذی اور ابوداود اور دارمی اور ابن ماجہ نے **اقول** یہ حدیث اس لفظ کے ساتھ نہ سنن ابن ماجہ مین ہے نہ سنن ابوداود مین ان دونون کی طرف نسبت کرنا اسکا افترا ہے اور ایسے ہی سنن دارمی مین بھی اس حدیث کا نشان نہین اور بر تقدیر ثبوت اس روایت کے جواب اسکا وہی ہے جو سابقاً گذر چکا **قوله** تیرہوین حدیث عن بلال انه قال یارسول الله لا تسبقنی بآمین رواه ابوداود روایت ہے بلال سے کہ اونسے کہا یارسول الله

نہ سبقت کرو تجسے آمین کے ساتہ مراد یہ ہے کہ جب مین سورہ فاتحہ آپ کے پیچہے تمام کر لیا کرون تب آپ آمین
کہا کرین **اقول** اس حدیث سے تو فقط یہ امر ثابت ہوا کہ مقتدی و امام دونون کی آمین ساتہ واقع ہونا چاہیے
اور جسوقت امام آمین کہے اوسیوقت مقتدی کو بہی کہنا چاہیے اور یہ امر کچہ جہر پر موقوف نہین آمین خواہ جہر سے
ہو یا آہستہ دونون تقدیر پر یہ مستحب ہے کہ مقتدی و امام دونون ایک ہی وقت آمین کہین پس اس سے
پکار کر آمین کہنا کہان سے ثابت ہوا کہ مؤلف نے اس حدیث کو معرض الزام مین پیش کیا **قولہ** چودہوین
حدیث عن عائشۃ عن النبی قال ما حسدتکم الیہود علے شئے ما حسدتکم علے السلام والتامین رواہ ابن ماجۃ روایت
ہے عائشہؓ سے اونہون نے نقل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا نہین حسد کرتے یہود تمسے اوپر کسی چیز کے جسقدر
حسد کرتے ہین تمسے سلام کرنے مین اور آمین کہنے مین **اقول** ع ناصحا دل مین ہی اتنا تو سمجہ اپنے کہ ہم
لاکہہ نادان ہوے کیا تجسے بہی نادان ہونگے ٭ ترجمہ آپ نے ما حسدتکم کا کہ صیغہ ماضی کا ہے غلط کیا ایک طفل مکتب
بہی جانتا ہے کہ ما حسدتکم الیہود کے معنی نہین حسد کیا یہود نے تمہارا اوپر کسی چیز کے ہے نہ وہ جو آپ نے
لکہا اور اس حدیث مین تو کہین پکار کے آمین کہنے کا ذکر ہی نہین بلکہ خاص نماز مین آمین کہنے کا آہستہ ہو خواہ
پکار کر ذکر بہی نہین صرف اسقدر اس روایت سے ثابت ہی کہ یہود اہل اسلام کا حسد کرتے ہین آمین کہنے پر اور
سلام کرنے پر اسوجہ سے کہ وہ اس فضیلت سے محروم ہین پس اس سے فضیلت آمین کہنے کی اور سلام کرنے کی
ثابت ہوئی پکار کر نماز مین کہنے سے کچہ غرض نہین اس حدیث کو معرض الزام مین پیش کرنا اور اس سے جہر
ثابت کرنا آپ ہی کا کام ہے **قولہ** پندرہوین حدیث عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ما حسدتکم الیہود علے شئے
ما حسدتکم علے آمین فاکثروا من قول آمین رواہ ابن ماجۃ فی باب الجہر بآمین روایت ہے ابن عباس سے کہ فرمایا
رسول اللہ نے نہین حسد کیا تم پر یہود نے کسی چیز مین جیسا کہ حسد کیا تم پر آمین کہنے مین پس زیادتی کرو کہنے مین
آمین کے **اقول** ع ابہی کم سن ہین وہ نہین واقف ٭ ناز کیا چیز ہے ادا کیا ہے ٭ آپ کو یہی نہین معلوم ہوا
کہ اس حدیث مین کوئی لفظ ایسی نہین جس سے پکار کر کہنا آمین کا ثابت ہو ہر لڑکا بہی سمجہتا ہے کہ اس حدیث
مین صرف فضیلت کثرت سے آمین کہنے کی ثابت ہوئی نماز مین ہو خواہ باہر نماز کے کسی اور دعا کے بعد آہستہ
ہو یا پکار کے باایہمہ اسکو معرض الزام مین ذکر کرنا اور اس سے پکار کے آمین کہنے کو ثابت کرنا خلاف عقل ہے
ع گر ہمین مکتب ست و این ملا ٭ کار طفلان خراب خواہد شد ٭ **قولہ** سولہوین حدیث بیہقی نے مرفوع روایت
کی کہ حسد کیا یہود نے اوپر قبلہ کے وہ قبلہ کہ ہدایت کی گئی ہم طرف اوسکے او گمراہ کیے گئے یہود قبلہ سے اور حسد
کرتے ہین یہود اوپر جماعت کے اور حسد کرتے ہین اوپر آمین کے کہنے کے پیچہے امام کے **اقول** اس سے بہی صرف
آمین کہنے کی فضیلت نماز مین اور حسد کرنا یہود کا اس عبادت پر ثابت ہوا نہ پکار کے آمین کہنا اور حسد کو کسی جگہ

اس امر کو مستلزم نہین کہ وہ عبادت پکار کے ہو قولہ ستر ہوین حدیث عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ قال

اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ رواہ البخاری

روایت ہے ابوہریرہ سے کہ تحقیق رسول خدا نے فرمایا جب امام کہے ولا الضالین پس کہو تم آمین پس

تحقیق شان یہ ہے کہ جسکے قول نے موافقت کیا قول سے فرشتون کے بخشے جاتے ہین واسطے اوسکے وہ جو

اگلے ہین گناہ اوسکے اقول سو جھوٹ سچ باتون سے باز آؤ خدا کے واسطے چپ رہو بس منہ نہ کھلواؤ خدا

کے واسطے یہ حدیث تو بہت صحیح ہے مگر اسکو جہر آمین کی دلیل بنانا اور اس سے آہستہ کہنے والون پر الزام دینا

محض غلط ہے کیا آپ کو نہین معلوم کیون نہ معلوم ہوگا یہ تو میزان منشعب پڑھنے والے بھی جانتے ہین کہ قال

کے معنی فارسی مین گفت اور اردو مین کہا اور قول کے معنی فارسی مین گفتار اور اردو مین بات اور قولوا کے

معنی فارسی مین بگوئید اور اردو مین کہو تم ہے نہ اسکے معنی آہستہ کہنا ہے نہ پکار کے کہنا پس اس حدیث مین

صرف آمین کہنے کا بروقت کہنے امام کے ولا الضالین حکم ہے اور اوسکی فضیلت مذکور ہے جہر آمین سے

اور اس حدیث سے کچھ علاقہ نہین اور اگر قال یقول قولوا اور مثل اسکے اور صیغے جو لفظ قول سے مشتق ہین

پکار کر کہنے پر دلالت کرین تو صدہا آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کے معنی فاسد ہو جائینگے ہر شخص سمجھتا ہے کہ معنے

قل ہو اللہ احد کے یہ ہین کہ کہہ تو اللہ یکتا و تنہا ہے کوئی اوسکا شریک نہین نہ یہ کہ پکار کر کہو اور معنی قل یا ایہا

الکافرون لا اعبد ما تعبدون کے یہ ہین کہ کہہ تو اے حبیب ہمارے کہ ای کافرو مین نہین بندگی کرتے ہین ہم اوس

چیز کی جسکی تم بندگی کرتے ہو یعنے بت وغیرہ نہ یہ کہ پکار کے کہو ظاہر ہے کہ یہ مضمون اگر لکھ کے کفار کو دیا جاوے

تب بھی کافی ہو جائیگا اور معنی قولوا آمنا باللہ کے یہ ہین کہ کہہ تو ایمان لائے ہم ساتھ اللہ کے نہ یہ کہ پکار کے کہو

اور معنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے یہ ہین کہ پناہ مانگتا ہون مین ساتھ رب فلق کے

اور رب ناس کے نہ یہ کہ پکار کے کہو اور ایسی بہت سی آیتین ہین کہ اوسمین لفظ قول یا کوئی صیغہ اس سے مشتق

موجود ہے اور معنی اوسکے صرف کہنے کے ہین نہ پکار کے کہنے کے جو شخص ترجمہ قرآن شریف پڑھا ہوگا اوسپر

یہ امر مخفی نہین رہیگا اور معنی حدیث اذا اصبحتم فقولوا اللہم بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحیی وبک نموت والیک

المصیر روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن سنی نے یہ ہین کہ جب صبح کرو تم تو پڑھو یہ دعا نہ یہ کہ پکار کے پڑھو اور

معنی حدیث اذا اضطجعت فقل بسم اللہ اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ وعقابہ ومن شر عبادہ ومن ہمزات الشیاطین

وان یحضرون روایت کیا ہے اسکو ابونصر نے کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ مین یہ ہین کہ جب لیٹو تم واسطے

سونے کے تو کہو یہ کلمات نہ یہ کہ پکار کے کہو اور معنی حدیث اذا اکل احدکم طعاما فلیقل اللہم بارک لنا فیہ وابدلنا

خیرا منہ روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی اور حاکم وغیرہ نے یہ ہین کہ جب قصد کرے کوئی کھانا کھانے کا

تو یہ دعا پڑھے نہ یہ کہ زور سے کہے اور معنی حدیث اذا ختم احدکم القرآن فلیقل اللهم آنس وحشتی فی قبری جو روایت کیا
اسکو دیلمی نے مسند الفردوس مین یہ ہین کہ جب ختم کرے کوئی شخص قرآن تو یہ دعا پڑھے نہ یہ کہ پکار کے کہے
اور معنی حدیث جو سنن دارقطنی وغیرہ مین مروی ہے اذا خرج احدکم من الخلاء فلیقل الحمد لله الذی اذهب
عنی ما یؤذینی وامسک علی ما ینفعنی یہ ہین کہ جب کوئی شخص پاخانہ سے نکلے تو یہ دعا کہے نہ یہ کہ زور سے کہے اور معنی حدیث
جو سنن ابوداؤد و ابن ماجہ وغیرہ مین مروی ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ثم لیقل اللهم افتح لی ابواب رحمتک
واذا خرج فلیسلم علی النبی ولیقل اللهم انی اسئلک من فضلک یہ ہین کہ جب مسجد مین داخل ہووے تو پہلے آنحضرت پر
صلوٰة وسلام ادا کرے بعد اوسکے یہ دعا پڑھے اللهم افتح لی الخ اور جب مسجد سے نکلے تو بعد سلام کے کہے
اللهم انی اسئلک من فضلک نہ یہ کہ زور سے کہے اور معنی حدیث اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا
لک الحمد جو صحیح بخاری و مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ وغیرہ مین مروی ہے یہی ہین کہ جب امام سمع الله لمن
حمده کہے پس تم کہو ربنا لک الحمد نہ یہ کہ پکار کے کہو اور صحاح ستہ مین ابن مسعود سے مروی ہے قال رسول الله صلعم
اذا قعد احدکم فی الصلوٰة فلیقل التحیات لله الخ اور موطا مالک مین حضرت عمرؓ سے مروی ہے قولوا التحیات لله الخ
اور ایسی اور بھی روایات باب تشہد مین اسی لفظ سے وارد ہین کہ جنکے معنی یہی ہین کہ قعدہ مین تم یہ کلمات کہو
نہ یہ کہ پکار کے پڑھو اور سوا ایسکے اور بہت سی احادیث ہین جنمین یہی لفظ وارد ہے اور باتفاق علماء امت محمدیہ
وہان پکار کے کہنا مراد نہین ہے پس ایسی لفظ فقولوا آمین سے کیونکر پکار کے کہنا سمجھا جاویگا اور ایسی اٹھارھوین
حدیث جو صفحہ ۲۶ مین مذکور ہے بلفظ اذا قال احدکم آمین وقالت الملائکة فی السماء آمین فوافقت
احدهما الاخری غفر له ما تقدم من ذنبه یعنے جسوقت کہتا ہے ایک تم مین سے آمین اور کہتے ہین فرشتے آسمان
مین آمین پس موافق ہوتا ہے ایک کا کلمہ دوسرے کے بخشے جاتے ہین اوسکے اگلے گناہ صرف آمین کہنے کی
فضیلت ثابت ہوتی ہے پکار کے کہنے کا کہین نشان نہین اور موافقت آمین ملائکہ و آمین بنی آدم مین
صرف اسیقدر کافی ہے کہ دونون کی آمین ایک وقت مین واقع ہووے خواہ پکار کے ہووے خواہ آہستہ سے
اور ایسی انیسوین حدیث جو صفحہ ۲۶ مین بلفظ اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین مذکور ہے اور حدیث
بیسوین جو صفحہ ۲۶ مین ہے بلفظ اذا امن القاری فامنوا یعنے جسوقت آمین کہے پڑھنے والا پس کہو تم
آمین اور حدیث اکیسوین جو اوسی صفحہ مین بلفظ اذا امن الامام فامنوا مذکور ہے اور ان تینون احادیث مین
صرف آمین کہنے کا حکم ہے پکار کے کہنے کا کہین ذکر نہین ہے قولہ ۳۱ فائدہ نماز مین پکار کے کہنے کے باب مین ایسی
حدیثین ہین کہ جنکا امام اعظم نے مخالفت کیا سو تو گزر چکی ہین لیکن آمین خفیہ کہنے کے باب مین دلیل امام اعظم اور انکے
مقلد جو حدیثین کہ پیش کیا کرتے ہین وہ یہ ہین اقول ؎ بوسے گل ہی تو نہ لائی تا قفس چل ہوا ...

صبا دیکھا تجھے بدیہ دعوے زبانی آپکا کہ امام ابوحنیفہ نے اکیس حدیث کی مخالفت کی کون سنیگا جو آپ کی
تحریرات سابقہ کو دیکھیگا وہ اس قول کو مہمل کہیگا جو آپ نے حدیثین بیان کین اونمین سے بعض تو نفس آمین
کہنے کی ہین پکار کے کہنے سے اونسے کچہ علاقہ نہین اور بعضون کی سند ضعیف ہی اونسے الزام ممکن نہین اور بعض
جو صحیح وقوی ہین اونسے بہی الزام متصور نہین جب تک کہ ہمیشہ پکار کے کہنا یا اکثر اس طرح سے کہنا اونسے
ثابت نہو اور دلالت اون روایات کی سنت ہونی جہر پر نہو واذ لیس فلیس قولہ ۱۶۹ پہلی حدیث روی شعبۃ عن سلمۃ
بن کہیل عن حجر ابی العنبس عن علقمۃ بن وایل عن ابیہ ان النبی قرء غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین
وخفض بہا صوتہ رواہ الترمذی روایت کیا شعبہ نے سلمہ سے اونسے حجر باپ عنبس کے سے اونسے علقمہ بیٹے
وائل کے سے اونسے اپنے باپ سے کہ تحقیق نبی نے پڑہا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہا آمین اور
پست کیا ساتہ اسکے آواز اپنی کو جواب اسکا دو طرح پر ہے اول یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے ہرگز لائق حجت
پکڑنے کے نہین کیونکہ ترمذی جو اسکا مخرج ہے کہا اونسے کہ سنا مین نے محمد یعنی بخاری سے کہ کہتے تھے
حدیث سفیان کی یعنی جسمین مد بہا صوتہ یعنی دراز کیا حضرت نے ساتہ آمین کہنے کے آواز کو آیا ہی وہ حدیث
بہت صحیح ہے شعبہ کی حدیث سے اس باب مین اور شعبہ نے اس حدیث مین خطا کی کئی جگہ مین پہلی خطا شعبہ
راوی اس حدیث مین یہ ہے کہا شعبہ نے حجر عنبس کا باپ ہے سو یہ اوسکی خطا ہے حجر تو عنبس کا بیٹا ہی
اور کنیت کیا جاتا ہے ابا سکن اقول یہ قول بخاری کا قابل اعتبار نہین اور شعبہ کی طرف نسبت خطا کی صحیح نہین
اسوجہ سے کہ کتاب الثقات مین ابن حبان نے لکہا ہی حجر بن عنبس ابو السکن الکوفی وہو الذی یقال لہ
حجر ابو العنبس یروی عن علی ووائل بن حجر روی عنہ سلمۃ بن کہیل انتہی یعنے حجر بیٹے عنبس کے کنیت اونکی
ابو السکن ہی اہل کوفہ مین سے ہین اور اونہین کو حجر ابو العنبس بہی کہتے ہین روایت کرتے ہین احادیث کی علی مرتضے
اور وائل بن حجر سے اور اونسے روایت کی سلمہ بن کہیل نے اس سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ کنیت حجر کی ابو السکن
ہے ویسا ہی ابو العنبس بہی اسکی کنیت ہی پس اگر شعبہ نے اوسکو ابو العنبس کہا تو کیا گناہ کیا اسیوجہ سے عینی شرح ہدایہ
مین لکہتے ہین جزم بہ ابن حبان فی الثقات فقال کنیتہ کاسم ابیہ وقول محمد یکنی ابا السکن لاینافی ان تکون کنیتہ
ایضا ابا العنبس لانہ لامانع من ان یکون لشخص کنیتان انتہی یعنے جزم کیا ساتہ اس امر کے کہ کنیت حجر کی ابو العنبس
ہے ابن حبان نے کتاب الثقات مین اور کہا اونہون نے کہ کنیت اوسکی مثل نام اوسکے باپ کی ہے یعنے
اوسکے باپ کا نام عنبس ہے اور یہی لفظ اسکی کنیت مین درج ہے اور قول محمد بخاری کا کہ کنیت حجر کی ابو السکن ہے
منافی اس امر کی نہین کہ کنیت اوسکی ابو العنبس بہی ہووے کیونکہ کوئی مانع اس امر سے نہین کہ ایک شخص کی دو کنیت
ہووین اور حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر مین بہی اسی امر کی تصریح کرتے ہین عبارت اونکی یہ ہے قلت وبہذا جزم

ابن حبان فی الثقات ان کنیتہ کاسم ابیہ رکن قال البخاری ان کنیتہ ابو السکن ولا مانع من ان یکون کنیتان
انتہی **قولہ** دوسری خطا شعبہ کی یہ ہے کہ زیادہ کیا اس حدیث مین علقمہ بن وائل سے اور وہ بیچ اس اسناد کے
نہین ہے **اقول** یہ بہی قول بخاری کا غیر معتبر ہے اسوجہ سے کہ شعبہ ثقہ ہے اور اصول حدیث مین مقرر ہے
کہ زیادتی ثقات کی مقبول ہے پس اگرچہ اور تلامذہ سلمہ بن کہیل کی سند اس حدیث مین علقمہ کا ذکر نہین کرتے ہین
بلکہ عن حجر بن العنبس عن وائل کہتے ہین لیکن شعبہ کی روایت مین اگر زیادتی واسطے علقمہ کے ہوئی تو کچہ منافات
نہین ہوئی عینی لکہتے ہین وقولہ زاد فیہ علقمۃ لایضر لان الزیادۃ من الثقۃ مقبولۃ ولاسیما من مثل شعبۃ انتہی
یعنے قول بخاری کا کہ زیادہ کیا شعبہ نے علقمہ کو کچہ مضر نہین اسوجہ سے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے خصوصاً زیادتی
ایسی ثقہ کی جیسا شعبہ ہے اور حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر مین کہتے ہین قال واختلفا ایضا فی شیٔ آخر فالثوری
یقول حجر عن وائل وشعبۃ یقول حجر عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ یعنے کہا ابن قطان نے بعد ذکر اختلاف شعبہ
وسفیان کے لفظ حجر بن عنبس و حجر ابی العنبس مین کہ مختلف ہوے وہ دونون یعنے سفیان ثوری اور شعبہ
کہ دونون اس حدیث کو سلمہ سے روایت کرتے ہین ایک اور چیز مین وہ یہ کہ ثوری تو سند مین لکہتے ہین حجر
عن وائل کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حجر بن عنبس نے وائل بن حجر سے بلا واسطہ روایت
کی اور شعبہ کہتے ہین عن علقمہ بن وائل عن ابیہ کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حجر نے علقمہ بیٹے
وائل سے روایت کی اور اونہون نے اپنے باپ وائل سے انتہی اسکے ابن حجر فرماتے ہین قلت لم یقف ابن القطان
علی مارواہ مسلم الکجی فی سننہ حدثنا عمرو بن مرزوق حدثنا شعبۃ عن سلمۃ بن کہیل عن حجر عن علقمۃ بن
وائل عن وائل قال وقد سمعہ حجر عن وائل قال الغنی فذکر الحدیث وہکذا رواہ ابو داؤد الطیالسی فی مسندہ عن
شعبۃ عن سلمۃ سمعت حجرا ابا العنبس سمعت علقمۃ عن وائل وقال وسمعتہ من وائل انتہی محصل اسکا یہ ہے کہ ابو داؤد
طیالسی اور مسلم کجی کی روایت سے جو بطریق شعبہ مروی ہے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حجر نے علقمہ سے اور
دونون نے اپنے باپ وائل سے روایت کی اور حجر نے بلا واسطہ بہی اس حدیث کو وائل سے سنا پس معلوم ہوا
کہ زیادہ کرنا علقمہ کا جو شعبہ کی روایت مین ہے خطا نہین ہے اور روایت سفیان ثوری کی جسمین روایت
حجر کی وائل سے ہے علقمہ کا اوسمین ذکر نہین منافی نہین ہے بلکہ حقیقت الامر یہی ہے کہ حجر نے علقمہ سے اور
اوسکے باپ وائل سے دونون سے اس حدیث کی روایت کی سفیان ثوری کی روایت مین حجر عن وائل
واقع ہوا اور شعبہ کی روایت مین حجر عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ و وائل واقع ہوا ہان اگر صرف روایت حجر کی
وائل سے بلا واسطہ ثابت ہوتی تو البتہ زیادتی علقمہ کی جو روایت شعبہ مین ہے خطا ہوتی **تنبیہ** بیان سے
ہمارے معلوم ہوگیا کہ بعضے جو اس روایت شعبہ مین یہ خدشہ کرتے ہین کہ علقمہ کا سننا کسی حدیث کا نہ باپ سے

نہین ثابت ہے جیسا کہ تقریب التہذیب مین مذکور ہی بنا بر علیہ یہ سند منقطع ہوئی اور صحیح نہوئی سو وہ خدشہ
مضر نہین کیونکہ حجر کا روایت کرنا بلا واسطہ علقمہ کے باپ یعنے وائل سے ثابت ہوگیا پس علقمہ کے نہ سننے سے اپنے
باپ سے کیا حرج ہوگا **قولہ**[۱۶۹] تیسری خطا شعبہ کی اس حدیث مین یہ ہے کہ کہا شعبہ نے پست کیا آنحضرت نے ساتھ
آمین کے آواز کو اور یہ اوسکی خطا ہے اور صحیح یہ ہے کہ دراز کیا حضرت نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنی کو **اقول**
اسکے جواب مین عینی نے شرح ہدایہ مین لکھا ہے تخطئة مثل شعبة خطاء كيف وهو امير المومنين في الحديث انتهى یعنے
نسبت خطا کے شعبہ کی طرف کرنا خطا ہے اور کیونکر صحیح ہو حالانکہ وہ ماہر ہین علم حدیث اور ثقات رواۃ سے ہین اور
ملقب بہ امیر المومنین فن حدیث مین ہین پس خطا کرنا اونکا امر مستبعد ہے لیکن یہ جواب خالی خدشہ سے نہین ہے
اسوجہ سے کہ گو شعبہ اجلۂ ثقات سے ہین مگر حفظ مین سفیان سے کم ہین اور اکثر الفاظ روایات مین شک و
وہم کرتے ہین جیسا کہ ناظر صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث پر مخفی نرہیگا ہان یہ کہ سکتے ہین کہ اگرچہ ایک جماعت
محدثین نے لفظ وخفض بہا صوتہ کی جو روایت شعبہ مین ہی تضعیف کی مگر عمل بعض کبار صحابہ کا جیسے عمر و علی کہ وہ آمین
آہستہ کہتے تھے موید اسکے ثبوت کا ہے پس اسقدر حنفیہ کو کافی و وافی ہے **قولہ** شعبہ کی حدیث ضعیف
ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سماع علقمہ کا وائل سے ثابت نہین الخ **اقول** یہ وجہ بالکل ضعیف ہے اسوجہ سے
کہ علقمہ کا سننا اپنے باپ سے اگرچہ مختلف فیہ ہے مگر صحیح یہی ہے کہ اونہون نے اپنے باپ سے سنا ہی البتہ
اونکے بھائی عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہین سنا تحقیق اسکی اور تفصیل رسالہ القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح
المحارم مین مذکور ہے جسکو شوق ہو اسکا مطالعہ کرے یہان صرف بقدر ضرورت ایک عبارت جامع ترمذی کی
جو کتاب الحدود مین واقع ہے لکھی جاتی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سنا ہی اور وہ اپنے
بھائی عبد الجبار سے بڑے ہین اور عبد الجبار نے نہین سنا اپنے باپ وائل سے وہ عبارت یہ ہے علقمة بن وائل
بن حجر سمع من ابيه وهو اكبر من عبد الجبار بن وائل و عبد الجبار لم يسمع من ابيه انتهى اور نواب صدیق حسن خان صاحب
مولف مسک الختام شرح بلوغ المرام جنکو مولف ظفر مبین اپنا مرشد اور ہادی سمجھتے ہین صفحہ ۲۰۱ مسک الختام مطبوع
مطبع نظامی مین لکھتے ہین سماع علقمہ از ابیہ ثابت ست پس حدیث سالم باشد از انقطاع انتہی **قولہ** دوم شعبہ
کی روایت مذکور کے مخالف شعبہ ہی سے آمین پکار کر کہنا حضرت کا ثابت ہو چکا ہی چنانچہ فتح القدیر مین ہے
قد رجح الدارقطني وغيره رواية سفيان بانه احفظ وقد روى البيهقي عن شعبة في الحديث رافعا صوته **اقول** یہ کچھ
مضر نہین کیونکہ جائز ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دونون امر یعنے آہستہ کہنا اور پکار کے کہنا ثابت ہوئے
اور شعبہ دونون روایت کے راوی ہون **قولہ** سوم شعبہ کی حدیث سے یہ ہرگز نہین ثابت ہوتا ہے کہ
آنحضرت پکار کر آمین نہین کہتے تھے خفیہ اپنے دل ہی مین کہتے تھے کیونکہ خود شعبہ کہتا ہے کہ نبی صلعم نے پڑھا

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہا آمین اور پست کیا ساتھ اُسکے آواز اپنی کو اس سے صاف
نکلتا ہے کہ حضرت نے بہت تعدد سے نہین کہی میانہ آواز سے کہی ہے **اقول** یہ تمہارا دعوے بے دلیل
کون سنیگا جو سنیگا وہ یہی کہیگا ؎ یہ اوچھے پڑنے کی خو اچھی نہین * بے محابا گفتگو اچھی نہین پر ظاہر
ہے کہ خفض بمعنے آہستہ کہنے کے کتب لغت مین مسطور ہے اور محاورات عربیہ مین مستعمل و مشہور
ہے پس یہ دعوے کہ اس حدیث سے خفیہ کہنا ہرگز نہین ثابت ہی قابل اعتبار کے نہین ہے
قولہ اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف قرآن وحدیث کے یہ ہے کہ ہدایہ مین لکھا ہی کہ اگر کوئی شخص اپنے
محرمات ابدی مثل ماں بہن بیٹی اور اونکے سوا جنکو حرام کیا خدا نے جانکر نکاح کرے اور صحبت کرے اسنے
تو بھی اوسپر حد نہین آتی ہے اسلیے کہ محل شبہہ ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلہ مین کلام اللہ کا بھی
اور حدیث کا بھی اسلیے کہ جو شخص اپنی محرمات ابدی مثل ماں بہن وغیرہ سے نکاح کرے تو اوسکو قتل کردینا چاہیے
فرمایا اللہ تعالے نے حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم یعنے حرام کی گئین ہین تم پر تمہاری مائین اور بیٹیان
تمہاری اور بہنین تمہاری **اقول** ؎ ظلم ہے احمقون کی منہ زوری * ننگ یہ بے لگام کرتے ہین *
ہم کہین گے کچھ تو دل تھرائیگا * جیسٹر یہ اسے کینہ جو اچھی نہین * آپ کو کچھ معلوم ہے کہ حد عرف
فقہا مین کسکو کہتے ہین اور امام اعظم اوس شخص سے جو بعد نکاح کے اپنی محرمات ابدیہ سے صحبت کرے
کیا چیز ساقط کرتے ہین اور کیا چیز اوسپر واجب کرتے ہین اور اسکی بھی آپ کو کچھ خبر ہے کہ مخالفت قرآن وحدیث
کی کیا شئے ہے اور کسی شخص کے قول کا مخالف ہو جانا قرآن وحدیث کے اور اوسکا خلاف کرنا قرآن و
حدیث کے ان دونون مین کیا فرق ہے ؎ عالمون کے دماغ کو پہونچے * جاہل اتنا ترا دماغ نہین * نہ پڑھے
نہ لکھے نام محمد فاضل بے سمجھے بوجھے اعتراض کرنے پر تیار ایسے اعتراض پر اہل اسلام کی پھٹکار ؎ یہ دین وہ نہین
جسکو کہ تو بگاڑ سکے * کدھر خیال ہے اتنی تری مجال نہین * آپ ذرا کان کھولیے اور ہمسے چند باتین سنیے اور
بیہودہ گوئی سے توبہ کیجیے ایک یہ کہ مخالف ہو جانا کسی مسئلہ کسی امام کا کسی آیت یا حدیث کے اور چیز ہے اور خلاف کرنا
اوس امام کا اور چیز ہے پس اگر بالفرض یہ مسئلہ یا اور مسائل امام اعظم کے یا اور کسی امام کے مخالف قرآن
وحدیث کے تمکو معلوم ہوے ہون تو اوسوقت یہ کہنا کہ اس مسئلہ مین امام نے خلاف کیا قرآن وحدیث کی درست
نہین ہے دوسری یہ کہ حد شرعًا مطلق سزا کا نام نہین ہے بلکہ اوس سزاے خاص مقدر کا جو شرعًا بعوض ایسے
گناہ کے متعلق کی گئی ہو کہ اوسمین حق پروردگار ہو نہ حق بندہ کا پس تعزیر کو جو حاکم واسطے حسن انتظام قرار دیکے
کسیکو سزا دیتا ہے حد نہ کہینگے اسوجہ سے کہ اوسکی مقدار شرعًا مقرر نہین ہے اور ایسے ہی قصاص کو حد نہ کہینگے
اسوجہ سے کہ وہ حق بندہ ہے عوض حق الٰہی نہین سے یہ بھی حاصل ہے عبارت صاحب ہدایہ کا مختار اسکا لفظ ازان

ہو فی الشریعۃ اسم لعقوبۃ مقدرۃ تجب حقا للہ حتی لا یسمی القصاص حدا لانہ حق العبد ولا التعزیر لعدم التقدیر انتہی
اور عبارت زیلعی کا شرح کنز مین ہو فی الشرع اسم لعقوبۃ مقدرۃ تجب حقا للہ فلا یسمی التعزیر حدا لعدم التقدیر ولا القصاص
لانہ حق العبد انتہی پس مراد امام اعظم کے حد ساقط ہونے سے صورت مذکورہ مین یہ ہے کہ جو حد کہ زنا مین مقرر ہے یعنے
اَسّی درے مارنا یا سنگسار کرنا وہ اس صورت مین واجب نہین نہ یہ کہ مطلق سزا واجب نہین پس قتل کر دینا صورت
مذکورہ مین منافی حد نہ واجب ہونے کے نہین بلکہ یہ قتل تعزیرا و سیاسۃ ہے اور تعزیر حنفیہ کے نزدیک ہر گناہ مین
جسمین حد شرعی نہ مقرر ہو یا کسی شبہہ سے حد ساقط ہو گئی ہو واجب ہے نصاب الاحتساب مین ہے التعزیر واجب
کالحد انتہی یعنے تعزیر دینا واجب ہے مثل حد کے اور تبیین شرح کنز مین ہے اجمعت الامۃ علی وجوبہ فی کبیرۃ لا توجب الحد
انتہی یعنے اتفاق کیا ہے امت محمدیہ نے اوپر واجب ہونے تعزیر کے اوس گناہ کبیرہ مین جو حد کو واجب نہ کرتا ہو
اور بحر الرائق مین ہے کل من ارتکب معصیۃ لیس فیہا حد مقدر و ثبت عند الحاکم فانہ یجب فیہا التعزیر انتہی یعنے
جو شخص مرتکب ہو ایسی معصیت کا کہ اوسمین حد مقدر شرعی نہین اور ثابت ہو جاوے وہ معصیت اوس شخص پر
واجب ہے حاکم پر قائم کرنا تعزیر کا اوس شخص پر پس جو شخص محرمات کے ساتھ نکاح کر کے صحبت کرے اور حاکم
کے نزدیک یہ امر ثابت ہو جاوے اوسپر قائم کرنا تعزیر کا واجب ہوگا اور بقصد تعزیر حنفیہ کے نزدیک قتل بھی
جائز ہے لوطی اور ساحر اور زندیق وغیرہ کو قتل کرنا تعزیرا جائز رکھا ہے جیسا کہ درمختار و ردالمحتار وغیرہ مین
مصرح ہے پس صورت مذکورہ مین قتل کرنا مستلزم اسکو نہین کہ حد واجب ہو جاوے اور حد نہ واجب ہونا مستلزم
اسکو نہین کہ بالکلیہ سزا ساقط ہو جاوے تیسری یہ کہ یہ دعوے کہ مذہب امام اعظم کا اس بحث مین مخالف
ہے قرآن و حدیث کے محض غلط ہے آیت قرآنیہ جو آپ نے بیان کی اوس سے تو صرف حرمت محرمات ابدیہ کی ثابت
ہوتی ہے اور اسکا کون منکر ہے اور یہ مضمون اوس سے ہرگز نہین ثابت ہے کہ جو شخص انسے نکاح
کر کے صحبت کرے اوسپر حد واجب ہے تا مخالفت لازم آوے اور حدیث جو آپ نے سنن ابو داؤد و نسائی
و ابن ماجہ و دارمی و ترمذی سے ذکر کی اوس سے صرف اسقدر ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ایسے شخص کی جسنے محرمات کے ساتھ نکاح کیا قتل کا اور گردن مارنے کا اور مال چھین لینے کا حکم کیا اور ظاہر ہے
کہ یہ حکم بطور تعزیر و سیاست کے تھا نہ بطور حد کے اولا اسوجہ سے کہ زنا کی صرف دو حد ہین بالاتفاق اگر زانی
محصن ہو تو اوسکی حد سنگسار کرنا کنکریون سے یہانتک کہ مر جاوے ہے اور اگر غیر محصن ہو تو حد اوسکی اسّی کوڑے
مارنا ہے پس اگر گردن مارنا اور مال چھین لینا بھی حد ہو لازم آتا ہے کہ زنا کی چار حد ہو جاوین حالانکہ یہ کسی عالم
بلکہ کسی مسلمان کا مذہب نہین ہے ثانیا اسوجہ سے کہ حکم قتل کرنے کا بہت سی احادیث مین وارد ہے
سنن ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ مین مروی ہے کہ جو شخص چوتھی مرتبہ شراب پیوے اوسکو مار ڈالو اور جامع ترمذی

پستی ابوداؤد وغیرہ مین مروی ہے کہ جو شخص لواطت کرے اوسکو قتل کرو اور سنن اربعہ مین مروی ہے
کہ جو شخص کسی جانور سے جماع کرے اوسکو مار ڈالو اور اوس جانور کو بہی مار ڈالو اور سنن ابوداؤد وغیرہ مین
مروی ہے کہ جو شخص پانچوین مرتبہ چوری کرے اوسکو مار ڈالو ایسی اور بہی بہت احادیث ہین جنمین کسی گناہ کی عوض مین
قتل کا حکم ہوا ہے حالانکہ بالاتفاق قتل اون مواقع مین حد شمار نہین کیا جاتا ہے بلکہ تعزیراً سمجہا جاتا ہے
پس ایسہی اس صورت مین بہی سمجہا جاویگا اور زیادہ تفصیل اس بحث کی القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم
مین موجود ہے جسکا دل چاہے دیکہہ لے اس بحث مین ایسا رسالہ جامع ونافع بجز اس رسالہ کے تصنیف نہین ہوا
جزی اللہ مولفہا خیر الجزاء ولطف بلطفہ یوم الجزاء قولہ حنفیہ کہتے ہین کہ جو شخص اپنی محرم کے ساتہ نکاح
کرے اوسپر امام اعظم کے نزدیک اسلیے حد واجب نہین کہ اوسکے نکاح مین شبہہ پڑگیا جواب اسکا دو طرح پر ہے
اول یہ کہ یہ نکاح ہرگز ہرگز محل شبہہ نہین محل شبہہ جب ہوتا کہ اوسکو یہ نہ معلوم ہوتا کہ جس سے مین نے نکاح
کیا ہے یہ میری مان ہے اور جب کہ ایک شخص نے عمداً اپنی مان سے نکاح کرلیا اور اوس سے صحبت کرنے لگا
تو پہر بہلا کس بات کا اسمین شبہہ پڑا اقول ع کبہی فروغ نپائینگے ہنس یار چراغ * وہ ماہ ایک طرف کی طرف
ہزار چراغ * آپکا جواب محض لغو ہے امام کی تحقیق کے سامنے اوسکی کیا وقعت ہے تفصیل اوسکی یہ ہے کہ
امام ابوحنیفہ اور ابن عدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ادرؤا الحدود
بالشبہات یعنے دفع کرو حدود کو ساتہ شبہون کے اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے ادفعوا الحدود عن عباد اللہ ما وجدتم لہ مدفعا یعنے دفع کرو بندگان خدا سے حدود کو جب
تلک تمکو طریقہ دفع کا ملے اور ترمذی اور بیہقی اور حاکم نے عائشہ رض سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم یعنے دفع کرو حدود کو اہل اسلام سے تا بمقدرت ان روایات سے یہ بات
ثابت ہوئی کہ مواقع شبہات مین حد کو ساقط کرنا چاہیے اور یہی امر مصنف ابن ابی شیبہ مین عقبہ بن عامر اور
زہری اور معاذ اور عمر بن الخطاب سے اور خلافیات بیہقی مین علی مرتضے سے اور مسند مسدد مین ابن مسعود
مروی ہے کہ یہ حضرات بہی مقامات شبہات مین سقوط حد کا فتوے دیتے تہے تفصیل ان سب امور کی فتح القدیر
مین شرح ہے بعد تمہید اس امر کے معلوم کرنا چاہیے کہ شبہہ کی تین قسم ہین ایک شبہہ فی المحل وہ یہ ہے کہ ایسی
عورت سے بدون نکاح کے صحبت کرے کہ جسکی حرمت مین شبہہ ہووے گو وہ اشتباہ ضعیف ہو جیسے اپنے بیٹے کی
لونڈی سے صحبت کرنا اور وہ محل اشتباہ اس وجہ سے ہے کہ حدیث مین وارد ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایک صحابی سے فرمایا انت ومالک لابیک یعنے تم اور تمہارا مال سب تمہارے باپ کا ہے روایت کیا اسکو بزار
اور طبرانی اور ابن عدی اور ابن ماجہ وغیرہ نے اس روایت سے یہ اشتباہ ہوگیا کہ لونڈی بیٹے کی ہے پدر

[illegible]

بسبب اسی شبہہ کے ایسی صورت میں حد ساقط ہو گئی دوسرے فی المحل وہ کہ نفس صحبت میں زانی کو شبہہ حلت کا ہو جاوے اور کسی وجہ سے وہ اوس صحبت کو حلال سمجھنے لگے گو محل وطی یعنے عورت کی حلت پر کوئی دلیل صورت شبہہ نہو وسے جیسے اپنے باپ کی لونڈی سے صحبت کرنا کہ ایسی لونڈی کی حلت میں کوئی دلیل شرعی نہیں آئی ہے کہ جس سے اشتباہ حلت کا ہو وسے مگر بسبب کمال انبساط وارتباط کے شبہہ اس بات کا ہو سکتا ہے کہ باپ کی لونڈی سے صحبت کرنے میں کچھ حرج نہیں جیسے اوسکے کہانا کہانے میں کچھ حرج نہیں تیسرے شبہہ بالعقد وہ یہ کہ بسبب عقد نکاح کے اشتباہ واقع ہو گیا جیسے کسی مجوسیہ سے نکاح کرے یا کسی کی بی بی سے نکاح کرکے صحبت کی بایں خیال کہ نکاح سے صحبت منکوحہ سے حلال ہے ان سب شبہات میں باقتضا سے روایات مرفوعہ وموقوفہ سابقہ حنفیہ نے سقوط حد کا حکم دیا ہے اور اپنی کتابوں میں ان سب کی صورتوں کو مفصلاً مذکور کیا ہے پس در صورت نکاح محارم شبہہ بالعقد کی وجہ سے سقوط حد کا حکم دیا گیا کیونکہ جب اوسنے اپنی محرم کے ساتہ نکاح کر لیا اور صحبت کرنے لگا تو یہ صحبت اوسکی مبنی اوسکے نکاح پر ہوئی اور نکاح نے اشتباہ حلیت صحبت گو اشتباہ ضعیف ہو پیدا کر دیا اسیوجہ سے اگر اپنے محارم سے بدون نکاح صحبت کرے اوسمین بالاتفاق حد واجب ہے پس اس مقام پر منشاء اشتباہ کا نفس عقد ہے خواہ وہ جانے کہ یہ مجہپر حرام ہے اور خواہ یہ بات نہ سمجھے پس جب اوسنے بعد عقد کے صحبت کی یہ کہہ سکتے ہیں کہ اوسنے اپنی منکوحہ سے صحبت کی اور منکوحہ سے صحبت حلال ہے پس اسقدر اشتباہ گو اشتباہ ضعیف ہو دفع حد کے واسطے کافی ووافی ہے **قولہ** دوم اپنی ماں بہن کے ساتہ نکاح کرنے والے پر حد واجب نہونے کا قائل ہونا معاذ اللہ پیغمبر کے حق میں یہ اعتقاد کرنا ہے کہ انہون نے اس مسئلہ کو نہیں سمجھا تہا اگر سمجھتے تو بسبب محل شبہہ ہونے کے اسکو قتل کا حکم کیون دیتے **اقول** یہ آپکی نافہمی کی بات ہے پیغمبر نے یہ کب فرمایا کہ یہ میرا حکم بطور حد مقرر معقدر کے ہے اور اہل علم اس امر سے واقف ہیں کہ بسبب شبہہ کے حد ساقط ہوتی ہے نہ تعزیر بلکہ وہ مواقع شبہات میں بہی واجب ہوتی ہے نصاب الاحتساب میں ہے الحد یندرئ بالشبہات والتعزیر یجب مع الشبہۃ انتہی پس آپکا حکم قتل جو تعزیراً اور سیاسۃً تہا مخالف سقوط حد کے کیونکر ہوا اور شبہہ منافی حکم قتل کے کس طرح ٹہرا تعجب ہے کہ ایسی ناسمجہی اور پہر ایسی جرأت اعتراض سے باز آتا ہی نہیں وہ کجروی سے کج نہاد بات سیدہی کا بہی اولٹا ہی وہ دیتا ہے جواب **قولہ** غرض حنفیہ نہ تو قرآن کی مخالفت سے ڈرتے ہیں اور نہ حدیث کی مخالفت سے کیونکہ اگر قرآن وحدیث کی مخالفت کا ڈر ہوتا تو قرآن کی مخالفت یہ اعتقاد نہ کہتے کہ ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زائد اسیطرح اگر حدیثون کو مانتے تو صدہا حدیثون کا انکار کبہی نہ کرتے **اقول** سخت باتون کا ترے کیا دین جواب بحث ہرلی دوبدو اچہی نہیں اس افتراء اور طعن کا عوض تو آپکو قیامت میں ملیگا ہم اسقدر پر کفایت کرتے ہیں کہ حنفیہ

کمال مرتبہ تبیع قرآن وحدیث ہین ہان جو لوگ زکات تجارت واجب نہین سمجھتے اونکی البتہ یہ صفت ہی کہ نہ قرآن کو
مانین نہ حدیث کو بلکہ اپنی رائے پر مدار ہی **قولہ** صفحہ ۴۶۔ ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف قرآن وحدیث کے یہ ہی
کہ فقہ اکبر و شرح عقائد نسفی مین لکھا ہے الایمان ہو الاقرار والتصدیق وایمان اہل السماء والارض لایزید ولا ینقص
امام اعظم نے خلاف کیا ہی اس مسئلے مین کلام اللہ کے تصریح کی اُنتون کا بہی اور حدیثون کا اسلیے کہ ایمان بڑہتا ہی
اور کم بہی ہوتا ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالے نے واذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا الخ **اقول** اس مقام مین صفحہ ۴۶
و ۵۵ و ۶۲ و ۶۴ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ و ۷۰ مین جو اس امر کو طول دیا ہے اور اپنے زعم مین مذہب امام کو مخالف آیات قرآنیہ
واحادیث قرار دیکر امام کے مذہب کو مطعون کیا ہے وہ سب مبنی ہے عدم فہم مرام امام اعظم پر اور سوء فہم پر
اگر غور سے مذہب امام کا سمجھتے کبھی طعن نہ کرتے سے اگر ہوتا زمانے مین حصول علم بے محنت ٭ تو بس ساری
کتابین ایک جاہل دہوکے پی جاتا ٭ تفصیل اسکی موقوف ہے تمہید چند مقدمات پر **مقدمہ اولی** معنی ایمان کے
لغت مین گرویدن و باور کردن یعنے کسی چیز کا حق سمجھ لینا اور اوسکو مان لینا اور یقین کر لینا ہی اور معنی شرعی
مین اختلاف واقع ہوا ہے جیسا کہ شرح مقاصد مین محقق تفتازانی لکھتے ہین اما فی الشرع فاختلفت الآراء
فی تحقیق الایمان وفی کونہ اسما لفعل القلب فقط او لفعل اللسان فقط او لفعلہما جمیعاً وحدہما او مع سائر الجوارح
فہذہ طرق اربعۃ یعنے آراء امت محمدیہ کے ایمان شرعی مین مختلف ہوئین کہ آیا وہ نام ہے صرف کسی فعل قلبی کا یا صرف
فعل لسانی کا یا مجموع فعل قلبی و لسانی کا فقط یا مجموع فعل قلبی و لسانی و افعال جوارح یعنے وہ اعمال جو
اور اعضا سے صادر ہوتے ہین جیسے نماز روزہ وغیرہ پس یہ چار صورتین ہین فعلی الاول قد یجعل اسما
للتصدیق اعنے تصدیق النبی علیہ السلام فیما علم مجیئہ بہ بالضرورۃ وفیما اشتہر کونہ من الدین بحیث یعلمہ العامۃ
من غیر افتقار الی نظر و استدلال کوحدۃ الصانع و وجوب الصلوۃ وحرمۃ الخمر ونحو ذلک وہذا ہو المشہور وعلیہ الجمہور
وقد یجعل اسما للمعرفۃ ای معرفۃ ما ذکرنا ومن الناس من لکا ویقول انہ اسم لمعنی آخر غیر المعرفۃ والتصدیق
وہو التسلیم الا انہ یؤل بالآخرۃ الی التصدیق علی ما یراہ اہل التحقیق یعنے بر تقدیر اول کہ ایمان عبارت ہو صرف
فعل قلبی سے تین قول ہین اول جو مشہور و مذہب محقق جمہور ہے یہ ہے کہ ایمان موضوع ہے بمقابلہ تصدیق
کے یعنے مان لینا اور یقین کر لینا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے امور مین کہ آپکا لانا اون احکام کا
پروردگار کے پاس سے بالضرورۃ معلوم ہوا اور اون احکام مین جسکا دین محمدی سے ہونا مشہور ہی یہانتک
کہ عوام بہی اوسکو جانتے ہون اور محتاج استدلال کے نہین ہوتے ہون جیسے وحدانیت پروردگار و فرضیت
نماز و حرمت شراب وغیرہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایمان نام ہے ان چیزون کی معرفت یعنی پہچاننے اور
سمجھنے کا یہی مذہب شیعہ اور جہم بن صفوان کا ہے تیسرا قول یہ ہے کہ ایمان نام ہے تسلیم کا مگر یہ قول

بعد تحقیق نظر کی اول قول کی طرف مائل ہے وعلی الثانی وہو ان یجعل اسما لفعل اللسان اعنی الاقرار بحقیقۃ

ما جاء بہ النبی فقد یشترط فیہ معرفۃ القلب حتی لا یکون الاقرار بدونہا ایمانا والیہ ذہب الرقاشی وقد یشترط التصدیق

والیہ ذہب القطان وقد لا یشترط شئ منہا والیہ ذہب الکرامیۃ حتی ان من اسر الکفر واظہر الایمان یکون مومنا

الا انہ یستحق الخلود فی النار۔ یعنے برتقدیر ثانی کہ ایمان نام ہو صرف فعل زبانی کا یعنے اقرار کرنا ساتھ حقیقت احکام نبویہ کے بعضون کے نزدیک معرفت قلبی شرط ہے یہ مذہب رقاشی کا ہے اور قطان کے نزدیک تصدیق شرط ہے اور کرامیہ کے نزدیک کچہ بہی شرط نہین یہانتک کہ جو شخص مطلقاً تصدیق نکرے اور دل مین اوسکے تکذیب وکفر ہو مگر زبان سے اقرار کرتا ہو وہ بہی مومن ہے مگر اسقدر ایمان کرامیہ کے نزدیک بہی باعث نجات کا نہین ہے پس ان تینون فرقون کے نزدیک مجرد اقرار باعث نجات نہین اور بدون تصدیق

اور معرفت کے نجات نہین وعلی الثالث وہو ان یکون اسما لفعل القلب واللسان فہو اسم للتصدیق المذکور مع الاقرار وعلیہ کثیر من المحققین وہو المحکی عن ابی حنیفۃ اور برتقدیر ثالث کہ ایمان نام ہو مجموع فعل لسانی وقلبی کا پس ایمان عبارت ہے تصدیق قلبی واقرار لسانی سے اور یہی مذہب بہت سے محققین کا ہے اور امام اعظم سے بہی منقول ہے پس جو شخص دل سے تصدیق کرے اور زبان سے کبہی اقرار نہ کرے وہ کافر ہے اور مذہب اول والون کے نزدیک وہ مومن ہے اللہ کے نزدیک اسواسطے کہ اونکے نزدیک صرف ایمان شرعی تصدیق قلبی کا نام ہے اور اقرار لسانی صرف اجراء احکام دنیویہ کے واسطے ضروری ہے

واما علی الرابع علی ما یقال انہ اقرار باللسان وتصدیق بالجنان وعمل بالارکان فقد یجعل تارک العمل خارجا

عن الایمان واخلا فی الکفر والیہ ذہب الخوارج او غیر داخل فیہ وہو القول بالمنزلۃ بین المنزلتین

والیہ ذہب المعتزلہ وقد لا یجعل تارک العمل خارجا عن الایمان بل یقطع بدخول الجنۃ وعدم خلودہ فی النار

وہو مذہب اکثر السلف وجمیع ائمۃ الحدیث وکثیر من المتکلمین والمحکی عن مالک والشافعی والاوزاعی انتہی یعنے برتقدیر رابع ایمان عبارت ہے مجموع تین چیز سے دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا اور ہاتہہ وغیرہ اعضاء سے نیک کام کرنا اس تقدیر پر تین مذہب ہین ایک یہ کہ جو شخص عمل نیک نکرے اور عمل بد مین مبتلا ہو وہ کافر ہے یہ مذہب خوارج کا ہے دوسرے یہ کہ وہ شخص نہ مومن ہے نہ کافر ہے یہ مذہب معتزلہ کا ہے کہ درمیان ایمان وکفر کے واسطہ کے قائل ہین تیسرے یہ کہ وہ شخص اصل ایمان سے خارج نہین ہے اور نہ مستحق خلود جہنمی کا ہے بلکہ ایمان کامل سے خارج ہے اور ملقب بفاسق ہے یہ مذہب جملہ محدثین اور اکثر سلف صالحین کا ہے اور یہی منقول ہے امام مالک وشافعی واوزاعی وغیرہ سے اور محقق جلال الدین دوانی شرح عقاید عضدیہ مین لکہتے ہین ہہنا اربع احتمالات الاول ان یکون الایمان

جزء من حقیقة الایمان حتے یلزم من عدمها عدمه وهو مذهب المعتزلة والثانی ان تکون اجزاء عرفیة للایمان
فلا یلزم من عدمها عدمه کما یعد فی الشعر والظفر والید والرجل جزء الزید مثلاً ومع ذلک لا یقال بانعدام زید بانعدام
هذه الامور وکالاغصان والاوراق للشجر تعد جزءاً منها ولا یقال بانعدامه بانعدامها وهذا هو مذهب السلف کما ورد فی
الحدیث الصحیح الایمان بضع وسبعون شعبة اعلاها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذی عن الطریق فکان لفظ الایمان عندهم
موضوعاً للقدر المشترک بین التصدیق وبین الاعمال فیکون اطلاقه علی التصدیق فقط وعلی مجموع التصدیق
والاعمال حقیقة فالتصدیق بمنزلة اصل الشجرة والاعمال بمنزلة فروعها واغصانها فما دام الاصل باقیاً یکون
الایمان باقیاً وان انعدم شعبها الثالث ان یجعل الاعمال آثاراً خارجة عن الایمان مشبهة به ویطلق علیها لفظ الایمان
مجازاً الرابع ان یکون الاعمال خارجة عنه بالکلیة انتهی حاصل اسکا یہ ہے کہ اس مقام پر چار احتمالات ہین
ایک یہ کہ اعمال جزو حقیقت و ماہیت ایمان ہون کہ اگر اعمال معدوم ہووین تو ایمان بھی معدوم ہو جاوے
جیسے اجزاء حقیقیہ مین ہوتا ہے کہ جزو کی عدم سے کل کا عدم لازم ہوتا ہے اور یہی مذہب معتزلہ کا ہے دوسرے
یہ کہ اجزاء عرفیہ ہون اور عدم سے اونکی عدم ذات ایمان کا لازم نہ آوے بلکہ کمال مین اوسکے فتور
ہو جاوے جیسے ناخن اور بال اور ہاتھ اور پیر جزو انسان کے ہین اور شاخہاے درخت اجزاء درخت
ہین لیکن اونکے فنا سے انسان اور درخت کا فنا نہین لازم آتا ہے اور یہی مذہب سلف و محدثین کا ہے
جیسا کہ حدیث مین وارد ہے کہ ایمان کی ستر اور چند شاخین ہین اعلی اونکا اقرار کلمہ توحید کا اور ادنے
اوسکا دور کرنا کسی شئے موذی کا راہ سے بخیال اسکے کہ مسلمانون کو ایذا نہ پہونچے اور یہی حدیث مین
وارد ہے الحیاء شعبة من الایمان یعنے حیا ایک شاخ ہے ایمان کی پس ان لوگون کے نزدیک ایمان
موضوع ہے واسطے ایک امر مشترک کے درمیان نفس تصدیق اور اعمال کے پس اطلاق ایمان کا نفس
تصدیق قلبی اور اعمال دونون پر بطور حقیقت کے ہے نہ بطور مجاز کے اور ایمان بمنزلہ درخت کے ہے
اور اعمال بمنزلہ شاخہاے درخت اونکی فنا سے کمال ایمان مین فتور ہوگا نہ اصل ایمان مین جو عذاب
دائمی سے نجات دیتا ہے تیسرے یہ کہ اعمال جزو ایمان نہین ہین مگر مشابہ اسکے ہین اور اطلاق ایمان کا
اونپر مجازاً ہوتا ہے چوتھے یہ کہ اعمال بالکلیہ ایمان سے خارج ہون پس معلوم ہوا کہ اہل سنت کے
باب ایمان مین تین قول ہین ایک یہ کہ ایمان نفس تصدیق قلبی کا نام ہے جیسا کہ مشہور بین الجمہور ہے
دوسرے یہ کہ ایمان مجموع تصدیق و اقرار کا نام ہے تیسرے یہ کہ ایمان مجموع تصدیق و اقرار و عمل کا نام ہے
مگر عمل جزو عرفی ہے نہ حقیقی ہو یا یون کہیے کہ جزو کمال الایمان ہے نہ اصل ایمان کا اور سلف سے صحابہ تابعین وغیرہ
سے جو منقول ہے الایمان قول و تصدیق و عمل اوس سے یہی مراد ہے جیسا کہ نووی کی شرح صحیح مسلم مین تحریر ہے

التصدیق یکمل بالطاعات کلہا فما ازداد المومن من اعمال البر کان ایمانہ اکمل وبہذہ الجملۃ یزید الایمان
وبنقصانہا ینقص فمتی نقصت اعمال البر نقص کمال الایمان ومتی زادت زاد الایمان کمالا انتہی یعنے تصدیق کہ اصل
ایمان و باعث نجات عذاب دائمی سے ہے بمقتضائے حدیث من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ عبادات سے
کامل ہوتی ہے پس جسقدر مومن طاعات زیادہ کریگا ایمان اوسکا کامل ہوگا اور جب طاعات مین نقصان ہوگا
کمال ایمان مین نقصان ہوگا اسیطرح اور کتب حدیث مین بھی مفصلاً مذکور ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نزاع
درمیان محدثین وجمہور حنفیہ وغیرہ کے جو جزئیت اعمال سے منکر ہین لفظی ہے کیونکہ محدثین بھی اوس شخص کو
جو اعمال صالحہ سے خالی ہو اور مبتلائے کبائر ہو مستحق عذاب ابدی کے نہین کہتے ہین جیسے معتزلہ و خوارج کہتے ہین
بلکہ اصل ایمان اگرچہ بمقدار ذرہ کے ہو نجات کے واسطے کافی ہے اور عمل صالح صرف جزء عرفی ایمان یا یون کہو کہ
جزء کمال ایمان ہے اور حنفیہ وغیرہ کے نزدیک بھی اصل تصدیق منجی ہے البتہ فرق اسقدر ہے کہ حنفیہ
وغیرہ اعمال پر جو اطلاق ایمان کا جابجا قرآن و حدیث مین وارد ہوا ہے اوسکو مجاز کہتے ہین اور محدثین
اوسکو بطور حقیقت سمجھتے ہین منقول ہے فائدہ جن لوگون کے نزدیک اعمال اجزاء حقیقیہ ایمان کے ہین
جیسے معتزلہ و خوارج اونکے نزدیک زیادتی و نقصان ایمان بزیادتی و نقصان اعمال ہوگی کیونکہ نقصان
جزء سے نقصان کل ضروری ہے اور زیادتی جزء سے زیادتی مجموع بھی بدیہی ہے اور جنکے نزدیک اجزاء
عرفیہ ایمان کے ہین اونکے نزدیک اصل ایمان کی زیادتی و کمی نہین ہے بلکہ ایمان کامل مین یہ صفت ہوتی ہے اور
بتفاوت اعمال کمال ایمان مین فتور ہوگا اصل ایمان مین کچھ نقصان نہوگا اور جنکے نزدیک ایمان نفس تصدیق کا
نام ہے یا تصدیق مع الاقرار کا نام ہے اونکے نزدیک اصل ایمان مین زیادتی و نقصان نہین ہے جیسا کہ
امام اعظم نے فقہ اکبر مین تحریر فرمایا الایمان ہو الاقرار والتصدیق وایمان اہل السماء والارض لا یزید و
لا ینقص انتہی منقول ہے تنبیہ ثالثہ زیادتی و نقصان ایمان بسبب زیادت و نقصان اعمال نزاع اس باب مین
لفظی ہے مبنی ہے اختلاف تفسیر ایمان پر نووی شرح صحیح مسلم مین ابو عبداللہ محمد بن اسمعیل اصفہانی
شافعی شارح صحیح مسلم سے نقل کرتے ہین الایمان فی اللغۃ ہو التصدیق فان عنی بہ ذلک فلا یزید ولا ینقص لان التصدیق
لیس شیئا یتجزی حتے یتصور کمالہ مرۃ و نقصانہ اخری والایمان فی لسان الشرع ہو التصدیق بالقلب والعمل
بالارکان واذا فسر بہذا تطرقت الیہ الزیادۃ والنقص وہو مذہب اہل السنۃ انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ ایمان
لغت مین عبارت تصدیق سے ہے پس اگر یہ معنی مراد لیے جاوین تو اوسمین نقصان نہین ہوتا ہے
کیونکہ نفس تصدیق کوئی چیز قابل تجزی نہین ہے کہ کمال و نقصان اوسمین ہووے اور عرف شرع مین
ایمان عبارت ہے تصدیق اور اعمال سے پس اگر یہ تفسیر اختیار کیجاوے تو اوسمین زیادتی و نقصان ہوگی

وفی شرح المقاصد من ظاہر الکتاب والسنۃ وہو مذہب الاشاعرۃ والمعتزلۃ والمحکی عن الشافعی وکثیر من العلماء ان الایمان یزید وینقص یعنی ظاہر قرآن وحدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان زائد وناقص ہوتا ہے اور یہی مذہب اشاعرہ اور معتزلہ کا اور منقول امام شافعی وغیرہ سے ہے وعند ابی حنیفۃ واصحابہ وکثیر من العلماء وہو اختیار امام الحرمین انہ لا یزید ولا ینقص لانہ اسم للتصدیق البالغ حد الجزم والاذعان فلا یتصور فیہ الزیادۃ والنقصان والمصدق اذا ضم الیہ الطاعات وارتکب المعاصی فتصدیقہ بحالہ لم یتغیر اصلا وانما یتفاوت اذا کان اسما للطاعات المتفاوتۃ قلۃ وکثرۃ اور امام ابو حنیفہ اور تابعین امام کے نزدیک ایمان زائد وناقص نہیں ہوتا ہے اور یہی مذہب امام الحرمین کا جو علماء شافعیہ سے ہیں اور بہت علماء کا ہے اسوجہ سے کہ ایمان نام ہے اوس تصدیق کا جو مرتبہ یقین تک پہونچے اور یقین میں زیادتی ونقصان نہیں ممکن ہے بلکہ تصدیق کرنے والا خواہ طاعت کرے یا ارتکاب معاصی کرے دونوں حال میں تصدیق اوسکی ویسی ہی باقی رہتی ہے البتہ اگر ایمان عبارت اعمال سے ہوتا تفاوت اعمال سے اوسمین بھی تفاوت ہوتا ولہذا قال الامام الرازی وغیرہ ان ہذا الخلاف فرع تفسیر الایمان فان قلنا ہو التصدیق فلا تتفاوت وان قلنا ہو الاعمال فیتفاوت انتہی یعنے اسیوجہ سے امام فخر الدین رازی وغیرہ نے کہا کہ یہ اختلاف یعنے زیادتی ونقصان ایمان وعدم اوسکا فرع تفسیر ایمان ہے پس اگر ایمان نفس تصدیق ہونا اختیار کیا جاوے تو اوسمین تفاوت نہیں اور اگر اعمال کا جزو ہونا اختیار کیا جاوے تو اوسمین تفاوت ہوگا مقدمہ رابعہ زیادتی ونقصان ایمان دو طور پر ممکن ہے ایک بسبب زیادت اعمال ونقصان یہ زیادتی جیسا کہ ابھی محقق ہو چکا نفس ایمان مین ہوگی اون لوگون کی راے پر جو اعمال کو اجزاء حقیقیہ ایمان کی کہتے ہین اور ترک اعمال قبیحہ وذنوب کبیرہ کو خارج از دائرہ ایمان ومستحق عذاب ابدی سمجھتے ہین جیسے معتزلہ وخوارج اور ایمان کامل میں ہوگی محدثین کی راے پر کہ اعمال انکے نزدیک اجزاء کمال ایمان ہین اور نفس ایمان یعنی تصدیق یا تصدیق مع الاقرار مین نہوگی ہر ظاہر ہے کہ جو شخص عابد زاہد ہو اور جو شخص فاسق فاجر ہو مگر صحیح العقیدہ ہو یہ دونون نفس تصدیق مین برابر رہتے ہین نہ اعمال صالحہ سے عباد کی نفس تصدیق واقرار مین کچھ زیادتی ہوتی ہے نہ اعمال قبیحہ سے فساق کی تصدیق واقرار مین کمی ہوتی ہے دوسرے زیادت ونقصان ذاتی باینطور کہ نفس تصدیق قلبی متفاوت ہووے بدون اعتبار اعمال صالحہ وخبیثہ کے اسمین خلاف واقع ہے بعضون کے نزدیک نفس تصدیق متفاوت نہین ہوتی ہے جیسا کہ عبارت نووی وشرح مقاصد سے واضح ہو چکا اور تحقیق یہ ہے کہ تصدیق مین تفاوت ہوتا ہے باعتبار مراتب الیقین کے اگرچہ سب مراتب نفس تصدیق مین برابر ہین کیونکہ اگر ذات تصدیق مین نقصان ہوگا یقین مین تخلل ہوویگا اور ثبوت کفر لازم ہوگا اسکی نظیر یہ ہے

یہ آدمی نفس آدمیت مین برابر ہین کسی کی انسانیت دوسرے کی انسانیت سے ناقص یا زائد نہین ہے مراتب زائدہ علم وجہل قوت وضعف عبادت ومعصیت ہدایت وضلالت وغیرہ مین تفاوت زیادت ونقصان ہے ایسیہی مثلاً چیزین سیاہ ہین سب ذات سیاہی مین برابر ہین اسمین زیادتی ونقصان نہین ہان اوسکے مراتب متفاوت ہین شرح عقائد نسفیہ مین ہے قال بعض المحققین لانسلم ان حقیقۃ التصدیق لاتقبل الزیادۃ والنقصان بل تتفاوت قوۃ وضعفا انتہی یعنے کہا بعض محققین نے ہم نہین تسلیم کرتے ہین اس امر کو کہ حقیقت تصدیق قابل زیادت ونقصان نہین بلکہ وہ بھی متفاوت ہے باعتبار قوت وضعف کے کیونکہ ظاہر ہے کہ تصدیق ویقین حضرات انبیاء کے اقوی ہے بہ نسبت یقین عوام کے اور ملا علی قاری مکی کی شرح فقہ اکبر مین ہے والتحقیق ان الایمان کما قال الامام الرازی لاتقبل الزیادۃ والنقصان من حیثیۃ اصل التصدیق لا من جہۃ الیقین فان مراتب اہلہا مختلفۃ فی کمال الدین فان مرتبۃ عین الیقین فوق مرتبۃ علم الیقین ولذا ورد لیس الخبر کالمعاینۃ انتہی یعنے تحقیق یہ ہے جیسا کہ امام رازی نے کہا کہ نفس ایمان قابل زیادت ونقصان نہین باعتبار ذات تصدیق کے نہ باعتبار مراتب یقین کے پس مراتب یقین کے مختلف ہین جیسے مرتبہ عین الیقین بڑھکے ہے مرتبہ علم الیقین سے اور اسی وجہ سے وارد ہے لیس الخبر کالمعاینۃ یعنے نہین ہے خبر مثل مشاہدہ کے کیونکہ مشاہدہ سے مرتبہ یقین کامل کا حاصل ہوتا ہے اور خبر سے ایسا نہین ہوتا ہے **مقدمہ خامسہ** زیادت ونقصان کے معنی اصل مین بڑھنا گھٹنا ہے باعتبار چندگی اور مساحت کے جیسا کہ چار چیز کو کہتے ہین کہ دو چیز سے زائد ہین یعنے گنتی اونکی زائد ہے انکی گنتی سے یا چار گز زمین زائد ہے دو گز زمین سے یعنے ساحت اوسکی زائد ہے اسکی مساحت سے اور کبھی شدت وضعف کو بھی زیادت ونقصان مجازاً کہتے ہین جیسے شوخ سیاہی پھیکی سیاہی سے حالانکہ حقیقت مین یہان زیادتی وکمی نہین ہوتی ہے ظاہر ہے کہ شوخ سیاہی پھیکی سیاہی سے عدد یا مساحت مین زائد نہین البتہ اوس سے قوی ہے پس اصلی یعنے زیادت ونقصان کے نفس یقین مین نہین اور مراتب یقین کے بایں معنی متفاوت نہین البتہ اونمین قوت وضعف ہوتا ہے پس ثابت کرنا زیادتی ونقصان کا تصدیق مین جیسا کہ محققین سے منقول ہے بمعنی اصلی مشہور نہین ہے بلکہ بمعنی قوت وضعف اسیوجہ سے ابو ورد حاشیہ شرح عقائد نسفیہ مین لکھتے ہین قولہ قوۃ وضعفا ہذا مسلم لکن لا طائل تحتہ اذ النزاع انما ہو فی تفاوت الایمان بحسب الکمیۃ اعنی القلۃ والکثرۃ فان الزیادۃ والنقصان اکثر ما یستعمل فی الاعداد واما التفاوت فی الکیفیۃ اعنی القوۃ والضعف فخارج عن محل النزاع انتہی یعنی تصدیق کا قوی وضعیف ہونا مسلم ہے لیکن اس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ نزاع تفاوت ایمان مین باعتبار چندگی کے ہے اور تفاوت بکیفیت کہ جسکو قوت وضعف کہتے ہین محل نزاع سے خارج ہے **مقدمہ سادسہ** امام اعظم نے فقہ اکبر مین فرمایا

ایمان اہل السماء والارض لا یزید ولا ینقص انتہی یعنے ایمان آسمان اور زمین والون کا نہ زائد ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے اور کتاب الوصیۃ مین فرمایا الایمان لا یزید ولا ینقص لانہ لا یتصور نقصانہ الا بزیادۃ الکفر ولا یتصور زیادتہ الا بنقصان الکفر وکیف یجوز ان یکون الشخص الواحد فی حالۃ واحدۃ مومنا وکافرا انتہی یعنے ایمان نہ زائد ہوتا ہے نہ ناقص اسوجہ سے کہ نہین ہو سکتا ہے نقصان ایمان کا مگر ساتہ زیادتی کفر کے اور زیادتی اوسکی نہین ممکن ہے مگر ساتہ نقصان کفر کے اور ایک شخص کا ایک وقت مین موصوف بایمان وکفر ہونا نہین صحیح ہے ان دونون عبارتون کے دو مطلب ہین ایک یہ کہ ایمان مین بسبب اعمال کے زیادت وکمی نہین ہوتی ہے جیسا کہ مؤلف عنایہ شرح ہدایہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی نے کتاب الوصیۃ کی شرح مین اختیار کیا ہے پس غرض امام کی صرف انکار زیادت ونقصان ایمان بسبب تزاید وتناقص اعمال کے ہے نہ انکار قوت وضعف یقین ونہ تفاوت ایمان کامل بسبب تفاوت طاعات اور یہ امر صحیح ہے کیونکہ جب ایمان تام تصدیق یا تصدیق مع الاقرار کا ہوا اور اعمال کی جزو ہونے سے انکار ہوا بلا شبہہ زیادت ونقصان ایمان مین بسبب اعمال کے نہوگی جیسا کہ مقدمات سابقہ مین تحقیق گذر چکی ہے دوسرا مطلب جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر مین اختیار کیا ہے کہ نفس تصدیق مین تفاوت کسیطرح سے نہین گو اوسکے مراتب قوت وضعف مین متفاوت ہون اور انبیاء وملائکہ وعوام مومنین نفس ایمان مین جو باعث نجات ہے متفاوت نہین گو حق الیقین وعلم الیقین وغیرہ کمال وضعف مین مختلف ہون یہ بہی صحیح ہے کیونکہ سابقا ممہد ہو چکا کہ تمام اہل ایمان اصل ایمان مین برابر ہین اگرچہ کمال ایمان مین ومراتب یقین مین متفاوت ہین بعد سمجہنے ان مقدمات کے سمجہنا چاہیے کہ مؤلف ظفر مبین نے بے سمجہے بوجہے کہدیا کہ امام نے خلاف قرآن کیا نہ قرآن کا مطلب وہ سمجہا نہ امام کے مطلب تک پہونچا لیکن مطلب امام کا پس ابہی معلوم ہوا کہ غرض انکی بعدم زیادت ونقصان ایمان بسبب زیادت ونقصان اعمال وانکار زیادت نفس تصدیق ہے اور یہ امر بہت صحیح ہے صحت مین اسکے عقلا ونقلا کچہ شبہہ نہین اور لیکن مطلب قرآن کا پس اسوجہ سے کہ جسقدر آیتین قرآن کی کہ اونمین زیادتی ایمان مذکور ہے ایک بہی اونمین سے مخالف قول امام کے نہین اسوجہ سے کہ مراد زیادتی ونقصان سے یا تو شدت وضعف کمال ونقصان مراتب تصدیق ہے پس یہ امر کچہ مخالف امام کے نہین کیونکہ کہین اونہون نے نقصان وکمال مراتب تصدیق سے انکار نہین کیا اور یا زیادتی ونقصان باعتبار جہتنگی کے مراد ہے لیکن نہ باعتبار نفس ذات تصدیق کے بلکہ باعتبار تعدد اجزای زمانہ وکثرت طاعات کے اسوجہ سے کہ ہر وقت ایک تصدیق ہوتی ہے پس جسقدر زمانہ زائد ہوگا عدد یقین کا بہ جہنگ اور بتزائد ہوسیر صادق آویگا اور یا زیادتی ونقصان ایمان باعتبار مومن بہ کے مراد ہی یعنی جس چیز کی ساتہ تصدیق

اوسکے تعداد سے یقین کا بھی تزاید و تعدد ہوگا اور ائمین سے کسی معنی کے مخالفت امام نے نہین کی اور جس امر کا
انکار امام سے منقول ہے اوسکا ثبوت ان آیات قرانیہ سے کسی طرح نہین ہوتا ہے جو عبارات صحیح بخاری اور
غنیۃ الطالبین وغیرہ کے مؤلف نے نقل کی کہ جنسے زیادتی و نقصان کا ہونا ثابت ہوتا ہی وہ سب اصل مقصد سے
بیگانہ ہین کیونکہ منشا اون سب کا یہ ہے کہ ایمان قول و فعل کا نام ہے اور عمل صالح کمال مین داخل ہی اور اسی بنا پر
زیادت و نقصان مخالف امام کے نہین ہے قولہ ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہی کہ اگر کہے شوہر اپنی عورت کو حمل تیرا مجھسے
نہین ہی تو نہین ہے لعان یہ مذہب ہی امام اعظم اور اونکے شاگرد زفر کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا
اس حدیث کا جو بخاری اور مسلم مین روایت ہے سہل بن سعد سے کہ عویمر عجلانی کی عورت نے زنا کیا ایک مرد سے
اور حمل ہوا اوسکو تو فرمایا رسول خدا نے عویمر کو کہ تحقیق وحی اوتاری گئی بیچ قصہ تیری کے اور عورت تیری کے
پس لعان کی دونون نے مسجد مین اقول سبحان اللہ نہ ہدایہ کے مطلب پر غور کیا نہ امام اعظم کے قول کو سمجھا نہ حدیث کا
مضمون خیال کیا بے تامل آنکہ بند کر کے مخالفت کا حکم دے دیا سچ ہے اے نالہ دل شیر افگن دیکھ لیا نہوا مجھسے
لڑائی کا رنمایان اتنک جو لعان جب واجب ہوتا ہی کہ مرد اپنی بی بی کو تہمت زنا کی لگا دے اور کوئی گواہ اوسکے
پاس نہو کہ جس سے بی بی کا زنا کرنا ثابت کرے اور بی بی اوس سے انکار کرتی ہو ایسی صورت مین حکم شرع یہ ہے
کہ مرد و عورت دونون لعان کرین مرد چار مرتبہ کہے کہ مین گواہی دیتا ہون بنام پروردگار کہ مین سچا ہون اور
پانچوین مرتبہ کہے اگر مین جھوٹا ہون تو مجھپر لعنت ہی اور عورت چار مرتبہ گواہی اس امر کی ادا کرے کہ مرد جھوٹا ہے
اور پانچوین مرتبہ کہے کہ مجھپر غضب خدا نازل ہو اگر وہ سچا ہو یہی حاصل ہے اس آیت قرانیہ کا والذین یرمون ازواجہم
ولم یکن لہم شہداء الا انفسہم فشہادۃ احدہم اربع شہادات باللہ انہ لمن الصادقین والخامسۃ ان لعنۃ اللہ علیہ
ان کان من الکاذبین ویدرؤا عنہا العذاب ان تشہد اربع شہادات باللہ انہ لمن الکاذبین والخامسۃ
ان غضب اللہ علیہا ان کان من الصادقین اور جس صورت مین شوہر اپنی بی بی سے یہ کہے کہ تیرا حمل مجھسے
نہین ہے اور یہ نہ کہے کہ تونے زنا کیا یا اور کوئی لفظ ایسا جس سے تہمت زنا کی ثابت ہو پس ایسی صورت مین
امام اعظم کے نزدیک اس وجہ سے لعان واجب نہین کہ منشاء وجوب لعان کا جیسا کہ آیت قرانیہ سے ثابت ہی
الزام دینا زنا کا ہے اور اسقدر کہنے سے کہ یہ حمل مجھسے نہین ہے تہمت زنا کی نہین ثابت ہوتی ہے اسوجہ سے
حمل کا ہونا یقینی نہین جائز ہے کہ شکم انتفاخ ریاح سے پھول گیا ہو پس ہرگاہ حمل کا ہونا یقینی نہوا یہ کہنا کہ
حمل مجھسے نہین یقیناً نسبت کرنا زنا کا نہ ٹھیرا اور یہی مذہب ہے امام احمد اور ابو ثور اور حسن بصری اور شعبی اور
سفیان ثوری اور ابن ابی لیلے کا یہی حاصل ہے عبارت ہدایہ و شرح عینی کا اذا قال الزوج لیس حملک منی
فلا لعان وہذا ای عدم وجوب اللعان قول ابی حنیفۃ وزفر وبہ قال احمد وابو ثور وہو قول الحسن البصری والشعبی والثوری وابن

الی لیلا لانہ لا یتیقن بقیام الحمل علیہ یکون ریحا فلم یعبرنا ذفا فلا یکون موجبا للعان انتہی پس معلوم ہوا کہ مذہب
امام کا اس مقام پر موافق ہے قرآن و حدیث کے کیونکہ قرآن اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ لعان جب واجب ہے
کہ مرد عورت کی طرف نسبت زنا کی بطور یقین کے نہ بطور شبہہ و احتمال کے کرے اور صرف اسقدر کہنے سے کہ یہ
حمل مجھسے نہیں نسبت زنا کے یقینا نہیں ہوتی ہے پس بالضرور لعان واجب نہوگا اور حدیث عویمر کی جو آپ نے
نقل کی اور اوسکو مخالف مذہب امام سمجھے جرأت اعتراض کی معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم کا
دیکھنا آپ کو نصیب نہیں ہوا ورنہ ایسا صریح اتہام قلم سہو در قم سے نہ نکلتا قصہ عویمر کا جو صحیحین اور
سنن وغیرہ میں مروی ہے اوسمین صاف مذکور ہے
صرف یہ نہیں کہا تہا کہ یہ حمل مجھسے نہیں ہے دیکھو صحیح
علیہ وسلم وسط الناس فقال یا رسول اللہ ارایت رجلا وجد مع امرأتہ رجلا القتلہ فتقتلونہ ام کیف یفعل فقال
رسول اللہ قد نزل فیک وفی صاحبتک فاذہب فأت بہا الخ انتہی اور کتب حدیث میں بہی مذکور ہے ہان اگر
کوئی حدیث ایسی نکالو کہ اوس سے حکم لعان کا صرف اسیقدر کہنے سے ثابت ہوتا ہو تو البتہ اعتراض مخالفت کا
درست ہوگا قولہ عینی نے شرح ہدایہ میں اور شیخ عبد الحق نے ترجمہ مشکوۃ میں لکہا ہے کہ پگڑی پر مسح کرنا درست
نہیں اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا اور امام شافعی اور مالک کا سوا امام اعظم اور امام شافعی اور مالک نے اس
مسئلہ میں خلاف کیا ہے ان دو حدیثوں کا پہلی حدیث مسلم میں روایت ہے مغیرہ سے کہ تحقیق نبی نے
وضو کیا پہر مسح کیا اپنی پیشانی کے بالوں پر اور پگڑی پر دوسری حدیث احمد اور ابو داؤد میں روایت ہے
ثوبان سے کہ کہا بہیجا رسول خدا نے چہوٹا لشکر پہر حکم کیا انکو یہ کہ مسح کریں دستار سر پر یعنی پگڑیوں پر اور تساخین
یعنی موزون پر اقول ہ کچہ بہی تو جی میں سوچئے انصاف کیجئے چہ رنگ کجی ہے شستہ دل صاف کیجئے
امام اعظم اور شافعی اور مالک پر کیا انحصار ہے اس امر کا تو قائل ایک جم غفیر و الا بہار ہے کہ مسح صرف عمامہ
درست نہیں ہے نووی کی شرح صحیح مسلم میں موجود ہے ولو اقتصر علی العمامۃ ولم یمسح شیئا من الراس لم یجز
ذلک عندنا بلا خلاف وہو مذہب مالک وابی حنیفۃ واکثر العلماء انتہی یعنی اگر صرف عمامہ پر مسح کرے اور سر
بالکل مسح نہ کرے نہ کافی ہوگا یہ نزدیک ہمارے یعنی شافعیہ کی اور یہی مذہب ہے مالک اور ابو حنیفہ
اور اکثر علماء امت محمدیہ کا اور یہ مذہب موافق ہے قرآن کے حق جل شانہ نے سورہ مائدہ میں آیت
وضو میں وامسحوا برؤسکم فرما کے مسح سر کا حکم فرمایا ہے مسح عمامہ کا کہیں قرآن میں نشان نہیں ہے اور
یہ سب کو معلوم ہے کہ عمامہ سر نہیں ہے پس صرف عمامہ پر مسح کو کافی سمجھنا خلاف قرآن کے ہے اور احادیث
میں بہی کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ صرف عمامہ پر مسح کافی ہے ہان جو روایتان

احادیث سے ثابت ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سر کا مسح کیا اور باقی عمامہ پر پھیر لیا
حدیث مسلم مین جو آپ نے نقل کی ہے صاف یہ امر مذکور ہے اور حدیث ابو داؤد کا بھی یہی مطلب سلف سے
ماثور ہے جیسا کہ شرح صحیح مسلم نووی اور شرح ہدایہ عینی مین مذکور ہے جو نہ سمجھے اور بے سمجھے بوجھے
اعتراض کرے اوسکے دماغ مین فتور ہے ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور قولہ ۱۲۴ ہدایہ وغیرہ فقہ کی
کتابون مین لکھا ہے کہ امام اگر نماز مین قرآن دیکھکر پڑھے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ مذہب ہے
امام اعظم کا سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری مین ہے کہ امامت کرواتا تھا حضرت عائشہ کو
ذکوان غلام اونکا قرآن سے یعنے نماز مین قرآن دیکھکر پڑھتا تھا اقول ۵ قسم ہے ایمان کی جو کچھ لکھا ہے سہو کا
سستی مین ہو کہو کیا اسکا کفارہ ہے رسم سے پرستی مین ہو یہ تو فرمایئے بخاری مین یہ کہان ہے کہ ذکوان نماز
مین قرآن دیکھ کے پڑھتی تھی یہ آپکا افترا ہے فرمایئے تو اس افترا کی کیا سزا ہے البتہ صحیح بخاری مین
بلا سند مرقوم ہے وکانت عائشة یؤمها عبدها ذکوان من المصحف انتهی اسکے تنقیح مطلب مین عینی کی شرح ہدایہ
مین مذکور ہے اثر ذکوان ان صح فهو محمول علی انه کان یقرء من المصحف قبل شروعه فی الصلوة ای ینظر فیه ویتلقن
منه ثم یقوم فیصلی انتهی یعنے اثر ذکوان کا محمول ہے اس پر کہ وہ قبل شروع کرنے نماز کے قرآن کو دیکھ لیتے تھے
اور اوس سے یاد کر لیتے تھے بعد اوسکے اوسیقدر نماز مین سنا دیتے تھے یعنے مانا کہ اس اثر کا وہی مطلب ہے
جو آپ سمجھے ہین مگر آپ کے نزدیک تو آثار صحابہ حجت نہین ہین پھر کیون اثر ذکوان عن عائشہ سے امام پر اعتراض
ہو رہا ہے اور اس اثر کی معارض قول ابن عباس موجود ہے ابو بکر بن ابی داؤد نے اوسکی روایت کی ہے
نهانا امیر المؤمنین بان نؤم الناس من المصحف یعنے منع کیا ہمکو امیر المومنین نے اس امر سے کہ امامت کرین
ہم قرآن سے یعنے مصحف قرآنی دیکھ کے قرأت کرین قولہ ۱۲۵ فتاوے عالمگیری وغیرہ مین لکھا ہے کہ امام کے
پیچھے صف مین اگر جگہ موجود ہو تو نماز اکیلی مکروہ ہے اور اگر جگہ نہین تو نہین مکروہ ہے اور یہ مذہب ہے
امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ احمد اور ابو داؤد اور ترمذی مین
روایت ہے وابصہ سے کہ تحقیق پیغمبر خدا نے دیکھا ایک مرد کو کہ نماز پڑھتا تھا پیچھے صف کے اکیلا پس
حکم کیا اوسکو کہ پھر پڑھے نماز اقول ۵ خاک ای ہوش جنون یاد کرینگے تجکو نہ تحقیق ہمکو دکھایا نہ بیان
اتنک آپ کا جو اعتراض ہوتا ہے چشم بد دور سننے والا اوسپر تعجب کرتا ہے انتہی آپکو انصاف نہ
نہین کہ اس حدیث مین اور مذہب امام مین کیا مخالفت ہے اس حدیث مین یہ کہان ہے کہ جو شخص
اکیلا کھڑا ہوا تھا اور اوسکو آپ نے اعادہ کا حکم فرمایا وہ بضرورت کھڑا ہوا تھا کہ صف مین جگہ باقی
نہین تھی یا بلا ضرورت کھڑا ہو گیا تھا پھر آپ کے حکم اعادہ کے فرمانے سے یہ کہان سے ثابت ہوا کہ اکیلے

نماز ہوتی ہی نہین بلکہ جیسے نماز مین کراہت ہو اُسکو چاہیے کہ اعادہ کرے اگر نماز مین کراہت تحریمیہ کے فعل کا ارتکاب ہو تو اعادہ اسکا واجب ہے اور اگر کراہت تنزیہیہ کا ہو تو اولے ہے قولہ ایک مسئلہ امام اعظم کا اور مالک اور شافعی اور احمد کا مخالف حدیث کے یہ ہے کہ نووی نے شرح صحیح مسلم مین اور زرقانی نے شرح موطا مین لکہا ہے کہ اعتکاف مین بیٹھنے والا داخل ہووے جگہ اعتکاف کے پہلے غروب ہونے کے آفتاب سے سو امام اعظم اور ائمہ ثلاثہ نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری و مسلم مین روایت ہے عائشہ سے قالت کان النبی اذا اراد ان یعتکف صلے الفجر ثم دخل معتکفہ کہا تہے رسول خدا جسوقت ارادہ کرتے اعتکاف کرنے کا نماز پڑہتے فجر کی پہر داخل ہوتے بیچ جگہ اعتکاف اپنی کے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ حضرت ساتہ نیت اعتکاف کے پہلے غروب ہونے آفتاب کے مسجد مین آتی تہے اور وہان رہتے جب نماز صبح کی پڑہتے تو اپنی حجرے مین کہ اعتکاف کے لیے پردے کا بنایا جاتا تہا داخل ہوتے پس ابتدا اعتکاف کی مغرب کے وقت سے تہی اور داخل ہونا اعتکاف کی جگہ مین صبح کو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ تاویل باطل اور بالکل خلاف ہے ظاہر حدیثون کی اور سنت مقدم ہی احتمال عقلی پر اسیطرح لکہا ہے مسک الختام مین اقول ؎ داستان تیری سنا کرتے ہین ٭ رات دن وجد کیا کرتے ہین ہم بہی یقسم پوچہتے ہین کہ اسکے باطل ہونے کی کیا دلیل ہے ظاہر لفظ معتکف سے یہی ہی جو ائمہ اربعہ سمجہے ہین اور مسک الختام کتاب غیر معتبر ہے بسبب اسکے کہ مصنف اور اسکا غیر معتبرین سے ہے اور اسکے حکم کا کیا اعتبار ہے صدہا امور مسک الختام مین خلاف تحقیق و مخالف سلف صالح موجود ہین اور موافق مذہب ائمہ اربعہ کے یہ حدیث ہے جسکو دار قطنی اور بیہقی نے شعب الایمان مین عائشہ رض سے روایت کی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتے توفاہ اللہ اور یہ حدیث ہے جو صحیح بخاری و مسلم اور سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ مین ابن عمر رض سے مروی ہی کان رسول اللہ یعتکف العشر الاواخر من رمضان اور یہ حدیث ہے جو سنن ابوداؤد و سنن نسائی و صحیح بخاری وغیرہ مین ابوہریرہ رض سے مروی ہے کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعتکف فی کل رمضان عشرۃ ایام فلما کان العام الذی قبض فیہ اعتکف عشرین اور یہ حدیث ہے جو جامع ترمذی مین انس سے اور سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ مین ابی بن کعب سے مروی ہے کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعتکف العشر الاواخر من رمضان فلم یعتکف عاما فلما کان العام المقبل اعتکف عشرین ان سب روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ آن حضرت عشرہ اخیرہ رمضان مین اعتکاف فرماتے اور کبہی ایک سال دو عشرہ کا اعتکاف کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عشرہ اخیرہ رمضان مین اکیسوین شب داخل ہے کیونکہ شرعا رات گذشتہ آیندہ دن کی تابع ہوتی ہے مثلاً روز شنبہ کے بعد جو رات آتی ہی وہ شب یکشنبہ کہلاتی ہی

اور احکام مین شب شنبہ کی تابع ہوتی ہی اور جمعہ کے بعد جو رات آتی ہی وہ شب شنبہ کہلاتی ہی اور تاریخ شنبہ ہی کی ہوتی ہی
وعلیٰ ہذا القیاس بیسوین رمضان کے بعد جو رات آویگی وہ اکیسوین روز کی شب کہلاویگی عشرہ اخیرہ مین داخل
ہوگی پس عشرہ اخیرہ کا اعتکاف جب صحیح ہوگا کہ معتکف مسجد مین قبل غروب آفتاب بیسوین تاریخ کے جا رہے
تا شب اکیسوین کہ عشرہ اخیرہ مین داخل ہی داخل اعتکاف ہو جاوے اور اگر اکیسوین کی صبح کو معتکف مسجد
مین جا رہے گا تو پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف صحیح نہوگا ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہی کہ جنازے کی نماز مین
پانچ تکبیرات کہنا جائز نہین اور یہ مذہب امام اعظم کا ہی سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ
مسلم مین روایت ہے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے کہ تھا زید بن ارقم تکبیرین کہتے جنازون پر چار اور تحقیق
اونھون نے تکبیرین کہین ایک جنازہ پر پانچ پس پوچھا ہم نے اونسے پس کہا اونھون نے کہ پیغمبر خدا پانچ
تکبیرین کہتے تھے اقول یہ مسئلہ ہستی ہی یا شہرہ ہے ہر قدم پہ لغزش ہوتا ہی آج مین ہوتا اور وہ
مسئلہ یہ ہے کہ امتحان ہمیشہ مردانہ ہے آپ نے حدیث صحیح مسلم تو کسی طالب علم سے پڑھوالی اور عبارت
نووی کی جو اسکی شرح مین لکھی ہے نہ پڑھی تا حقیقت منکشف ہو جاتی ورنہ اتنی طبع مبارک سے منافی نووی کی
عبارت یہ ہے ہذا الحدیث عند العلماء منسوخ دل الاجماع علیٰ نسخہ وقد سبق ان ابن عبد البر وغیرہ نقلوا الاجماع علیٰ انہ
لا یکبر الیوم الا اربعا وہذا دلیل علیٰ انہم اجمعوا بعد زید بن ارقم والاصح ان الاجماع بعد الخلاف یصح انتہی یعنے یہ حدیث
منسوخ ہے دلالت کیا ہے اجماع علماء امت محمدیہ نے اسکے منسوخ ہونے پر اور تحقیق گذر چکی ہے یہ بات کہ ابن عبد البر
وغیرہ نے اجماع اس امر پر نقل کیا ہے کہ چار سے زائد تکبیر جنازہ پر نہ کہے اور یہ دلیل ہے اس امر پر کہ علماء نے
بعد زید بن ارقم کے اجماع کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ اجماع بعد اختلاف کے صحیح ہے اور یہی نووی نے قبل عبارت
مذکورہ کے لکھا ہے قال القاضی اختلفت الآثار فی ذلک فجاء من روایۃ ابن ابی خیثمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کان یکبر اربعا وخمسا وستا وسبعا وثمانیا حتی مات النجاشی فکبر علیہ اربعا وثبت علیٰ ذلک حتی توفی قال واختلفت الصحابۃ
فی ذلک من ثلاث تکبیرات الی تسع وروی عن علی انہ کان یکبر علیٰ اہل بدر ستا وعلیٰ سائر الصحابۃ خمسا وعلیٰ غیرہم اربعا
انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ آن حضرت سے جنازہ پر مختلف تکبیرین کہنا ثابت ہے کبھی چار کبھی پانچ کبھی چھ کبھی
سات کبھی آٹھ یہانتک کہ بادشاہ حبشہ اصحمہ نجاشی نے انتقال کیا آن حضرت نے جب اونپر نماز پڑھی چار تکبیرین
کہین بعد اوسکے تا بہ انتقال چار سے زیادہ نہ کہین اور صحابہ اس امر مین مختلف رہے تین سے نو تک اور
علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ وہ صحابی کے جنازے پر پانچ اور اہل بدر کے جنازے پر چھ اور عوام مومنین کے
جنازے پر چار کہتے تھے اور حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی نے کتاب الناسخ والمنسوخ مین یہ تفصیل تمام
بیان کیا ہے کہ احادیث زائد تکبیرات کی منسوخ ہین اور چار سے زائد نہ کہنا مذہب ہے عمر اور حسن اور

زید بن ثابت اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور عبد اللہ بن عمر اور ابی بن کعب اور براء بن عازب اور جابر
بن عامر اور عبد اللہ بن کعب اور صہیب بن سنان رضی اللہ عنہم کا اور یہی مذہب ہے محمد بن الحنفیہ اور شعبی
اور محمد بن علی بن حسین اور عطاء بن ابی رباح اور عمر بن عبد العزیز اور سفیان ثوری اور اکثر اہل کوفہ اور
اکثر اہل حجاز اور اوزاعی اور اکثر اہل شام اور ابن المبارک اور شافعی اور احمد اور اسحق بن راہویہ وغیرہم کا
حازمی نے بسند خود ابن عباس سے روایت کی آخر ما کبر رسول اللہ علی الجنائز اربعا و کبر عمر علی ابی بکر اربعا و کبر عبد اللہ
علی عمر اربعا و کبر الحسن علی علی اربعا و کبر الحسین علی الحسن اربعا و کبرت الملائکۃ علی آدم اربعا ترجمہ اسکا یہ ہے کہ آنحضرت کا پچھلا
فعل چار تکبیر کہنا ہے اور عمر نے جنازہ ابوبکر پر اور عبد اللہ بن عمر نے جنازہ عمر پر اور امام حسن نے جنازہ علی پر
اور حسین نے جنازہ حسن پر اور ملائکہ نے جنازہ حضرت ابو البشر سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ صلوۃ رب العالم پر چار
تکبیریں پس اس سے معلوم ہوا کہ چار تکبیریں کہنا موافق ہے فعل حضرات ملائکہ کے اور طریقہ مستقرہ محمدیہ کے اور طریقہ جابیہ کو
مخالف شرع سمجھنا سفاہت بر سفاہت ہے قولہ ۱۱ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ پہلی رکعت اور تیسری رکعت میں بعد دو سجدوں کے
کرنا بیٹھکر اٹھنا درست نہیں سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے چار حدیثوں کا **اقول** ۵ دور کر پردہ
پردہ دور کر کچھ تجھے اپنی خبر اے بے خبر ملتی نہیں آپ کو یہ بھی معلوم ہے یا نہیں کہ اس امر کو صرف امام اعظم نہیں
بلکہ ایک جماعت عظیمہ صحابہ کا یہی مشرب ہے اور بعد زمانہ صحابہ کے ایک طائفہ عظیمہ علماء کا یہی قول ہے مصنف
ابن ابی شیبہ میں اور مصنف عبد الرزاق میں عبد اللہ بن مسعود اور علی مرتضے اور عمر بن الخطاب اور عبد اللہ
عبد اللہ بن الزبیر اور عبد اللہ بن عباس اور ابو سعید خدری وغیرہم سے باسانید معتبرہ یہ امر مروی ہے کہ یہ حضرات
بعد اول رکعت اور تیسری رکعت کے سیدھے کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہ تھے اور نووی نے لکھا ہے قال الاکثر لا یستحب وذکر ابن
المنذر عن علی وابن مسعود وابن عمر وابن عباس وابی الزناد والثوری والنخعی ومالک واسحق واحمد انتہی یعنے کہا
علماء نے کہ نہیں مستحب ہے جلسہ استراحت اور نقل کیا اسکو ابن المنذر نے علی اور ابن مسعود اور ابن عمر اور ابن عباس
اور ابو الزناد اور سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی اور امام مالک اور امام احمد اور اسحق بن راہویہ سے اور قاسم
قطلوبغا کے رسالہ الاسوس فی کیفیۃ الجلوس میں ہے کہ شرح ہدایہ ابی الخطاب للعلامۃ مجد الدین عبد السلام
تیمیہ ان الصحابۃ قد اجمعوا علی ترک جلسۃ الاستراحۃ فلا جرم حمل حدیث مالک علی العذر انتہی یعنی مجد الدین
ابن تیمیہ کی شرح ہدایہ ابو الخطاب حنبلی میں ہے کہ صحابہ نے اتفاق کیا ہے اوپر چھوڑنے جلسہ استراحت کے پس
بالضرور حدیث مالک کے محمول کیجاویگی عذر پر یعنے وہ حدیث جو بخاری اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے مالک بن
الحویرث سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ جس وقت ہوتے بیچ طاق رکعت
نماز اپنے سے نہ کھڑے ہوتے یہانتک کہ سیدھے بیٹھ لیتے محمول ہے عذر پر کہ آنحضرت نے بسبب عذر کے جلسہ کیا

ور یہ تو ظاہر ہے کہ اگر جلسہ آپکا فعل دائمی یا اکثری ہوتا ایسے اجلہ صحابہ اوسکو ترک نہ کر دیتے اور یہ بھی آپ کو معلوم
یا نہیں کہ حنفیہ کے نزدیک جلسۂ استراحت منع نہیں ہے بلکہ خلاف حنفیہ اور شافعیہ میں صرف افضلیت مین
ہے یعنے حنفیہ کے نزدیک ترک اس جلسہ کا افضل ہے اور اگر جلسہ کریگا تو کچھ حرج نہوگا اور شافعیہ کے
نزدیک بیٹھنا افضل ہے اور اگر نہ بیٹھیگا تو کچھ مضائقہ نہوگا عینی کی شرح ہدایہ مین ہے قال حمید الدین فی
شرحہ ناقلا عن شمس الائمۃ الحلوانی الخلاف فی الافضلیۃ حتی اذا جلس لا باس بہ عندنا واذا لم یجلس لا باس بہ عند الشافعی انتہی
پس جہاں کہ ترک جلسۂ استراحت کا مذہب اکثر علماء کا اور اکثر صحابہ کا ہی اور کرنا اسکا حنفیہ کے نزدیک بالکلیہ منع نہیں ہی با انہمہ
امام ابو حنیفہ پر اس مسئلہ مین اعتراض کرنا خالی سفاہت سے نہین قولہ [۱۲] ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ
اری حد مولے غلام اپنے کو مگر ساتھ اذن امام کے اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین
خلاف کیا ان تین حدیثون کا اقول ع گرما گرمی بہت اچھی نہیں اسے شعلہ طور ہ آگ ہو جائین کے بھرہم ہی ہین
ضرور مزاج یہ جو حدیثین آپ نے صحیح مسلم اور سنن ابوداود سے بیان کین انمین تیسری حدیث تو مرفوع نہیں حضرت
حضرت علی کا قول ہے کہ اے لوگو قائم کرو اپنے غلام پر حد خواہ محصن ہون خواہ نہون البتہ دو حدیثین مرفوع ہین
مگر ان سب سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ بغیر اذن امام کے مولے حد مارے تا مخالفت لازم آوے ہان اگر تصریح اس امر کی
ملتی کہ خواہ امام اجازت دے یا نہ دے مولے غلام لونڈی پر حد قائم کردے تو البتہ مخالفت ہوتی امام ابو حنیفہ
بھی تو اسی حدیث کے موافق کہتے ہین کہ غلام لونڈی پر مولے اگر حد مارے تو درست ہی مگر اوسکے ساتھ اذن امام کی
قید کرتے ہین اور ایسہی حسن بصری سے مصنف ابن ابی شیبہ مین مروی ہے اربعۃ الی السلطان الصلوۃ
والزکاۃ والحدود والقصاص انتہی یعنے چار امر کا انتظام سلطان پر مفوض ہے نماز جمعہ اور زکاۃ اور حدود اور
قصاص اور ایسہی عطاء خراسانی سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے الی السلطان الزکاۃ والجمعۃ والحدود انتہی
اور غایۃ البیان مین ہے روی اصحابنا فی کتبہم عن ابن مسعود وابن عباس وابن الزبیر موقوفا ومرفوعا اربع الی
الولاۃ الحدود والصدقات والجماعات والفئ انتہی یعنے ہمارے اصحاب حنفیہ نے اپنے کتب مین ابن مسعود اور
ابن عباس اور ابن زبیر سے روایت کی ہی موقوف بھی اور مرفوع بھی کہ چار چیزین متعلق ہین والیون کے ساتھ
انتظام حدود اور صدقات اور انتظام جماعات اور تقسیم غنیمت اور منشاء اسکا یہ ہے کہ حد حق پروردگار عالم ہے
پس اوسکے اقامت کا مستحق نہوگا مگر وہ شخص کہ جسکو ولایت شرعیہ اور نیابت الٰہیہ حاصل ہے یعنے بادشاہ
یا قاضی یا جسکو وہ اجازت دے اور جن احادیث مین مولے کو حکم اقامت حدود کا کیا گیا اوس سے غرض یہ ہے
کہ مولے مرافعہ اسکا حاکم کی طرف کرے اور اوس سے اذن لیکے حد قائم کرے پس بسبب اسکے کہ مولے
سبب حد مارنے کا ہوتا ہے نسبت حد مارنے کی مولے کی طرف کردی گئی ورنہ لازم آویگا کہ مولے پر واجب ہو کہ

بھی حد قائم کرے جیسا کہ ظاہر عبارات سے سمجھا جاتا ہے حالانکہ انکی اسکا کوئی نہیں قائل ہے عینی کی شرح ہدایہ

میں ہے واجاب بالانہ یدل علی تحقق ذلک بان ذلک محمول علی التسبب بان یکون الجمیع سببا فی حد عبدہ بلا رفعہ الی الامام

ان ابا حنیفۃ لم یقل الا انہ علیہ ومثل ذلک بالاجماع لانہ یقتضی الوجوب علی الاجنبی علی المولی اذا اقام الحد علی عبدہ بالاجماع انتہی

قولہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ محرم نہ پہنے کرتا اور نہ پاجامہ اور نہ عمامہ اور ملا علی قاری حنفی نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ جب محرم کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ پاجامہ کو توڑ کر اسکا تہبند بنا لیوے اور اگر پاجامہ ہی پہنیگا تو اوپر دم دیگا یعنی جانور ذبح کرے سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم میں روایت ابن عباس سے ہے کہ سنا میں نے رسول خدا کو خطبہ فرماتے تھے اور وہ فرماتے تھے کہ جس وقت نہ پاوے محرم پاپوش تو پہنے موزے اور جس وقت کہ نہ پاوے تہبند تو پہنے پاجامہ اقول آپ نے قسم کھائی ہے کہ اگر امام کا مذہب مخالف حدیث نہ بھی ہو مگر آپ اوسکو ضرور مخالف حدیث بنا دینگے کیونکہ ظلم ظالم نہ باقی رہے پیچھے اپنے جور و جفا کی قسم ہے اس حدیث میں کہاں ہے کہ دم نہ لازم آویگا کہ اوس بنا پر مخالفت مذہب امام کے بنائی تہ حدیث کے ثابت کیجاتی ہے درست ہونا پاجامہ پہن لینے کا بوقت ضرورت اور چیز ہے اور دم کا لازم نہ آنا اور چیز ہے دیکھیے محرم کو بوقت ضرورت سر منڈانا درست ہے مگر اوس پر کفارہ لازم ہے جیسا کہ قرآن شریف میں دوسرے پارہ میں موجود ہے قولہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ نکاح کرنا حرہ بالغہ کا بدون اجازت ولی کے بھی جائز ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا ان حدیثوں کا یہ حدیث مسند احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی میں روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت نکاح کرے اپنا بلا اذن ولی کے پس نکاح اوسکا باطل ہے الخ اقول ہائے کیا کیا نہ خاک اوڑا کے کہا یا ہی آپ نے یہ جرم بھی آسمان ہی کی طرف ہے اشرف جو مذہب امام اعظم کا اس مقام پر موافق ہے قرآن کے جا بجا قرآن پاک میں نسبت نکاح کر لینے کی عورتوں کی طرف کی گئی ہے اور کہیں قید اجازت ولی کی نہیں لگائی گئی ہے ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے فان

طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره یعنی پس اگر طلاق دے شوہر بالی کو تیسری مرتبہ پس نہیں حلال ہے وہ عورت اوس شوہر کو یہانتک کہ نکاح کرے عورت دوسرے شوہر سے اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن یعنی نہ منع کرو عورتوں کو اس امر سے کہ نکاح کر لیں اپنا شوہروں سے باقی رہیں حدیثیں جن سے ممانعت نکاح عورتوں کی بدون اجازت ولی کے معلوم ہوتی ہے وہ سب محمول ہیں اوپر فضیلت اور اولویت کے اور ارشاد و ہدایت کے اور موطا وغیرہ میں موجود ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنی بھتیجی کا نکاح کر دیا تھا اور بھائی انکے سفر میں تھے حالانکہ وہ بھی ان احادیث کی راویان میں ہیں پس معلوم ہوا کہ مراد ان احادیث سے یہ نہیں ہے کہ نکاح بدون اذن ولی اگر عورت کر لے تو صحیح نہیں ہوتا ہے بلکہ غرض ان سے ترغیب اس امر کی ہے کہ عورتیں اپنے والیوں سے اجازت لے لیا کریں تا اونکی اجازت ولی کی شرمندگی

قولہ ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث کے یہ ہے کہ حکم قاضی کا تمام عقود اور فسوخ مین مثل نکاح اور طلاق اور بیع اور اقالہ مین امام اعظم کے نزدیک نافذ ہی ظاہراً و باطناً ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز وغیرہ مین لکھا ہے کل شئی قضی بہ القاضی فی الظاہر بتحریمہ فہو فی الباطن کذالک عند ابی حنیفۃ وکذا اذا قضی باحلال مثلاً کوئی شخص کسی عورت پر دعوے کرے کہ میری جورو ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کرکے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اوسکو دلا دے تو وہ عورت بسبب ظاہری اوسکی بی بی ہے اور اوس سے صحبت کرنا بھی اس شخص کو حلال ہے یعنے خدا کے نزدیک بھی اسیطرح ہو گیا اور مرد کو اوس عورت کے لے لینے کا خدا کے نزدیک کچھہ مواخذہ نہ رہا اقول ۵ نہ یہ وہ بات جس سے شکستہ تری تقریرین آنے دو نہ کرو کام جس سے فرق کچھہ تو قبر مین آئے یہ امر کہ مرد کو اوس عورت کے لینے کا کچھہ مواخذہ نہ رہا مضمون افترا ہے ایسی صورت مین اوس شخص کے گنہگار ہونے مین بسبب جھوٹے دعوے کرنے کے اور جھوٹے گواہ پیش کرنے کے اور بسبب قاضی کو فریب دینے کے امام کے نزدیک بھی کچھہ شبہہ نہین ہے بحر الرائق مین ہے لا یلزم من القول بحل الوطی عدم الاثم فانہ آثم بسبب اقدامہ علی الدعوی الباطلۃ وان کان لا اثم علیہ بسبب الوطی انتہی یعنے نہین لازم ہے حلال ہونے وطی سے نہ گنہگار ہونا اوس شخص کا پس تحقیق وہ گنہگار ہے بسبب پیش کرنے اوسکے دعوی باطلہ کو اگرچہ نہ گناہ ہوگا اوسکو بسبب وطی کے اور بھی اوسمین ہے والاثم ان ہذان اثما عظیما انتہی یعنے گنہگار ہونگے دونون گواہ جنہون نے جھوٹی گواہی دے دی بڑا گناہ قولہ صفحہ سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو بخاری اور مسلم مین روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا انما انا بشر وانکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشیء من حق اخیہ فلا یاخذنہ فانما اقطع لہ قطعۃ من النار یعنے سوا اسکے نہین کہ مین آدمی ہون اور تحقیق تم جھگڑتے آتے ہو طرف میرے اور شاید کہ بعض تمہارا ہووے خوب تقریر کرنے والا ساتھ دلیل اپنی کے بعض سے پس حکم کرتا ہون مین واسطے اوسکے اوپر مانند اوس چیز کے کہ سنتا ہون مین اوس سے پس جو شخص کہ حکم کرون مین واسطے اوسکے ساتھ کسی چیز کے حق بہائی اوسکے سے پس نہ لیوے اوسکو پس سوا اسکے نہین کہ حکم کرتا ہون مین واسطے اوسکے ایک ٹکڑا آگ سے اقول آپکی عجیب عادت ہے کہ جس حدیث کو چاہا موافق اپنی سمجھہ کے مخالف مذہب امام کہدیا اور جس قول امام کو چاہا اپنے سمجھہ بوجھہ سے خلاف قرآن و حدیث کہدیا ۵ مصحف وی صنم پہ خود غلط ایسا نہو کہ منہ دکہاوگا خدا کو کیا تو ایمان چھوڑکر بہشتی فانی ہے قل جا رہین نہ بہشتی ہے فکر عقبا کا الہی بیا کو نسیان چھوڑ کر امام کا مذہب ہی کہ فیصلہ قاضی کا عقود اور فسوخ مین کہ قاضی کو ولایت انشاء کی اونمین حاصل ہے ظاہراً و باطناً نافذ ہوتا ہے اور بیع دعوے اموال وغیرہ مین جو قسم عقود و فسوخ سے نہین فیصلہ قاضی صرف ظاہر مین نافذ ہوتا ہے اور یہ حدیث جو آپنے نقل کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فیصلہ قاضی کا صرف باعتبار ظاہر کے ہے وہ محمول ہے دوسرے دعاوی کا

امیال وغیرہ کے جیسا کہ طحاوی نے لکھا ہے فلکون الآثار الاول منسوخا انتہی سوال انتہی اور دلیل امام کی
کہ فیصلہ قاضی کا عقود و فسوخ میں نافذ ہے ظاہرا و باطنا چند حدیثیں ہیں علامہ قاسم بن قطلوبغا رسالۃ القول
القائم فی تاثیر حکم الحاکم میں لکھتے ہیں واستدل الطحاوی بما رواہ عن یونس نا سفیان عن عمرو بن دینار عن سعید
بن جبیر عن ابن عمر قال فرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اخوی بنی عجلان وقال لہما حسابکما علی اللہ واللہ یعلم
ان احدکما کاذب لا سبیل لک علیہا انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام کے مذہب کی
دلیل میں روایت لعان عویمر عجلانی کی پیش کی جو کتب صحاح میں بطرق متعددہ مروی ہے کہ عویمر عجلانی نے اپنی بی بی کو
متہم بالزنا کیا اور عورت نے انکار کیا اور عویمر کے پاس کوئی گواہ نتھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم لعان کا
دیا بعد لعان کے آپ نے تفریق فرما دی اور شوہر سے کہا کہ اب تجکو اوس عورت سے کچھ واسطہ نہیں اس قصہ سے
یہ معلوم ہوا کہ حکم قاضی کا فسوخ میں نافذ ہے ظاہرا و باطنا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اون دونوں میں ایک ضرور جھوٹا تھا
مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص خاص کا جھوٹ ثابت نہیں ہوا تھا اور اون دونوں نے اپنی سچائی پر
لعان بھی کر لیا آپ نے فسخ نکاح کا حکم دیا اور یہ حکم ظاہرا و باطنا نافذ ہو گیا یعنے خدا کے نزدیک بھی وہ عورت اوس پر
حرام ہو گئی اور نکاح میں مطلقا باقی نرہی ہر شخص اس امر کا قائل ہے کہ جب عورت و مرد لعان کریں اور قاضی
دونوں میں تفریق کرا دے اور حکم فسخ نکاح کا دے دے تو وہ عورت شوہر پر ظاہرا و باطنا سب طرح سے
حرام ہو جاتی ہے اور صحبت اوس سے بعد تفریق قاضی کے حکم زنا میں سمجھی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ
حکم قاضی کا فسوخ میں ظاہرا و باطنا نافذ ہو جاتا ہے اور بھی شرح معانی الآثار میں ہے وحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا اختلفا فی الثمن والسلعۃ قائمۃ فانہما یتحالفان ویترادان فتعود الجاریۃ للبائع ویحل لہ فرجہا ویحرم علی المشتری انتہی
حاصل اسکا یہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی لونڈی یا کوئی اور چیز کسی کے ہاتھ فروخت کرے اور بعد اسکے دونوں
مقدار قیمت میں نزاع پڑے مثلا بائع کہے کہ میں نے دو سو روپے کے عوض میں فروخت کیا اور مشتری کہے
سو روپے کے عوض میں فروخت کیا اور کسیکے پاس گواہ نہوں اور وہ شے فروخت شدہ موجود ہو
ہلاک نہوئی ہو ایسی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحالفا وترادا جیسا کہ مسند
احمد و سنن ابو داود وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے یعنے دونوں اپنی سچائی پر قسم کھا جاویں پس اگر ایک نے
قسم سے انکار کیا معلوم ہوا کہ وہی جھوٹا ہے اور اگر دونوں قسم کھا گئے اوسوقت آپ نے حکم فسخ بیع کا دیا اسلئے کہ
یہ ظاہر ہے کہ اون دونوں میں ایک ضرور جھوٹا ہو گا مگر چونکہ کسیکا جھوٹ بظاہر ثابت نہیں ہوا حکم فسخ
بیع کا دیا گیا اور یہ حکم باطنا و ظاہرا نافذ ہو گیا یعنے کہ اگر معاملہ خرید فروخت لونڈی کا ہوا اور بعد طرفین کے
قسم کھا جانے کے وہ لونڈی بائع کے پاس پھر آوے بائع کو اوس سے صحبت حلال ہو گی اور مشتری کو حرام ہو گا

پس اس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ قاضی کا ایسے امور میں کہ جنکی اثبات و احداث کی ولایت شرعًا اوسکو حاصل ہے
ظاہرًا و باطنًا نافذ ہے اب سمجھیے کہ جو حدیث آپ نے بیان کی وہ اگر بالکل عام ہوتی اور حکم قاضی کا صرف ظاہرًا نافذ
ہوتا باطنًا مطلقًا نہوتا تو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم باب لعان میں اور باب تحالف میں صرف ظاہرًا میں
نافذ ہوتا اور خدا کے نزدیک اوس حکم پر عمل نہ جائز ہوتا حال آنکہ اسکو کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا ہے قولہ خلاف کیا
اسمیں امام اعظم کا امام ابو یوسف اور محمد نے اور کہا موافق شافعی کے جیسا کہ معین شرح کنز اور منتخلص میں لکھا ہے
وقال ابو یوسف ومحمد والشافعی لا ینفذ باطنًا انتہی اقول ایک جماعت فقہاء حنفیہ نے تصریح کی کہ فتوی قول صاحبین پر ہے
جیسا مواہب الرحمن میں ہے وقصرہ علے الظاہر کما فی الایام کے المرسلہ وعلیہ الفتوی انتہی اور بحر رائق میں ہے
قال الفقیہ ابو اللیث الفتوی علے قولہما انتہی اور ایسی ہی شرنبلالیہ سے در مختار میں اور حقائق سے جامع الرموز میں
منقول ہے اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں قول امام کو اقوی لکھا ہے اور اونکے شاگرد قاسم بن قطلوبغا نے اوسکی
تحقیق میں ایک رسالہ مستقل لکھا ہے نام اوسکا القول القائم فی تاثیر حکم الحاکم ہے جسکو شوق تحقیق ہو اوسکا
مطالعہ کرے الغرض کہ بعض حنفیہ کے نزدیک فتوے قول صاحبین پر ہے اور قول امام کا بہ نسبت قول صاحبین کے
ضعیف ہے بالجملہ امام کا قول ایسا نہیں کہ آپ ایسا شخص اوسپر کوئی اعتراض کر سکے یا حکم مخالفت قرآن و حدیث کا
دے سکے قولہ اور دلیل امام اعظم کی حنفیہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں جسکو ذکر کیا امام محمد نے مبسوط میں کہ پہنچا
ہمکو حضرت علی سے کہ ایک شخص نے اونکے پاس گواہ قائم کر دیے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا
تو حضرت علی نے حکم دے دیا عورت کو کہ جاوے مرد کے پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہیں نکاح کیا مجھسے
اگر آپ نے ایسا ہی حکم کیا ہے تو آپ نکاح تو پڑھوا دیجیے فرمایا حضرت علی رضی نے میں نہیں تجدید کرتا نکاح کو تیرے
تیرے دونوں شاہدوں نے جواب اسکا تین طرح پر ہے اقول یہ تینوں طرح کے جواب خلاف صواب ہیں ایک تو یہی
اور ضعیف ہے قابل اعتبار نہیں ہے اب آپ ان جوابات کے بطلان کی وجوہ بلاحظہ فرمایئے اور اس شعر کا
وظیفہ کیجیے شعر نخل امید نہ اکبار ہی پر ثمر ہوا * لاکھ ارمان کیے ہو لئے پہلنے کے لیے * قولہ اول یہ کہ یہ حدیث
بلا اسناد ہے اور حدیث بلا اسناد جسکے مبدء سند میں سقوط و انقطاع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف
اور مردود شمار کیجاتی ہے چنانچہ نخبۃ الفکر میں ہے ثم المردود اما ان یکون لسقط او طعن فالسقط اما ان
یکون من مبادی السند من مصنف او من آخرہ بعد التابعی او غیر ذلک فالاول المعلق یعنی پھر مردود یا بسبب
در سقط کرنے اسناد کے ہے یا طعن راوی کی سو گرنا اسناد کا یا کہ ابتداء سند سے مصنف سے یا آخر سند کے
بعد تابعی کے یا سواے اوسکے پس اول معلق ہے اقول سبحان اللہ آپکی سمجھ کے اور انشاپردازی کے قربان
محفل میں روز ہوتے ہیں ساماں نئے نئے * پیدا کیے ہیں طرز مری جان نئے نئے * جس حدیث کے

جسکی سند مین سقوط ہوا وسکو کتنے معلقاً ضعیف لکھا ہے اور کن کتابین اوسکو معلقاً ساقطاً عن الاعتبار
کہا ہے شاید آپ کو لفظ مردود سے اشتباہ ہوا مگر یہ اشتباہ خود ہی مردود ہے مردود کے معنے جو عبارت نخبہ وغیرہ
مین واقع ہے ضعیف کے نہین ہین بلکہ وہ مردود مقابل ہے مقبول کے اور مقبول وہ حدیث ہے جسپر عمل واجب ہو
اور راوی کے سند کی تحقیق سے فراغت ہوگئی ہو اور غلبہ ظن اوسکے صدق و ثبوت کا ہوگیا ہو آپنے یا تو نخبہ و شرح
نخبہ دیکہی نہین یا مطلب سمجہنے مین کسی سے ہدایت کی نہین حافظ ابن حجر نے نخبہ و شرح نخبہ مین بعد ذکر کرنے تعریف
متواتر و مشہور و غریب و عزیز کے لکہا ہے وکلہا ای الاقسام الاربعۃ سوی الاول وہو المتواتر احاد انتہی یعنے
یہ چارون سواے اول یعنے متواتر کے سب اخبار آحاد ہین اوسکے بعد ترقیم کیا وفیہا ای فی الاحاد مقبول و
ہو ما یجب العمل بہ عند الجمہور وفیہا المردود وہو الذی لم یرجح صدق المخبر بہ لتوقف الاستدلال بہا عن البحث
عن رواتہا انتہی یعنے اون اخبار آحاد مین بعض احادیث مقبول ہین اور وہ وہ ہین کہ جنپر عمل واجب ہے
نزدیک جمہور کے اور اونہین مین بعض مردود ہین یعنے مقبول نہین اور وہ وہ ہین کہ نہین مرجح ہوا صدق
اوسکے راوی کا بسبب موقوف ہونے حجت پکڑنے کے ساتہ اوسکے اوپر تحقیق حال روات اوسکی کے بعد اوسکے
ابن حجر نے اقسام مقبول کے بیان کیے پہر بیان اقسام مردود اوس عبارت سے شروع کیا جو آپنے نقل کی
اور بعد چند سطور اوس عبارت کے جو ابہی ہمنے لکہی یہ تحریر کیا واذا توقف عن العمل بہ صار کالمردود لا لثبوت
صفۃ الرد بل لکونہ لم یوجد فیہ صفۃ توجب القبول انتہی یعنے جب کہ توقف کیا گیا عمل کرنے سے ساتہ اوس
حدیث کے اور انتظار اوسکے تفتیش و تحقیق سند کے کی گئی تو ہوگئی وہ حدیث مثل مردود کے نہ واسطے ثابت ہوجانے
صفت رد کے بلکہ اسواسطے کہ نہ پائی گئی بیچ اوسکے ایسی صفت کہ واجب کرتی ہو مقبول کو اور پہر ابن حجر نے بعد اوس
عبارت کے جو آپنے نقل کی ہے تحریر کیا وانما ذکر التعلیق فی قسم المردود للجہل بحال المحذوف وقد یحکم بصحتہ
ان عرف بان یجیٔ مسمی من وجہ آخر انتہی یعنے جز این نیست کہ ذکر کی گئی معلق کہ جسکے صدر سند مین سقوط ہو
قسم مردود مین بسبب نہ معلوم ہونے حال راوی محذوف کے کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ ہے اور کبہی حکم کیا جاتا ہے
ساتہ صحت معلق کے اگر حال اوسکا معلوم ہوگیا ہو باین طور کہ ذکر اوس محذوف اور ساقط کا دوسرے طریق سے
آگیا ہو اور حال اوسکا معلوم ہوگیا ہو ان عبارات سے صاف واضح ہوگیا کہ معلق کو جو مردود کہتے ہین اوسکے
یہ معنی نہین کہ وہ بالکل ضعیف ہے اور قابل احتجاج کے نہین ہے جیسا کہ آپ سمجہے ہین بلکہ اوسکے معنے یہ ہین کہ
وہ قسم مقبول سے نہین ہے کہ جسکے صدق و ثبوت کا غلبہ ظن ہوگیا ہو اور واجب العمل ہو بلکہ اوسکے باب مین
توقف ہوگا یہانتک کہ سند اوسکی ملجاوے اور تحقیق اوسکے رواۃ کی ہوجاوے پس اگر سند اوسکی معتبر ہوگی
وہ روایت قابل احتجاج ہوجاویگی اور اگر سند اوسکی ضعیف ہوگی تو وہ ضعیف سمجہی جاویگی نہ یہ کہ مجرد اوسکے

معلق ہونے کے وہ درجہ اعتبار سے ساقط کر دیجاوے اور حکم ضعف کا اوسپر کر دیا جاوے باقی رہی یہ بات کہ حدیث حضرت علی کی سند کہان ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جس طرح بخاری کے تعلیقات حجت ہین اسی طرح سے بلاغات امام محمد کے مسند ہین جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ مین ہے بلاغات محمد مسندۃ انتہی یعنے جو احادیث جنکو امام محمد بغیر سند کے بیان کرین اور اوسمین بلغنا فرماوین یعنے خبر ہمکو یون پہونچی ہے تو وہ سب واقع مین مسند ہین ایسی نہین ہین کہ کہین اونکی سند نہو مطلقاً بے سند ہون اور اگر یہ اشتباہ ہو کہ معلوم نہین کہ اسکے سند کی رواۃ کیسی ہین ثقہ اور معتبر ہین یا نہین پس بدون تحقیق حال رواۃ کے کیونکر اوسکے ساتھ استناد درست ہوسکتا ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ابن ہمام نے تحریر الاصول مین اور اور علماء نے کتب اصول مین لکہا ہے کہ المجتہد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا لہ انتہی یعنے مجتہد جسوقت استدلال کرتا ہے کسی حدیث کے ساتھ تو وہ استناد اوسکا حدیث کی تصحیح کے واسطے کافی ہوجاتا ہے پس اس مقام پر جب کہ خود امام محمد نے کہ مجتہدین سے ہین اس حدیث کے ساتھ استناد کیا اور اوسکو معرض احتجاج مین پیش کیا اسیقدر اوس روایت کے معتبر ہونے کے واسطے کافی ہوگیا قولہ آپ اگر کہینگے کہ نخبۃ الفکر اور منہج الوصول کی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حدیثین معلق جو کہ بخاری مین ہین وہ بہی ضعیف ہی ہونگی جواب اسکا یہ ہے کہ منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول مین لکہا ہے کہ بخاری جسقدر حدیثین معلق لایا ہے اون سب کو ابن حجر نے اپنی کتاب التشویق الی وصل التعلیق مین وصل کر دیا ہے علاوہ اسکے فتح الباری اور قسطلانی اور کرمانی وغیرہ بخاری کی شرحون مین بخاری کی معلق حدیثون کا وصل ہونا ثابت ہے

اقول ؎ اگلی پچھلی باتین سب کھل جائینگی چپکے رہو ٭ پس ہمارا منہ نہ کھلواؤ خدا کے واسطے ٭ اول تو آپکا اعتراض کا مبنی ہی فاسد ہے کیونکہ ابہی معلوم ہوچکا کہ ہر معلق مردود وضعیف نہین ہے بلکہ مثل حدیث بے سند کے کبہی صحیح ہوتی ہے کبہی ضعیف دوسرے یہ آپکا جواب اور بہی لغو ہے اسوجہ سے کہ جب ہر معلق مردود وضعیف ٹھہری جیسا کہ آپ تحریر کر گئے تو بالضرور بخاری کے تعلیقات سب ضعیف ہونگے کیا وجہ ہے کہ بخاری کی احادیث معلقہ تو ضعیف نہون اور اونکے سوا سب ائمہ ومحدثین کے تعلیقات ضعیف ہون معلق ہونے مین دونون برابر ہین اور بلا سند ہونے مین دونون متفرق نہین ہین پس آپکی فہم عالی کے موافق اگر کوئی شخص کہدے کہ بخاری کے سب معلقات مردود ہین اور لائق احتجاج نہین تو آپکو بغلین جہانکنا پڑینگی اور اسکے جواب مین بڑی مشکلین پیش آوینگی باقی رہی یہ بات کہ بخاری کی شروح مین وہ سب موصول کر دی گئی ہین یہ کیا مفید ہے اسوجہ سے کہ شراح بخاری خصوصاً ابن حجر و کرمانی و قسطلانی بخاری کی تصنیف کی کئی سو برس کے بعد اس عالم مین تشریف لائے اور اون

احادیث معلقہ کے وصل پر مستعد ہوئی پس لازم آتا ہے کہ تا زمان ان حضرات کے وہ سب تعلیقات بخاری کی مردود ہین اور بطفیل وصل ان حضرات کے مرتبہ قبول مین داخل ہوئین علاوہ ازین شراح کے وصل کرنے سے معلق کی معلقیت نہین جاتی ہے پس جو تعلیقات بخاری کی ہین گو شروح مین اونکی سند بیان کی گئی ہو صحیح بخاری مین تو وہ معلق ہی رہین پس صحیح بخاری کا اشتمال اوپر احادیث مردودہ کے لازم آگیا کیون منو آپکو اپنے گہر کی خود ہی خبر نہین رہی ائمہ پر ایسے اعتراض پر مستعد ہوے کہ صحیح بخاری کا ہی مشتمل ہونے کا احادیث مردودہ پر التزام کر لیا فانا للہ وانا الیہ راجعون **قولہ** دوم یہ روایت موقوف ہے حضرت علی پر اور روایت موقوف قابل حجت کے نہین ہوتی ہے **اقول** سبحان اللہ آپ اعتراض کرنے کو تیار ہوگئے مگر اونکے اصول کو نہ دیکھا کہ اونکے نزدیک کیا قاعدہ ہے اور کس خیال سے کون مسئلہ مستنبط ہوا ہے سچ ہے جہوٹے سوئی کی طرف کب دیکھتے ہین جو ہری ہی ہے صداقت آبرو اسے بدگہر ملتی نہین قاسم بن قطلوبغا حنفی اپنے فتاوے مین لکھتے ہین قول الصحابی حجۃ عندنا انتہی یعنے صحابہ کا قول نزدیک حنفیہ کے حجت ہے اور ابن ہمام حنفی فتح القدیر مین لکھتے ہین قول الصحابی حجۃ مالم ینفہ شئ من السنۃ انتہی یعنے قول صحابی کا حجت ہے جب تک کہ نفی نہ کرے اوسکو کوئی حدیث مرفوع یعنے کوئی حدیث مرفوع جب تک مخالف قول صحابی نہ ملے اوسوقت قول صحابی حجت ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے فتح المنان فی تائید مذہب النعمان مین لکھا ہے قال ابن المبارک قال ابو حنیفۃ ما جاء عن رسول اللہ فعلی الرأس والعین وما جاء عن الصحابہ فلا اترکہ انتہی یعنے کہا عبد اللہ بن مبارک نے کہ فرمایا امام ابو حنیفہ نے کہ جو کچہ خبر ہونچی ہمکو رسول اللہ سے پس وہ بسر و چشم مقبول ہے اور جو صحابہ رسول اللہ سے ہمکو پہونچی اوسکو مین نہ چہوڑونگا **قولہ** سوم جب کہ سنن اربعہ کی حدیث مرفوع اگرچہ صحیح ہو فقط بخاری کی حدیث کا مقابلہ نہ کر سکتی تو یہ اثر صحابی کا تو مقابل ایسے حدیث کے کہ جسپر بخاری اور مسلم دونون نے اتفاق کیا ہو کب اوسکے معارض اور لائق حجت کے ہو سکتا ہے **اقول** ہم آپکی بناوٹ بہت سی باتون مین دیکہ چکے ہین جیسی یہ بنائی کہ غیر صحیحین کی حدیث کے مقابلہ نہ کر سکنے کے ساتہ حدیث صحیحین کے یہ معنی نہین ہین کہ وہ حدیث بالکل مردود ہو جاتی ہے اور لائق حجت نہین ہو سکتی ہے اگرچہ دونون مین مخالفت نہو اور محمل صحیح ہر ایک کو ہو سکے بلکہ جب دونون مین مخالفت تامہ ہوگی اور کسیطرح صورت جمع نہ نکل سکتی ہوگی تب البتہ حدیث غیر صحیحین کی متروک کردیجاویگی اور حدیث صحیحین معمول بہ ہوگی ابن امیر حاج حلبی حلبیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی مین لکہتے ہین الجمع بین الحدیثین عند الامکان اولی من ابطال احدہما بالکلیۃ انتہی یعنے جمع کرنا درمیان دو حدیثون کے بقدر امکان ضروری ہے جب کہ امر دائر ہووے درمیان جمع کے اور درمیان باطل کرنے کے ساتہ ایک کے

اور یہ ظاہر ہے کہ اس مقام پر جمیع ممکن ہے باینطور کہ حدیث مرفوع وغیرہ اموال وغیرہ پر محمول ہووے
اور اثر علی مرتضی باب عقود و منسوخ میں معمول بہ ہووے پس باوجود امکان تطبیق کے ترک کر دینا اثر مرتضوی کا
بالکلیہ خلاف معقول و منقول ہے **قولہ** چہارم کتاب کہ جسکی یہ حدیث ہے اور سواے اسکے اور چار کتابیں امام محمد کی
یعنی جامع صغیر اور جامع کبیر اور زیادات اور سیر مثل حدیث کے کتابوں کی نہیں کہ اونکو نقل و احتجاج اسی لیے کہ یہ ثابت
نہیں ہوا کہ ان کتابوں کی حدیثیں بھی حضرت اور حضرت کے اصحاب ہی سے مروی ہیں **اقول** یہ آپ کو
اگر ثابت نہیں ہوا تو نہ ہو حنفیہ تو اس امر کو خوب جانتے ہیں کہ امام محمد نے جو حدیثیں ان کتابوں میں درج کی ہیں وہ
بالکل غیر معتبر نہیں ہیں باقی رہا ضعف سو یہ تو بلاسے تھا لیکن سب کتب سنن اربعہ و مسند امام احمد و مسند امام شافعی
وغیرہ کتب فن حدیث کے صدہا روایات میں ضعف ہے پھر کیا اس امر سے اون کتابوں کی حدیثیں بالکل غیر معتبر
سمجھی جاوینگی ہرگز نہیں ایسی کتب امام محمد کی احادیث مطلقاً غیر معتبر نہ سمجھے جاوینگے **قولہ** اور ایک مسئلہ امام اعظم کا
اور اونکے شاگردوں ابو یوسف اور محمد کا مخالف پیغمبر کی دو حدیثوں کے یہ ہی جیسا کہ ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز الدقائق
وغیرہ میں لکھا ہے من امتنع عن الجزیۃ او قتل مسلما او سب النبی او زنی بمسلمۃ لم ینتقض عہدہ یعنے جو ذمی
جزیہ دینے سے انکار کرے یا کسی مسلمان کو مار ڈالے یا گالی دے نبی کو یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے
تو ان امور سے اوسکا عہد ذمی کا نہیں ٹوٹتا امام اعظم اور اونکے شاگردوں نے خلاف کیا ہے صریح ان دونوں
حدیثوں کا پہلی حدیث ابوداؤد میں روایت ہے علی سے ان یہودیۃ کانت تشتم النبی الخ یعنے تحقیق ایک عورت
یہودیہ برا کہتی تھی آن حضرت کو اور عیب اور طعن کرتی تھی پس گلا گھونٹا ایک شخص نے اوسکا یہانتک کہ مرگئی پس
معاف فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خون اوسکا دوسری حدیث ابوداؤد میں روایت ہے ابن عباس سے
ان اعمی کانت لہ ام ولد الخ یعنے تحقیق ایک اندھا کہ تھی اوسکے پاس حرم گالی دیتی والی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پھر منع
کرتا تھا وہ اندھا اوسکو اس بات سے پس باز نہ آتی تھی پس جب ہوئی ایک رات لی اوس اندھے نے ایک لکڑی
تیغ لگی ہوئی پس کہا اوسکو اوسکے پیٹ پر اور تکیہ کیا اوسپر یعنے زور سے دبایا پس قتل کیا اوسکو پس پہونچی خبر
سکی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پس فرمایا خبردار گواہ رہو تحقیق خون اوسکا رایگان ہے **اقول** وہ ہم نہیں جیسے
نواسے فلک بگاڑ سکے یہ کیا ہر خیال ہے اتنی تیری مجال نہیں ان دونوں حدیثوں میں اور امام کے مذہب میں
کیا مخالفت ہے امام یہ کہتے ہیں کہ جو کافر ذمی کہ مطیع اہل اسلام ہو گیا ہو اور جزیہ دینا اوسنے قبول کر لیا ہو
ور یا دا ے جزیہ اوسنے اپنی جان و مال کی حفاظت کر لی ہو وہ اگر آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دے
وا س گالی دینے سے اوسکا عہد امان نہیں ٹوٹیگا اور عقد ذمیت اوس سے مرتفع نہوگا بشرطیکہ اعلان
ومدا ومت نہ کرے اس وجہ سے کہ گالی دینا آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کفر ہے اور ذمی میں کفر پہلے ہی موجود ہے

پس ہرگاہ کفر سابق قدیم اوسکا تابع اور سکے ذمی ہونے سے ہوا اور باوجود کفر کے بسبب ادا کرنے جزیہ کے جان و مال کا اوسکے محفوظ رکھنا اہل اسلام پر واجب ہوا پس کفر طاری جو حالت ذمی ہونے مین اوس سے صادر ہوا کیونکر اوسکے عہد کو توڑ ڈالیگا اور بارہ سیمہ اسکے بہی امام قائل ہین کہ اگرچہ قتل اوسکا واجب نہین مگر تادیب اور تعزیر دینا اوسکو واجب ہے اور تعزیر بالقتل بہی جائز ہے درمختار مین ہے ویؤدب الذمی ویعاقب علی سبہ دین الاسلام او القرآن او النبی حاوی وغیرہ قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل وتبعہ ابن الہمام انتہی یعنے حاوی وغیرہ مین ہے کہ ادب دیا جاوے ذمی اور عقاب کیا جاوے اوسپر بسبب گالی دینے کے دین اسلام کو یا قرآن یا نبی کو اور کہا عینی نے کہ مختار میرا گالی دینے مین یہ ہے کہ مار ڈالا جاوے اور تابع ہوا اونکے جواز قتل مین ابن الہمام اور رد المحتار مین خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار سے منقول ہے لا یلزم من عدم النقض عدم القتل وقد صرحوا قاطبۃ بانہ یعزر علی ذلک ویؤدب وہو یدل علی جواز القتل زجرا لغیرہ اذ یجوز الترقی فی التعزیر الی القتل انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ نہین لازم آتا ہے نہ ٹوٹنے عہد ذمیت سے نہ جائز ہونا قتل کا اور تحقیق تصریح کی ہے تمام مشائخ نے اس امر کی کہ ذمی گالی دینے والا تعزیر کیا جاوے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مار ڈالنا بہی اوسکا جائز ہے جب اوس سے مقصود تنبیہ اوروں کی ہو کیونکہ تعزیر ساتہ قتل کے بہی جائز ہے اور اسکے بہی امام قائل ہین کہ وہ حکم اوسیوقت تک ہے جب ذمی اعلان اور تکرار نہ کرے بلکہ ایک دو مرتبہ پوشیدہ گالی دے دیوے اور اگر وہ بطور اعلان کے سبہون کے سامنے بیباک ہوکے گالی دیتا ہو یا اوسکی عادت گالی دینے کی ہو اور اکثر اوس سے یہ حرکت سرزد ہوتی ہو تو ایسی صورت مین قتل اوسکا ضرور ہے رد المحتار مین درمنتقی سے منقول ہے ای اذا لم یعلن فلو اعلن بشتمہ او اعتادہ قتل ولو امرأۃ وبہ یفتی الیوم انتہی یعنے مارنا ذمی کو بسبب گالی دینے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوسوقت ہے جب کہ وہ بطور اعلان کے گالی نہ دے پس اگر اعلان کیا اوسنے گالی دینے نبی کا یا عادت کر لی اسکی مار ڈالا جاویگا اگرچہ عورت ہو اور اسی پر فتوے ہے اس زمانے مین اور بہی رد المحتار مین ابن تیمیہ کی کتاب الصارم المسلول سے منقول ہے افتی اکثرہم بقتل من سب النبی من اہل الذمۃ وان اسلم بعد اخذہ وقالوا یقتل سیاسۃ انتہی یعنے فتوے دیا ہے اکثر حنفیہ نے ساتہ مار ڈالنے اوس ذمی کے جو گالی دے آن حضرت کو اگرچہ اسلام لائے وہ بعد گرفتار ہونے کے اور کہا حنفیہ نے کہ مار ڈالا جاوے وہ بنظر سیاست اور بہی درمختار مین ہے رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتلہ اذا ظہر انہ معتادہ انتہی یعنے دیکہا مین نے معروضات مفتی ابو السعود رومی مین کہ وارد ہوا حکم بادشاہی واسطے عمل کرنے کے اوپر قول ائمہ حنفیہ کے کہ قتل کیا جاوے جب کہ گالی دینا اوسکی عادت ہو وے اور بہی درمختار مین ابن کمال پاشا سے منقول ہے والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ السلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ انتہی یعنے حق یہ ہے کہ ذمی

گالی دینے والا نبی کا قتل کیا جاویگا جب کہ اعلان کرے ساتھ گالی دینے کے تصریح کی ہے اسکی کتاب السیر مین
ذخیرہ و برہانیہ کرمانیہ اور کتب معتمدہ مین مصرح ہے خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ذمی اگر آنحضرت صلعم کو اتفاقاً
گالی دیوے تو عہد ذمت اسکا صرف اس گالی دینے سے نہ ٹوٹیگا اور بمجرد اس گالی کے وہ حربی نہ سمجھا جاویگا
اور قتل اوسکا واجب ہوگا مگر تعزیر اوسپر قائم کیجاویگی اور سیاست اگرچہ ساتھ قتل کے ہو اوسپر جاری ہوگی
اور اگر گالی وہ باعلان دیتا ہو یا عادت اسکی رکہتا ہو تو اوسکو مار ڈالنا ضرور ہے ہرگاہ یہ معلوم ہوا ایسا اب
سمجھنا چاہیئے کہ مذہب حنفیہ مین اور اون دونون حدیثون مین جو آپ نے ذکر کین کچھ بھی مخالفت نہین ایک تو
اسوجہ سے کہ مذہب حنفیہ کا یعنے نہ مارنا کافر کو بسبب گالی دینے نبی کے ذمی مین ہے نہ ہر کافر مین اور اون
دونون حدیثون مین یہ تصریح نہین کہ وہ دونون عورتین کہ بوجہ گالی دینے کے ماری گئین ذمی تہین بلکہ اول
حدیث مین تو تصریح ہے کہ وہ عورت یہود مین سے تہی اور یہود جو مدینہ منورہ مین تہے وہ ذمی نہ تہے
کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبہی اوپر جزیہ نہین مقرر کیا اور نہ اوپر حکم اہل ذمہ کا جاری کیا بلکہ
اوائل مین اونسے مصالحہ بلا عوض مال کر لیا گیا تہا بعد چند سال کے یہود کا اخراج کر دیا گیا اور بعضون سے
مقاتلہ کیا گیا جیسا کہ فتح القدیر مین مذکور ہے اما الیہود فلم یکونوا اہل ذمۃ یعنے اعطاہم الجزیۃ بل کانوا
اصحاب موادعۃ بلا مال یوخذ عنہم الی ان امکن الله منہم لانہ لم توضع جزیۃ قط علے الیہود انتہی یعنے لیکن یہود پس
نہ تہے وہ لوگ اہل ذمہ یعنی دینے اونکے جزیہ کو بلکہ تہے وہ اصحاب مصالحت بغیر مال کے کہ لیا جاتا اونسے
یہانتک کہ قادر کیا اللہ نے اپنے رسول کو اوپر اور غالب کیا اوپر اسواسطے کہ نہین مقرر کیا گیا جزیہ کبہی
اوپر یہود کے پس اگر ایسی کوئی روایت ہوتی جس سے یہ صاف ثابت ہوتا کہ کوئی کافر ذمی بسبب گالی دینے
نبی کے عہد نبوی مین مارا گیا یا آپ نے کسی ایسے کافر کے مارنے کا حکم کیا تو البتہ مذہب حنفیہ پر اعتراض
ہوتا اور یہ حدیثین جو آپ نے بیان کین اونمین اسکا نشان نہین دوسری یہ کہ ان دونون حدیثون سے
یہ ثابت ہے کہ وہ دونون عورتین جو ماری گئین وہ آنحضرت کو باعلان گالی دیتی تہین اور عادت اسکی
رکہتی تہین اور اوپر معلوم ہو گیا کہ ایسی صورت مین حنفیہ کے نزدیک قتل ضرور ہے اور نہ واجب ہونا
قتل کا اوسوقت ہے جب ذمی گالی کے ساتھ اعلان نہ کرے اور اوسکی عادت نہ رکہے ہان اگر ایسی کوئی
حدیث ہووے کہ جس سے مارا جانا ذمی کا صرف ایک مرتبہ گالی دینے سے ثابت ہووے تو البتہ
اعتراض ہو سکتا ہے ورنہ نہ تیسری یہ کہ جس صورت مین کہ حنفیہ کے نزدیک عہد ذمہ نہین ٹوٹتا ہے
اوس صورت مین بہی مار ڈالنا ذمی کو بقصد زجر و سیاست جائز ہے اور ان دونون حدیثون سے
اسیقدر ثابت ہے کہ وہ دونون عورتین بسبب گالی دینے کے ماری گئین اور آنحضرت نے انکو

جانبر کہا اور مارنے والے پر کچھ زجر نہین کیا پس نہین ثابت ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو خواہ مخواہ مار ڈالنا واجب ہے تاکہ اعتراض مخالفت درست ہووے علاوہ ازین ایسی بھی حدیثین وارد ہین کہ جنسے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ کفار نے بارہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہے اور آپ نے ان کو نہین مارا ابو نعیم نے دلائل النبوۃ مین ابن عباس سے روایت کی ہے تفسیر مین اس آیت کے

یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا یعنے اے ایمان والو نہ کہو تم ہمارے رسول سے راعنا بلکہ کہو انظرنا راعنا بلسان الیہود السب القبیح فکان الیہود یقولون لرسول اللہ سرا فلما سمع اصحابہ یقولون اعلنوا بہا فکانوا یقولون ذلک ویضحکون فیما بینہم فانزل اللہ ہذہ الآیۃ انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ راعنا بلغت یہود بری گالی ہے پس جب وہ آنحضرت کی خدمت مین آتے تھے راعنا کہتے تھے صحابہ اونکے کہنے سے یہ سمجھے کہ یہ کوئی کلمہ اچھا ہے وہ بھی کہنے لگے پس اللہ نے اس آیت کو نازل کیا اور حکم کیا کہ تم راعنا نہ کہو اگر کہنا ہو تو انظرنا کہو کہ جسکے معنے یہ ہین کہ اے رسول اللہ آپ ہماری طرف نگاہ کیجیے اور توجہ کیجیے اور صحیح بخاری و مسلم و سنن وغیرہ مین موجود ہے کہ یہود جب آنحضرت کی خدمت مین آتے تھے بجائے السلام علیکم السام علیکم کہتے اور سام کے معنے اونکے نزدیک موت اور لعنت کے ہین آنحضرت اونکے جواب مین صرف علیکم فرما دیتے پس ان احادیث سے یہ ثابت ہے کہ یہود آنحضرت کو گالیان دیتے تھے مگر آپ اونکے مارنے کا حکم نہین فرماتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو بسبب گالی دینے کے مار ڈالنا ضرور نہین ہے ہان اگر تعزیرا مار ڈالیگا تو کچھ حرج بھی نہوگا بخلاف مسلمان کے کہ اگر وہ نبی کو گالی دیگا وہ کافر ہو جاویگا اور مسلمانون پر اوسکا مار ڈالنا لازم و واجب ہو جاویگا

قولہ اور ایک مسئلہ امام اعظم کا اور انکے شاگرد ابو یوسف و محمد کا مخالف حدیث کے یہ ہے جو کہ ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز اور در مختار مین لکھا ہے ان قید الخامسۃ بسجدۃ بطل فرضہ عندنا یعنے اگر اوسنے پانچوین رکعت کا سجدہ کر لیا تو باطل ہوئے نماز یعنے مذہب امام اعظم کا یہ ہے کہ کسیکو چار رکعت نماز پڑھنی تھی اور بھول کر پانچ رکعت پڑھ گیا تو اس صورت مین نماز اوسکی باطل ہو جائے گی اس مسئلہ مین امام اعظم اور اونکے شاگرد ابو یوسف و محمد نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے

عبد اللہ بن مسعود سے ان رسول اللہ صلے الظہر خمسا فقیل لہ ازید فی الصلوۃ فقال وما ذاک قالوا صلیت خمسا فسجد سجدتین بعد ما سلم یعنے تحقیق رسول خدا نے نماز پڑھی ظہر کی پانچ رکعت پس کہا گیا واسطے انکے زیادتی کی گئی نماز مین پس فرمایا تمہارے سبب پوچھنے کا کیا ہے عرض کیا صحابہ نے پڑھی آپ نے نماز پانچ رکعت پس سجدے کیے حضرت نے دو سجدے بعد سلام پھیرنے کے **اقول** ۔۔۔۵

راہ سیدھی چل کہ اک عالم تجھے اچھا کہے * کجروی بہتر نہیں اے شوخ یہ رفتار چھوڑ * بے سمجھے بوجھے
امام کے مذہب کو مخالف حدیث کے کہدینا آپ ہی کا کام ہے عبارات فقہیہ مین قطع و برید کردینے مین
آپ کو ملکہ تام ہے ان سب کتابون مین جنکا آپ نے ذکر کیا اور ایسے ہی اور فقہ کی کتابون مین صرف اسقدر
نہین لکہا ہے جو آپ نے عوام کے دہوکا دینے کے واسطے نقل کیا ہے بلکہ سب کتابون مین یہ تفصیل مرقوم ہے
کہ جو شخص چار رکعت کا پڑہنے والا قعدہ اخیرہ کو کہ ارکان نماز سے ہے چہوڑ کے پانچوین رکعت پڑہنے لگے
پس جب تک کہ پانچوین رکعت کا اوسنے سجدہ نہین کیا ہے اوسکو چاہیے کہ بیٹھ جاوے اور قعدہ
کرکے سجدہ سہو کرلے اسوجہ سے کہ ایک رکعت سے کم کوئی نماز معتبر نہین پس اوسکے باطل کرنے مین
واسطے اصلاح نماز کے کچھ حرج نہین اور اگر اوسنے پانچوین رکعت کا سجدہ کرلیا ہے نماز اوسکی باطل ہوجاویگی
اسوجہ سے کہ اوسنے نفل مین شروع مستحکم کرلیا بدون اکمال ارکان فرض کے کیونکہ ایک رکعت نماز معتبر ہے
اور اگر قعدہ اخیرہ کرکے بہولے سے پانچوین رکعت پڑہنے لگا پس اسوقت جب تک کہ پانچوین رکعت کا
سجدہ نکرے اوسوقت تک بیٹھ جاوے اور سجدہ سہو کرکے نماز تمام کرے اور اگر پانچوین رکعت کا سجدہ کرلیا
اور ایک رکعت کو اوسنے مکمل کردیا اس صورت مین اوسکو چاہیے کہ چھٹی رکعت اور بہی ملاوے اور
سجدہ سہو کرکے نماز تمام کرلے تا یہ دو رکعت نفل ہوجاوین اور چار رکعت فرض ادا ہووین یہی حاصل ہے

اس عبارت ہدایہ کا وان سہی عن القعدۃ الاخیرۃ حتی قام الی الخامسۃ رجع الی القعدۃ ما لم یسجد لان فیہ
اصلاح صلوتہ وامکنہ ذلک لان ما دون الرکعۃ بمحل الرفض والغی الخامسۃ ویسجد للسہو لانہ اخر واجبا وان قید الخامسۃ
بسجدۃ بطل فرضہ عندنا لانہ استحکم شروعہ فی النافلۃ قبل اکمال ارکان المکتوبۃ وان قعد فی الرابعۃ ثم قام
ولم یسلم عاد الی القعدۃ ما لم یسجد للخامسۃ وسلم وان قید الخامسۃ بالسجدۃ ثم تذکر ضم الیہا رکعۃ اخری وتم فرضہ
ویسجد للسہو استحسانا انتہی ملخصاً خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک چار رکعت پڑہنے والا اگر بہولکے
پانچوین رکعت کے واسطے کہڑا ہوگیا تو نماز اوسکی ہر صورت مین نہین باطل ہوتی ہے جیسا کہ
آپ کے کلام ناتمام سے سمجہا جاتا ہے بلکہ اوس صورت مین کہ قعدہ اخیرہ کہ رکن نماز ہے اوس سے
چہوٹ گیا ہو اور بدون قعدہ اخیرہ کے وہ کہڑا ہوگیا ہو اور پانچوین رکعت کا اوسنے سجدہ بہی
کرلیا ہو اور سواے اسکے اور صورتون مین بطلان نماز کا حکم نہین دیتے ہین بلکہ یہ کہتے ہین کہ
اگر پانچوین رکعت کے سجدہ کرنے کے قبل اوسکو یاد آگیا خواہ اوسقدر زائد نماز کو کہ ایک رکعت سے
کم ہے چہوڑ دے اور بیٹھ کے سجدہ سہو کرکے نماز تمام کرے خواہ اوسنے پانچوین رکعت قعدہ اخیرہ کرکے
اوسنے شروع کی ہو یا قعدہ اخیرہ اوس سے چہوٹ گیا ہو اور اگر پانچوین رکعت کی طرف قعدہ اخیرہ کرکے

کھڑا ہوا اور اوس رکعت کے سجدہ کرنے کے بعد اوسکو یاد پڑا اس صورت مین بھی اوسکی نماز نہین
باطل ہوگی بلکہ وہ ایک رکعت اور ملا کے نماز تمام کرے اب سمجھیے کہ جو حدیث آپ نے بیان کی اوسمین
یہ کہان مذکور ہے کہ آن حضرتؐ پانچوین رکعت بدون قعدہ اخیرہ چوتھی رکعت کے پڑھنے لگے تھے تا کہ حکم
مخالفت کا درست ہووے بلکہ ظاہر حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ قعدہ اخیرہ کر کے سہواً
باین خیال کہ یہ قعدہ اولے ہے کھڑے ہوگئے تھے اسوجہ سے کہ جب ایک صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ
کیا نماز مین زیادتی ہوگئی ہے اور آپ نے پوچھا کہ کیا ہوا تو صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے پانچ رکعت
ادا کین اور ظاہر ہے کہ ظہر کی نماز چار رکعت مع قعدہ اخیرہ ہوتی ہین نہ بدون اوسکے پس اگر قعدہ
اخیرہ آپ چھوڑ گئے ہوتے صحابہ یہ کہتے کہ آپ نے ایک قعدہ چھوڑ دیا اور ایک رکعت کی زیادتی کی
یہ نہ کہتے کہ آپ سے پانچ رکعت ادا ہوئی بنا برعلیہ یہ حدیث موافق حنفیہ کے ٹھہری اور کسی طرح کی
مخالفت نہوئی کیونکہ حنفیہ بھی ایسی صورت مین کہ قعدہ اخیرہ کر کے پانچوین رکعت کی طرف سہواً
کھڑا ہو گیا ہو بطلان نماز کا حکم نہین دیتے ہین عینی شرح ہدایہ مین لکھتے ہین وتاویل الحدیث
انہ علیہ السلام قعد علے الرابعۃ بدلیل انہ قال صلے الظہر خمسا والظہر اسم لجمیع الارکان ومنہا القعدۃ الاخیرۃ
انتہی یعنے تاویل حدیث کی یہ ہے کہ آن حضرتؐ قعدہ اخیرہ کرکے کھڑے ہوئے تھے بدلیل اسکے کہ صحابی
راوی حدیث نے بیان اس قصہ مین صلے الظہر خمسا فرمایا یعنے آپ نے پانچ رکعت ظہر پڑھی اور ظہر
نام ہے مجموع ارکان کا کہ منجملہ اونکے قعدہ اخیرہ بھی ہے نہ صرف چار رکعت کا بدون قعدہ اخیرہ کے
پس اگر آپ نے قعدہ اخیرہ چھوڑ دیا ہوتا راوی یہ لفظ نہ کہتا الحاصل سیاق قصہ سے بھی معلوم
ہوتا ہے کہ آپؐ نے قعدہ کر لیا تھا اور بالفرض اگر اس ظاہر سیاق کا لحاظ نہ کیجیے تب بھی قصہ محتمل دونون
صورتون کو ہے صرف ایک ہی صورت کہ آپ نے قعدہ اخیرہ بھی چھوڑ دیا تھا نہین نکلتی با اینہمہ خواہ مخواہ
اس حدیث کو مخالف مذہب حنفیہ سمجھنا اور مذہب حنفی پر طعن کرنا خالی سخافت و سفاہت سے نہین

قولہ اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث کے یہ ہے جو کہ ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز اور درمختار
وغیرہ مین لکھا ہے ولا یشعر عند ابی حنیفۃ یعنے زخم نکیا جاوے اونٹ نزدیک ابو حنیفہ کے
کہ اونکے نزدیک اشعار مثلہ ہے یعنے تکلیف دینا ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا اس مسئلہ مین
اس حدیث کا جو کہ مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور موطا مین روایت ہے ابن عباس سے
کہ کہا صلے رسول اللہ الظہر بذی الحلیفۃ ثم دعا بناقتہ فاشعرہا فی صفحۃ سنامہا الایمن الخ یعنے نماز پڑھی
رسول اللہ نے ظہر کی بیچ ذی الحلیفہ کے پھر منگوائی اونٹنی اپنی پس زخم کیا اونٹنی کو بیچ کنارہ کوہان داہنی اوسکی کے

اقول ۵ سرکشی کوئی ہو کر کبھی برپا نہین ہوتا ۔ انجام برے کام کا اچھا نہین ہوتا ۔ بے فائدہ علماء پر
تہمت لگانا اور مجتہدین پر افترا کرنا بہتر نہین ہے اور طعن و تشنیع مین جرأت کر بیٹھنا اچھا نہین ہے اگر بطفیل
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عذاب استیصال دنیوی اس امت سے اوٹھا نہ لیا گیا ہوتا تو بیشک ایسے
طاعنین پر عذاب استیصال نازل ہوتا تعجب ہے کہ آپکو امام ابو حنیفہ رح کی مذہب کی تو خبر ہی نہین خواہ مخواہ
پانچوین سوارون مین اپنا نام کیون داخل کرتے ہین اور طاعنین مین کیون اپنا نام لکھوا کے مستحق گناہ ہوتے ہین اور
اور زیادہ عجب یہ ہے کہ جن کتابون سے آپ مذہب امام کا نقل کر رہے ہین اونہین مین تنقیح مذہب امام بتفصیل
تمام مذکور ہے یا اونکی شروح مین اچھی طرح سے ماثور ہے اون سب سے چشم پوشی کرنا اور جو مذہب امام کا نہو
اوسکو مذہب اونکا قرار دیکے اعتراض کرنا کس کتاب شرعی کی رو سے جائز ہے نہین سہی کتب شرعیہ کو جانے دیجیے
سی شاستر یا پوتھی سے اسکا جواز نکال دیجیے در مختار مین کہ جسکا آپ حوالہ دے رہے ہین مسطور ہے

ره الاشعار وهو شق سنامها من الایسر او الایمن لان كل احد لا يحسنه فاما من احسنه بان قطع الجلد فقط فلا بأس

انتہی یعنے مکروہ ہے اشعار اور وہ شق کرنا اونٹ کی کوہان کا بائین جانب یا داہنے طرف سے اسوجہ سے
نہ ہر شخص نہین کرتا ہے اشعار اچھی طرح بلکہ اکثر اب زخم لگاتے ہین گوشت تک زخم پہونچ جاتا ہے اور جانور
بسبب تکلیف اوٹھاتا ہے پس لیکن وہ شخص کہ اچھی طرح سے اشعار کرے باینطور کہ صرف چمڑہ کاٹے پس
نہین حرج ہے اوسکے واسطے اشعار مین اور ہدایہ مین ہے قیل ان ابا حنیفة انما كره اشعار اهل زمانه لمبالغتهم
فيه على وجه يخاف منه السراية انتہی یعنے ابو حنیفہ نے نہین مکروہ کہا مطلق اشعار کو بلکہ اشعار اپنے زمانہ والو(ن)
کو کہ وہ مبالغہ کرتے تھے اشعار مین یہانتک کہ خوف ہوتا تھا پہونچ جانے زخم کا گوشت تک اور عینی کی شرح ہدایہ
مین ہے ابو حنیفة ما كره اصل الاشعار وكيف يكره ذلك مع ما اشتهر فيه من الآثار وقال الطحاوي وانما كره ابو حنيفة

اشعار اهل زمانه لانه رآهم يفعلون ذلك على وجه يخاف منه هلاك البدنة لسرايته خصوصا في حر الحجاز فرأى الصواب

ان يسد هذا الباب عن العامة لانهم لا يقفون عند الحد واما من وقف على ذلك بان قطع الجلد فقط دون اللحم فلا بأس به
انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ ابو حنیفہ رح نے مطلق اشعار کو مکروہ نہین کہا اور کیونکر کہتے باوجود مشہور ہونے اخبار
و آثار کے اس باب مین طحاوی نے کہا کہ نہین مکروہ کہا ابو حنیفہ نے مگر اپنے زمانہ والون کے اشعار کو چونکہ
دیکھا امام نے اونکو کہ وہ اسطور سے اشعار کرتے تھے کہ اوسمین خوف ہلاک اونٹ کا ہوتا تھا خصوصا
گرمی ملک عرب کے زمانے مین کہ جانور زیادہ زخم کہانے کے اکثر مر جاتے تھے پس مناسب سمجھا امام نے
بند کرنے اس طریقہ کو عوام سے اور فتوے کراہت کا دیا اسوجہ سے کہ عوام حد شرعی سے تجاوز کر جاتے تھے
لیکن وہ شخص جو حد شرعی سے متجاوز نہووے باینطور کہ صرف چمڑا کاٹے اوسکے واسطے کچھ مضائقہ نہین ہے

اور عینی کی شرح صحیح بخاری مسمے بہ عمدۃ القاری میں ہے الطحاوی الذی ہو اعلم الناس بمذاہب الفقہاء
لاسیما مذہب ابی حنیفۃ ذکر ان ابا حنیفۃ لم یکرہ اصل الاشعار ولا کونہ سنۃ وانما کرہ ما یفعل علی وجہ یخاف منہ ہلاکہا
بسرایۃ الجرح لاسیما مع الطعن باللسان او الشفرۃ فاراد سد الباب علی العامۃ لانہم لا یراعون الحد فی
ذلک اما من وقف علی الحد فی ذلک بقطع الجلد دون اللحم فلا یکرہ وذکر الکرمانی صاحب المناسک عنہ استحبا

قال وہو الاصح انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ طحاوی نے جو بڑے عالم تھے مذاہب فقہا کے اور اختلافات ائمہ خصوصاً مذہب امام ابو حنیفہ کے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے نہیں مکروہ جانا اصل اشعار کو اور نہ انکار کیا اوسکے سنت ہونے کا جز این نیست کہ مکروہ جانا اوس اشعار کو کہ اوس سے خوف ہلاک ہووے اور ذکر کیا ہے کرمانی صاحب مناسک نے ابو حنیفہ سے استحسان اور استحباب اشعار اور کہا کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے اسیطرح سے اور کتب فقہ میں مذکور ہے بنظر اختصار نقل عبارات میں تطویل نہیں کی گئی الغرض جو شخص مطلقاً اشعار کو منع کرے اور مکروہ کہے بیشک قول اوسکا مردود ہے بسبب اسکے کہ احادیث صحیحہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا اشعار کرنا ثابت ہے اور ابو حنیفہ اس قول سے بری ہیں مطلقاً اشعار کو مکروہ نہیں کہتے ہیں بلکہ جو اشعار بقدر حد شرعی ہوا اوسکو وہ بھی مستحسن اور مسنون سمجھتے ہیں ہاں جو حد شرعی سے متجاوز ہو جاوے اوسکو البتہ مکروہ کہتے ہیں پس جو مذہب امام کا ہے وہ مخالف حدیث نہیں اور جو مخالف ہے وہ مذہب امام کا نہیں **قولہ** راقم کہتا ہے کہ مسائل امام اعظم کے جو فقہ کی کتابوں میں درج ہیں صحیح حدیثوں کے مخالف اسقدر ہیں کہ میں انکا شمار نہیں کر سکتا اور اس دریائے ناپیدا کنار کو کوزہ میں ناپ نہیں سکتا لیکن بطور مشت نمونہ خروارے واسطے معلوم کرنے عوام کے میرا ارادہ یہ ہے کہ ایک مسئلہ امام اعظم کا جو کہ حدیثوں صحیحہ کے مخالف ہیں نقل کروں **اقول** سہ جو چاہو سو لکھو اب ہم کہیں گے ۔ بہت ہو چکی بدزبانی تمہاری ۔ یہ آپکا زبانی جمع خرچ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے ارباب عقل وانصاف کے نزدیک یہ دعوے غیر مسموع ہے اگر اسیکا نام مخالفت ہے کہ مذہب امام کا جو کچھ اپنی سمجھ آیا قرار دیکے حدیث کا مطلب اپنی طرف سے گڑھ کے جھٹ پٹ حکم مخالفت کا لگا دیا تو ایسی مخالفت تو تمام ائمہ ومحدثین کے اقوال میں بہت نکل آویگی حنفیہ کی کیا خصوصیت ہے اگر اسکے جواب میں ہم آ مقتداؤں کے اگلے زمانے کی اور اس زمانے کی اقوال مخالف حدیث و قرآن نکالیں تو آپکو بڑی مشکل پڑیگی اور بجز خاموشی کے کچھ نہ بن پڑیگی مگر ہم سلف صالحین اور ائمہ سابقین کے ساتھ ادب سے پیش آتے ہیں اور کسی پر طعن نہیں کرتے ہیں ہم بھی اگر آپکی طرح سے بیباک ہو جاویں اور حرف پر انگلی اوٹھا دیں تو جواب ترکی بترکی ہووے آپکی طبع مبارک بھی مسرور ہووے مگر ہم آیت کریمہ خذ العفو

بالعرف واعرض عن الجاہلین پر عمل کر کے صبر کرتے ہین اور وہان سب طعن وتشنیع کا آپ ہی پر رہنے کو پسند
کرتے ہین **قولہ** ۱۱ اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث معتبر کے یہ ہے جو کہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون
مین لکھا ہے ومن انتہی الی الامام الخ یعنے فجر کی نماز کے وقت اگر کوئی شخص مسجد مین آوے اور دیکھے کہ
فرضون کی جماعت ہو رہی لیکن اوس شخص نے دو رکعت سنت نہین پڑہی ہے تو اس صورت مین اگر وہ
ڈرتا ہے کہ سنت پڑہنے سے ایک رکعت جماعت کی جاتی رہیگی اور ایک ملجاویگی تو چاہیے کہ دو رکعت
سنت مسجد کے دروازے پر پہلے پڑہ لے پہر جماعت مین داخل ہووے سو امام اعظم نے خلاف کیا اس
حدیث کا جو کہ مسلم مین روایت ہے ابوہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ
یعنے جسوقت کہ کہڑی کیجاوے نماز یعنے تکبیر ہو فرضون کی پس نہین ہے کوئی نماز سوائے فرض کے **اقول**
اگرچہ یہ حدیث یعنے اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ جو کہ سنن ابوداؤد وسنن نسائی وسنن ابن
ماجہ وصحیح مسلم وجامع ترمذی ومسند امام احمد ومسند امام ابوحنیفہ وغیرہ مین باسانید معتبرہ مروی ہے بسبب
اپنے اطلاق کے اسی پر دلالت کرتی ہے کہ جب تکبیر نماز فرض کے واسطے شروع ہووے اوسوقت
کوئی نماز نہ پڑہنا چاہیے مگر وہی فرض خواہ سنت ظہر کی ہو یا صبح کی یا اور کوئی نفل ہو مگر بہت سے صحابہ
سے اسکے خلاف مروی ہے طحاوی نے شرح معانی الآثار مین عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی انہ دخل المسجد
والامام فی الصلوۃ فصلی رکعتی الفجر انتہی یعنے وہ مسجد مین آئے اوسوقت کہ امام نماز صبح پڑہ رہے تہے پس پڑہی
اونہون نے سنت فجر بعد اوسکے شریک ہوئے فرض مین اور نیز دوسری سند سے روایت کی دعا سعید بن
العاص ابا موسی وحذیفۃ وعبد اللہ بن مسعود قبل ان یصلی الغداۃ ثم خرجوا من عندہ وقد اقیمت الصلوۃ
فجلس عبد اللہ الی اسطوانۃ من المسجد یصلی رکعتین ثم دخل فی الصلوۃ انتہی یعنے بلایا سعید بن عاص نے
ابوموسی اشعری اور حذیفہ اور ابن مسعود کو قبل ادا کرنے نماز فجر کے پہر نکلے یہ سب اونکے پاس سے اوس
حالت مین کہ فرض صبح کی اقامت ہوگئی تہی پس بیٹہہ گئے ابن مسعود ایک ستون مسجد کے پاس اور دو رکعت
سنت پڑہنے لگے اوسکے بعد شریک جماعت ہوئے اور نیز طحاوی نے ابومجلز سے روایت کی دخلت
فی صلوۃ الغداۃ مع ابن عمر وابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلی
رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر حتی طلعت الشمس فرکع رکعتین انتہی یعنے داخل ہوا مین
نماز صبح مین اوس حال مین کہ امام نماز پڑہتا تہا ساتہ عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس کے پس
لیکن ابن عمر تو داخل ہوگئے صف مین اور شریک فرض ہوگئے اور لیکن ابن عباس پس اونکون
اونہون نے دو رکعت سنت بعد اوسکے شریک جماعت ہوئے پس جب سلام پہیرا امام نے بیٹہے رہے ابن عمر

یہانتک کہ طلوع ہوا آفتاب پس ادا کین ابن عمر نے دو رکعت سنت اور بہی ابو عثمان انصاری سے روایت
کی جاء عبد اللہ بن عباس والامام فی صلوٰۃ الغداۃ ولم یکن صلے الرکعتین فصلے عبد اللہ بن عباس الرکعتین
خلف الامام ثم دخل معہم انتہی یعنے آئے ابن عباس اوسوقت کہ امام صبح کی نماز مین تہے اور نہین پڑہی تہی انہون نے
دو رکعت سنت پس ادا کین ابن عباس نے پیچہے صفوف کے دو رکعت سنت پہر داخل ہوئے نماز مین اور بہی
محمد بن کعب سے روایت کی خرج عبد اللہ بن عمر من بیتہ فاقیمت للصبح فصلے رکعتین قبل ان یدخل المسجد وہو
فی الطریق ثم دخل المسجد فصلے الصبح مع الناس انتہی یعنے نکلے عبد اللہ بن عمر اپنے گہر سے پس اقامت ہوئی
نماز صبح کی پس پڑہ لین ابن عمر نے دو رکعت سنت راہ مین قبل داخل ہونے مسجد کے پہر داخل ہوئے
مسجد مین پس پڑہی نماز صبح ساتہ لوگون کے اور بہی نافع سے روایت کی ایقظت ابن عمر لصلوٰۃ الفجر و
قد اقیمت الصلوٰۃ فقام فصلے الرکعتین انتہی یعنے جگا یا مین نے ابن عمر کو نماز صبح کے واسطے اور تحقیق
اقامت کہی گئی نماز صبح کی پس کہڑے ہوئے ابن عمر اور دو رکعت سنت پڑہ لین بعد اوسکے مسجد مین جا کر
شریک فرض ہوئے اور بہی زید بن اسلم سے روایت کی جاء ابن عمر والامام یصلے صلوٰۃ الصبح ولم یکن
صلے الرکعتین قبل صلوٰۃ الصبح فصلاہما فی حجرۃ حفصۃ ثم انہ دخل مع الامام انتہی یعنے آئے ابن عمر اوس حال
مین کہ امام نماز صبح پڑہ رہے تہے اور نہین ادا کین تہین ابن عمر نے دو رکعت سنت صبح کی پس ادا کین وہ
دونون رکعت انہون نے حجرہ مین اپنی ہمشیرہ ام المومنین حضرت حفصہ رض کے پہر داخل ہوئے نماز مین ساتہ
امام کے اور بہی ابو عبید اللہ سے روایت کی ان ابا الدرداء کان یدخل المسجد والناس صفوف فی المسجد فی
صلوٰۃ الفجر فیصلے الرکعتین فی ناحیۃ ثم یدخل مع القوم فی الصلوٰۃ انتہی یعنے تہے ابو الدرداء داخل ہوتے تہے
مسجد مین اوس حال مین کہ لوگ صفین باندہے ہوتے تہے صبح کی نماز مین پس پڑہ لیتے تہے دو رکعت سنت
ایک کنارہ مین پہر داخل ہوتے تہے نماز مین ساتہ لوگون کے پس ان آثار سے جو شرح معانی الآثار مین باسانید
معتبرہ و طرق متعددہ مروی ہین معلوم ہوا کہ حنفیہ کا مذہب موافق ہے فعل اجلہ صحابہ کے جیسے عبد اللہ
بن عمر و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن مسعود و ابو الدرداء وغیرہم اور یہی مذہب ایک جماعت تابعین کا ہے
جیسا کہ طحاوی نے ابو عثمان نہدی سے روایت کی ہے کنا نجئی وعمر بن الخطاب فی صلوٰۃ الصبح فنرکع الرکعتین
ثم ندخل معہ فی الصلوٰۃ انتہی یعنے تہے ہم کہ آتے تہے مسجد مین اوس حال مین کہ حضرت عمر رض صبح کی نماز
پڑہاتے ہوتے پس ادا کر لیتے ہم دو رکعت سنت پہر داخل ہوتے اونکے ساتہ نماز مین اور شعبی سے
روایت کی کان مسروق یجئی الی القوم وہم فی الصلوٰۃ ولم یکن رکع رکعتی الفجر فیصلے الرکعتین فی المسجد ثم یدخل
مع القوم فی صلاتہم انتہی یعنے تہے مسروق رح کہ آتے تہے مسجد مین اور لوگ نماز فرض پڑہتے ہوتے

پس پڑھ لیتے دو رکعت سنت مسجد مین پہر داخل ہوتی ساتھ قوم کے نماز مین اور حسن بصری سے روایت کی ہے
اذا دخلت المسجد ولم تصل رکعتی الفجر فصل وان کان الامام یصلی ثم ادخل معہا انتہی یعنے جب جاوے تو مسجد مین اور
نہ پڑہی ہو تو نے دو رکعت سنت پس پڑہ لے تو اسکو اگرچہ امام فرض پڑہ رہا ہو پہر داخل ہو نماز مین امام کے اور
یونس سے روایت کی کان الحسن یقول یصلیہما فی ناحیۃ المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلاتہم انتہی یعنے تہی حسن بصری
کہتے تہے پڑہ لے دو رکعت سنت گوشہ مسجد مین پہر داخل ہو جاوے ساتھ امام کے ان روایات سے معلوم ہوا کہ سنت پڑہ لینا
صبح کے بعد اقامت صبح زمانہ صحابہ مین شائع تہی اور کسی سے اوسپر انکار منقول نہین پس یہ عمل صحابہ وغیرہم کا مؤید ہوگی
اوس حدیث کے جو بیہقی وغیرہ نے روایت کی اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الصبح یعنے جسوقت کہ
اقامت کہی جاوے فرض کی پس نہین ہے کوئی نماز مگر نماز فرض مگر دو رکعت سنت صبح کی کتب اصول مین یہ بات ثابت ہے کہ
کبہی حدیث ضعیف بوجہ قرائن خارجیہ کے قوی ہو جاتی ہے بنا بر علیہ یہ حدیث اگرچہ من حیث السند ضعیف ہے اسوجہ سے
کہ اسکی رواۃ مین حجاج بن نصیر و عباد بن کثیر ضعیف ہین مگر عمل صحابہ موافق اسکے اوسکا مقوی ہوگا اور اوسکے ضعف کو
رفع کر دیگا پس بوجہ اس حدیث کے ساتھ عمل صحابہ کے دو رکعت سنت کا اوس حدیث سے جو مطلق ہے استثنا کر لیا جاوےگا
اور نیز وہ حدیث جسمین سنت فجر کی بہی ممانعت وارد ہوئی یعنے اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ قالوا ولا رکعتی الفجر
قال ولا رکعتی الفجر یعنے جب اقامت کہی جاوے نماز فرض کی پس نہین ہے کوئی نماز مگر نماز فرض کہا صحابہ نے یا رسول اللہ
اور نہ دو رکعت سنت فجر کی فرمایا آپ نے نہ دو رکعت فجر کی یعنے بعد اقامت کے یہ بہی نہ پڑہی جاوین اس حدیث کو
روایت کیا ابن عدی وغیرہ نے اور کہا ابن حجر نے فتح الباری مین اسنادہ حسن انتہی یعنے اسناد اسکا حسن معتبر ہے پس
حنفیہ کے نزدیک یہ ممانعت محمول ہے اوس صورت پر جب کہ خوف ہو فرض نہ ملنے کا یا اوس صورت پر کہ سنت متصل صفوف
فرض ادا کی جاوے اسوجہ سے کہ سنت پڑہ لینا حنفیہ کے نزدیک اوس صورت مین جائز ہے جب یہ خیال ہو کہ
بعد ادا کرنے سنت کے جماعت فرض کی ملجاویگی اور اگر خوف نکلنے کا ہو تو سنت چہوڑ دینا چاہیے اور ادا کرنا سنت کا
مشروط ہے اس امر کے ساتھ کہ متصل صفوف مسجد کے ادا نہووے بلکہ اپنے گہر مین یا مسجد مین صفون سے علیحدہ
غنیہ شرح منیہ مین ہے یکرہ فی جمیع ذلک ان یصلی مخالطا للصف او خلف الصف من غیر حائل بل یصلی فی المسجد الصیفی
ان کان الامام فی الشتوی او فی الشتوی ان کان الامام فی الصیفی او خلف اسطوانۃ انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ سنت فجر
وغیرہ پڑہنا مکروہ ہے بعد اقامت فرض کے صفوف فرض کے متصل یا پیچہے صفوف کے بدون حائل کے بلکہ چاہیے کہ
جس درجہ مین امام ہو اوس درجہ مین سنت نہ پڑہے بلکہ دوسرے درجہ مین یا کسی ستون مسجد کی آڑ مین ادا کرے
اور بہی غنیہ مین ہے ولا یرد علی ما ذکرنا من صلوۃ سنۃ الفجر بعد شروع الامام فی الفرض ما رواہ البخاری من حدیث
عبد اللہ بن بحینۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا من الازد یصلی رکعتین وقد اقیمت الصلوۃ فلما انصرف رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم لاث بہ الناس فقال لہ ابصبح اربعا آلصبح اربعا لان ذلک اما لان الرجل مصلیا فی المسجد حائل
تشویش علے المسلمین اولانہ صلے اللہ علیہ وسلم ظن انہ صلے الفرض ولذا انکر علیہ بقولہ الصبح اربعا ای اتصلے الصبح اربعا
انتھی ماحاصل اسکا یہ ہے کہ بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو کہ قبیلہ ازد سے تہا آن حضرت نے دیکہا کہ رکعت
پرہ رہا ہے بعد اسکے کہ صبح کی اقامت ہوگئی تہی پس بعد فراغت نماز صبح کے لوگون نے اوسکو گہیرا اور آن حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس سے فرمایا کہ کیا صبح کی نماز تم چار رکعت پرہتے ہو یہ حدیث ہمارے مذہب کے منافی نہین ہے
اسوجہ سے کہ اوس شخص نے یا تو مسجد ہی مین بدون کسی حائل کے سنت پرہنا شروع کردی تہین یا آپ نے یہ گمان کیا
کہ وہ فرض پڑہ رہا ہے اسوجہ سے آپ نے اوسپر انکار فرمایا اور یہ اس سے نہین ثابت ہی کہ سنت ادا کرنا مطلقا منع ہے
اگرچہ کسی ستون کی آڑ مین ہو خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر عمل صحابہ سے قطع نظر کیجاوے اور صرف ظواہر احادیث صحیحہ مرفوعہ
سے بحث کیجاوے تو بیشک سنت فجر نہ پڑہنے کا بعد اقامت فرض کے ثبوت قوی معلوم ہوتا ہے مگر حنفیہ پر کچہ الزام
وارد نہین ہو سکتا ہے اسوجہ سے کہ اونہون نے احادیث مرفوعہ کا بہی لحاظ رکہا اور عمل صحابہ کو بہی خیال کرکے موافق
اصول کے حدیث ضعیف کی بہی تقویت کی اور بعد جمع و تطبیق کے ایک امر منقح اختیار کیا آپ نہین ہی کہ انہون نے اپنی
راے سے خلاف حدیث کے کہدیا **قولہ** اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث کے یہ ہے جو کہ ہدایہ اور شرح وقایہ
اور کنز وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا واحصان الرجم ان یکون حرا عاقلا بالغا مسلما الخ یعنے اور محصن ہونا سنگسار
ہونے کا یہ کہ ہوزانی آزاد عاقل بالغ مسلمان اور یہ کہ نکاح کرچکا ہو یہ عبارت دلیل ہے اس بات پر کہ امام اعظم کے
نزدیک اگر آزاد عاقل بالغ مسلمان زنا کرے تو اوسکو سنگسار کرنا چاہیے اور اگر سواے مسلمان کے کوئی اور زنا کرے تو
اوسکو سنگسار نہ کرنا چاہیے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے
عبد اللہ بن عمر سے ان الیہود جاؤا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ یعنے ایک جماعت یہود سے آئی حضرت رسول اکرم کے
پاس اور ذکر کیا اونہون نے روبرو حضرت کے کہ ایک مرد نے اونہین سے اور ایک عورت نے زنا کیا پس فرمایا ازکو
رسول خدا نے کہ کیا پاتی ہو تم توراۃ مین بیچ مقدمہ زنا کے کہا یہودیون نے فضیحت کرتے ہین ہم زنا کرنے والون کو
اور درے مارے جاتے ہین وہ کہا عبد اللہ بن سلام نے جہوٹ بولتے ہو تم تحقیق توراۃ مین بہی رجم ہے بس
لاؤ تم توراۃ کو پس کہولا اوسکو اور رکہدیا ایک نے اونہین سے ہاتہ اپنا رجم کی آیت پر یعنے چہپا لیا ہاتہ کے نیچے اور پڑہ لیا
اوسکے پہلے سے اور اوسکے پیچہے سے پس کہا عبد اللہ بن سلام نے اوٹہا ہاتہ اپنا پہر اوٹہا یا ہاتہ پس ناگہان اوسمین
تہی آیت رجم کی پہر حکم فرمایا اون دونون کے لیے سنگسار کرنے کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے **اقول** آپکو یہ بہی معلوم ہے
یا نہین کہ حنفیہ نے بہی روایات سے استدلال کیا ہی اور اپنی راے سے ایمان کی شرط کو نہین زائد کیا اور اس حدیث کا
جسمین آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کافر زانی کو رجم کیے جانے کا حکم فرمانا مذکور ہے کچہ جواب بہی دیا ہے

ایک حدیث کو جو مخالف مذہب امام اعظم ظاہر معلوم ہوتی ہوئے لیا اور احادیث موافقہ کو چھوڑ دیا اور حنفیہ پر
اعتراض مخالفت کا کر دیا معلوم نہیں کسنے آپ کو تعلیم کیا ہے خدا جانے کس جفا کار غدار سے آپ نے اس طرح کو
سیکھا ہے ۵ شیوۂ جور وستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو ۰ دیکھو دیکھو ہرکسیکا دل دکھانا منع ہے ۵ ہم اس مقام پر عبارت
حاشیہ موطا امام محمد کی جو مسمے بہ التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد ہے نقل کیے دیتے ہین اور حاصل یعنی اوسکا بھی
بیان کیے دیتے ہین اور بسبب اسکے کہ اسقدر تحقیق سمجھ دار کے واسطے کافی ہے اوسپر اکتفا کرتے ہین تعلیق ممجد مین
شرح اوس حدیث مین جو آپ نے نقل کی ہے مسطور ہے ہذا صریح فی ان الاسلام لیس بشرط فی الاحصان کما ذہب
الیہ الشافعی واحمد وابو یوسف فی روایۃ یعنے یہ حدیث صریح ہے بیچ اس امر کے کہ اسلام احصان مین شرط نہین ہے
جیسا کہ گئے طرف اسکے امام شافعی اور امام احمد اور امام ابو یوسف بیچ ایک روایت کے یعنے امام شافعی اور امام احمد
اور امام ابو یوسف کے نزدیک موافق ایک روایت کے احصان مین اسلام شرط نہین ہے جیسا کہ اس حدیث
سے معلوم ہوتا ہے پس اگر کافر عاقل بالغ بھی زنا کریگا تو وہ بھی سنگسار کیا جاویگا وعند ابی حنیفۃ ومحمد والمالکیۃ
الاسلام شرط اور نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام محمد اور امام مالک کے اسلام شرط ہے واستدلوا باحادیث وردت
فی ذلک اور دلیل پکڑی ان لوگون نے ساتھ چند احادیث کے کہ وارد ہوئی ہین اس باب مین یعنے اس امر مین
کہ اسلام شرط ہے واجابوا عن رجم الیہودیین بان ذلک کان فی ابتداء الاسلام بحکم التوراۃ ولذلک سالہم عن
ما فیہا ثم نزل حکم الاسلام بالرجم باشتراط الاحصان واشتراط الاسلام فیہ اور جواب دیا ہے ابو حنیفہ وغیرہ
نے قصہ سنگساری یہود سے باین طور کہ یہ امر تھا ابتداء اسلام مین بحکم توراۃ اور اسی وجہ سے سوال کیا آنحضرت نے
یہود سے حکم توراۃ سے اور موافق حکم توراۃ کے اونپر سنگساری کا حکم لگایا بعد اوسکے نازل ہوا حکم رجم کا ہمارے
دین مین ساتھ شرط احصان کے اور شرط اسلام کی بیچ احصان کے بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم من اشرک باللہ فلیس
بمحصن ساتھ قول آنحضرت کہ جو شخص شرک کرے وہ محصن نہین ہے اخرجہ اسحق بن راہویہ فی مسندہ عن ابن عمر
مرفوعا روایت کیا اس حدیث کو اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند مین عبداللہ بن عمر کے ذریعے سے مرفوع واخرجہ
الدارقطنی فی سننہ وقال الصواب انہ موقوف اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے اپنی سنن مین اور کہا کہ
صواب یہی کہ یہ حدیث موقوف ہے ابن عمر پر یعنے یہ قول اونہین کا ہے آنحضرت کا نہین ہے واخرج الدارقطنی
وابن عدی عن کعب بن مالک انہ اراد ان یتزوج یہودیۃ فقال رسول اللہ لا تزوجہا فانہا لا تحصنک وفیہ انقطاع
وضعف یعنے روایت کیا دارقطنی اور ابن عدی نے کعب بن مالک سے کہ اونہون نے قصد کیا نکاح کرنیکا ایک یہودیہ سے
پس فرمایا آنحضرت نے اونسے کہ نہ نکاح کرو تم یہودیہ سے پس تحقیق کہ وہ تمکو محصن نکریگی یعنے اوسکے نکاح
کرنے سے بسبب اسکے کہ وہ کافر ہے تم مین صفت احصان کی نہ آویگی اور اس روایت کی سند مین انقطاع اور

صفت ہو وادرد علیہم ان سیاق قصہ رجم الیہود شاہد بان الرجم کان ثابتا فی الاسلام ولم یکن الاسلام شرطا عند ذلک لانکن حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشتراطا
نسوف شرطا تماما رتبت منسوخۃ اما ما الزمنا علیہم فنیز اعتراض کیا گیا ہے ان لوگون پر جنہون نے اس جواب دیا ہے باین طور کہ سیاق روایت قصہ رجم یہود شاہد ہے
اس پر کہ اسوقت حکم رجم ہماری شریعت مین موجود تھا اور اسلام احصان مین شرط نہ تھا اور نہین ممکن ہے حکم کرنا آن حضرت کا ساتھ
تورات کے برخلاف اپنی شریعت کے اسوجہ سے کہ احکام تورات کے منسوخ ہوگئے تھے پس اگر ہماری شریعت مین
حکم رجم کا اوسوقت مین نہوتا آپ کبھی رجم کا حکم نہ فرماتے اور آپ نے یہود سے سوال اونکے تورات کے حکم کا صرف
واسطے الزام یہود کے فرمایا تھا نہ اسواسطے کہ اوسی کے موافق حکم فرما دین فالصواب ان یقال ان ہذہ القصۃ دلت
علی عدم اشتراط الاحصان والحدیث المذکور دل علیہ والقول مقدم علی الفعل یعنے پس صحیح جواب بین طرف سے حنفیہ
اور مالکیہ کے یہ ہے کہ کہا جاوے کہ اس قصہ نے دلالت کی اوپر نہ شرط ہونے احصان اور اسلام کے اور حدیث سابق
یعنے من اشرک باللہ فلیس بمحصن وغیرہ نے دلالت کی اوپر اشتراط کے اور وہ حدیث قولی ہے اور حدیث قصہ رجم یہود
فعلی ہے اور قول مقدم ہے فعل پر پس جو امر قول نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اوسی پر عمل کرنا چاہیے مع ان فی
اشتراطہ احتیاطا وہو مطلوب فی باب الحدود یعنی باوجود اسکے کہ شرط لگانے مین اسلام کی احتیاط ہے اور احتیاط
باب حدود مین مطلوب ہے کذا حققہ ابن الہمام فی فتح القدیر ایسی تحقیق کیا ہے کمال الدین محمد بن عبد الواحد معروف
با بن الہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین وہو تحقیق حسن الا انہ موقوف علی ثبوت الحدیث المذکور من طریق صحیح
انتہی یعنے اور وہ تحقیق اچھی ہے مگر یہ کہ موقوف ہے ثابت ہونے حدیث قولی پر کسی طریق معتبر ومعتمد سے خلاصہ
مرام یہ ہے کہ اگرچہ حدیث رجم یہود سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ احصان مین اسلام شرط نہین ہے مگر چونکہ حنفیہ
کو ایک حدیث قولی ایسی مل گئی کہ اشتراط پر دلالت کرتی ہے اسوجہ سے اونہون نے کہا کہ احصان مین اسلام
شرط ہے اور موافق قاعدہ اصول کے اوسکو ترجیح دی قولہ ص۱۱۲ اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث کے یہ ہے
جو کہ ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے وان کانت العصر او المغرب او الفجر الخ یہ عبارت
دلیل ہے اس بات پر کہ اگر کوئی شخص صبح یا عصر کی فرض پڑھ چکا ہو تو وہ اگر اوس مسجد مین چلا جاوے جہان
صبح یا عصر کی نماز کی تکبیر یا جماعت ہو رہی ہو تو اوسکو امام اعظم کے نزدیک جماعت مین شامل ہونا نہ چاہیے
سو اس مسئلہ مین امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی مین روایت ہے یزید بن
اسود سے شہدت مع رسول اللہ الخ اقول اس مقام پر بھی آپ نے عادت قدیمہ کو اختیار کیا کہ جو احادیث موافق
مذہب امام اعظم کے صحاح ستہ مین مروی ہین اونکو چھوڑ کے ایک حدیث جو بظاہر مخالف معلوم ہوتی ہے ذکر کرکے اعتراض
کر دیا ع مثل رقیب جوش کے ہم آشنا نہین مجبور ہے راست راست بات ہو کہدین ہزار مین ۔ صحیح مسلم مین ابو امامہ
سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صل الصبح ثم اقصر عن الصلوۃ حتی تطلع الشمس یعنی نماز صبح کی

بعد اسکے نماز نہ پڑھے یہانتک کہ آفتاب طلوع کرے اور یہی ادرسی روایت ہے اور صلوٰۃ ثم اقصر عن الصلوٰۃ حتی
تغرب الشمس یعنے بعد نماز عصر کے نماز نہ پڑھو یہانتک کہ غروب ہو جاوے آفتاب اور مسند احمد میں روایت
اور سنن بیہقی میں علی مرتضیٰ سے مروی ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلے دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ الا الفجر
والعصر یعنے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے نوافل ہر فرض کے بعد مگر نماز صبح اور نماز عصر کہ انکے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے
اور صحیح مسلم میں حفصہؓ سے مروی ہے کان رسول اللہ اذا طلع الفجر لا یصلے الا رکعتین خفیفتین یعنے تھے آنحضرتؐ
کہ جب طلوع کرتی صبح صادق نہیں پڑھتے تھے نوافل مگر دو رکعت قبل فرض کے اور سنن ابو داؤد میں ابن عمر
سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لا تصلوا بعد الفجر الا سجدتین یعنے نہ پڑھو بعد طلوع
صبح صادق کوئی نماز نفل مگر دو رکعت سنت اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابو سعید خدری سے مروی ہے
کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لا صلاۃ بعد الصبح حتے تطلع الشمس ولا صلاۃ بعد العصر حتے تغرب الشمس
یعنے نہیں جائز ہے نماز نفل پڑھنا بعد نماز صبح کے یہانتک کہ طلوع کرے آفتاب اور نہیں جائز ہے بعد نماز
عصر کے یہانتک کہ غروب ہووے آفتاب اور صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے مروی ہے نہی رسول اللہ
عن الصلوٰۃ بعد الصبح حتے تطلع الشمس وعن الصلوٰۃ بعد العصر حتے تغرب الشمس یعنے منع فرمایا آنحضرت صلعم نے
نماز سے بعد نماز صبح کے تا به طلوع آفتاب اور نماز سے بعد نماز عصر کے تا غروب آفتاب اور ترمذی نے لکھا ہے
وفی الباب عن علی وابن مسعود وابی سعید وابی ہریرۃ وعقبۃ بن عامر وابن عمر وسمرۃ بن جندب وسلمۃ بن الاکوع
وزید بن ثابت وعبد اللہ بن عمرو ومعاذ بن عفراء وکعب بن مرۃ وابی امامۃ وعمرو بن عبسۃ ویعلے بن امیۃ و
معاویۃ والصنابحی وعائشۃ انتہی یعنے اس باب ممانعت نماز میں بعد صبح اور بعد عصر کے روایت کی ہے آنحضرتؐ سے
علی مرتضیٰ اور عبد اللہ بن مسعود اور ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ اور عقبہ اور عبد اللہ بن عمر اور سمرہ اور سلمہ
اور زید اور عبد اللہ بن عمرو اور معاذ بن عفرا اور کعب بن مرہ اور ابو امامہ اور عمرو بن عبسہ اور یعلے
بن امیہ اور معاویہ اور عائشہ اور صنابحی نے اور قبل اس عبارت کے ترمذی نے ابن عباس سے روایت
کی ہے سمعت غیر واحد من اصحاب رسول اللہ منہم عمر بن الخطاب وکان من احبہم الی ان رسول اللہ صلعم
نہی عن الصلوٰۃ بعد الفجر حتے تطلع الشمس وعن الصلوٰۃ بعد العصر حتے تغرب الشمس یعنے سنا میں نے بہت سے
صحابہ رسول اللہؐ سے اور منجملہ اونکے حضرت عمر ہیں اور تھے وہ سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نزدیک
میرے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا نماز سے بعد نماز فجر کے یہانتک کہ طلوع کرے آفتاب اور
نماز سے بعد عصر کے یہانتک کہ غروب کرے آفتاب بعد اوسکے ترمذی نے لکھا ہے وہو قول اکثر الفقہاء
من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم ومن بعدہم انہم کرہوا الصلوٰۃ بعد الصبح حتے تطلع الشمس وبعد العصر حتے

تغرب الشمس واما الصلوات الفوائت فلا باس ان تقضے بعد العصر وبعد الصبح انتہی یعنے یہی قول ہی
اکثر فقہاء کا صحابہ رسول سے اور بعد صحابہ کے تحقیق ان لوگون نے مکروہ سمجھا ہے نماز نفل کو بعد نماز صبح کے
تا طلوع آفتاب اور بعد عصر کے تا غروب آفتاب اور لیکن نماز قضا پس نہین مضائقہ ہی اس امر مین کہ ادا کی جاوے
بعد صبح اور بعد عصر کے ان احادیث سے اور ایسی اور روایات سے جو صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث مین ساتھ اسانید
صحیحہ مروی ہین یہ امر ثابت ہے کہ بعد نماز عصر کے تا بغروب آفتاب مطلقاً نوافل مکروہ ہین اور ایسی بعد نماز
صبح کے تا بطلوع آفتاب اور ایسی بعد طلوع صبح صادق کے تا طلوع آفتاب نوافل ممنوع ہین مگر دو رکعت
سنت فجر پس اسیوجہ سے حنفیہ کہتے ہین کہ جو شخص ایک مرتبہ صبح اور عصر کی فرض پڑہ چکا ہے اور پہر اوسنے
جماعت نماز کی کسی مسجد مین پائی تو وہ شریک نہو اسوجہ سے کہ اگر شریک ہوا تو یہ نماز اوسکے حق مین نفل
ہوگی جیسا کہ امام احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور دار قطنی اور حاکم اور ابن السکن اور ابن حبان
نے یزید بن الاسود سے روایت کی کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اون دو صحابی سے جو فرض گہر مین پڑہ
آئے تھے اور شریک جماعت نہین ہوے تھے فرمایا اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معہم
فانہا لکم نافلۃ یعنے جب نماز پڑہ ہو تم اپنے گہرون مین پہر آؤ تم اوس مسجد مین کہ وہان جماعت ہو رہی ہو تو
شریک ہو جاؤ تم اونکے ساتھ پس تحقیق یہ نماز جماعت تمہارے واسطے نفل ہوگی اس حدیث سے صاف
معلوم ہوا کہ جب ایک مرتبہ فرض پڑہ چکا اور شریک جماعت ہوا تو یہ نماز جو جماعت کے ساتھ پڑہتا ہی
اوسکے واسطے نفل ہوگی پس اگر صبح اور عصر کی نماز پڑہنے کے بعد شریک جماعت ہوگا تو ادا کرنا نفل کا
بعد صبح اور عصر کے لازم آویگا اور وہ باحادیث صحیحہ ممنوع ہے اور مغرب مین ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ
جب ایک مرتبہ فرض مغرب پڑہ چکا اور پہر شریک جماعت ہوگیا تو یہ نماز اوسکے حق مین نفل ہوگی اور
نفل تین رکعت کی ہمارے دین مین نہین ہے پس جب شریک جماعت مغرب ہوا دو حال سے خالی نہین
یا تو امام کے ساتھ تین رکعت پر سلام پہیریگا اس صورت مین تین رکعت نفل پڑہنا لازم آویگا اور یا بعد
سلام امام کے چوتھی رکعت ملادیگا اس صورت مین مخالفت امام کی لازم ہوگی اور یہ دونون شرعاً نہین
جائز ہین اسیوجہ سے عبد اللہ بن عمر نے فرمایا ہے من صلے صلوۃ المغرب فی بیتہ او الصبح ثم ادرکہما فلا یعیدہما
غیر ما قد صلاہما روایت کیا اسکو مالک نے موطا مین حاصل اسکا یہ ہے کہ جو شخص نماز مغرب اور صبح پڑہ چکا
اور پہر اوسنے جماعت پائی تو وہ شریک جماعت نہووے باقی رہی وہ حدیث جسکو آپ نے [illegible]
نہا یا ہے کیونکہ اوس سے [illegible] ثابت ہے کہ وہ صحابی جو گہر سے فرض صبح پڑہ کے آئے تہے اونکو آپ نے
جماعت شریک ہونے کی [illegible] کہ وہ حدیث معارض ہے ساتھ اور احادیث صحیحہ کے [illegible]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صبح کی نماز ایک مرتبہ پڑھ چکا ہو وہ بھی دوبارہ شریک جماعت ہو سکتا ہے
اور احادیث صحیحہ جو متعدد طرق سے بہت سے صحابہ کے طریقہ سے باب ممانعت نوافل میں بعد نماز صبح اور نماز
عصر کے مروی ہیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ بعد ادا کرنے نماز صبح اور عصر کے دوبارہ شریک جماعت نہو سکے
اور جب دو حدیثوں میں تعارض ہووے اس طرح پر کہ ایک امر کے جواز پر ایک حدیث دلالت کرے
اور دوسری حدیث اوسکے عدم جواز پر دلالت کرے تو احتیاطاً وہی حدیث مقدم کیجاتی ہے جس سے
ممانعت نکلتی ہے جیسا کہ کتب اصول میں تفصیل تمام مذکور ہے اسی سبب سے حنفیہ نے اون احادیث
کثیرہ پر عمل کیا جنسے ممانعت نکلی ہے اور اس حدیث پر عمل نہیں کیا جو جواز پر دلالت کرتی ہے اور اگر آپ
اس قاعدہ کو نہ مانیے گا تو بڑی دقت آپ کو پیش آویگی اور ترک احادیث کثیرہ کا بمقابلہ ایک حدیث
کے لازم آویگا ہمکو بڑا تعجب ہے کہ ایک حدیث کے چھوڑنے کو تو آپ گوارا نہیں کرتے ہیں اور حنفیہ پر
اعتراض اوسکی مخالفت کا کر رہے ہیں اور بہت سی احادیث صحاح ستہ کو جو ممانعت پر دلالت کرتی ہیں
واگذاشت کیے دیتے ہیں سچ کہا ہے جسنے کہا ہے یک من علم را دہ من عقل باید فی الواقع اگر انسان کو عقل
وفہم نہووے تو صرف علم اوسکو مفید نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ علم اوسکے نقصان عقل کی وجہ سے راہ ضلالت تک
پہونچا دیتا ہے نعوذ باللہ منہ **قولہ** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس عورت کی شادی ہوئی ہو وہ
اگر زنا کرے تو اوسکو شہر سے نکالدینا اور درے مارنا دونوں کام جائز نہیں سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں
خلاف کیا ان دو حدیثوں کا **اقول** کیوں جھوٹ پر کمر باندھی ہے کچھ خدا کا بھی خوف باقی ہے یا نہیں اگر بندوں
سے حیا و شرم اڑا دی اور یہ نہ سمجھے کہ ہمارے جھوٹ کی حقیقت کھل جاویگی مفت رسوائی ہوگی تو کیا خدا سے بھی شرم
باقی نہیں ع کون سنتا ہے کہانی تری اے یار غلط چہ کیوں بغل میں سے ہوتا ہے تو طومار غلط خدا جانے
کس احمق نے آپکو یہ مسئلہ بتا دیا اور ہدایہ کا حوالہ دے دیا کہ آپ خوش ہو کے اعتراض کرنے لگے اور بیہودہ
کے ایسے مدہوش ہوے کہ قرآن کو بھولگئے ورنہ اس بحث میں حدیثوں کے بیان کی کیا ضرورت تھی خود
قرآن شریف میں آیت الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ سے حکم درے لگانے کا ثابت ہے
یہ آیت اعتراض جانے کے لیے کافی ووافی تھی یہ مسئلہ جو آپنے بیان کیا ہے اسکا پتہ نشان ہدایہ میں کیا
تمام کتب حنفیہ میں کہیں نہیں ہے ہدایہ اور وقایہ اور کنز اور شرح وقایہ بلکہ تمام کتب فقہ میں یہ امر مسطور ہے
کہ جو عورت یا مرد محصن ہو اور زنا کرے تو وہ سنگسار کیا جاویگا اور محصن کہتے ہیں اوس شخص کو جو حر مسلم مکلف ہو
اور نکاح صحیح وطی کر چکا ہو اور جو غیر محصن ہو اوسکو سو درے لگائے جاوین عبارت شرح وقایہ کی یہ ہے

[illegible] ... حتى يموت ... ان حصنات رجم وللغير المحصن جلد مائة انتهى

ہدایہ وغیرہ میں ہے پس جس عورت کی شادی ہوئی ہو لیکن بکر یعنی شگفتہ ہونا باقی ہو اور شوہر سے نہ ہوا اور جب ثیبہ ہوئی
اور ساتھ ہو کا فر ہوا اور سیر سر ور سے باتفاق حنفیہ مارے جاوینگے ان شہر سے نکال دینا زنا کرنے والے کو حنفیہ کے
نزدیک حد میں داخل نہیں ہے بلکہ بطور سیاست امام کی اختیار ہے قولہ ہدایہ وغیرہ حنفیہ کی کتابون میں لکھا ہے
کہ واسطے ثبوت رضاع کے فقط عورتون کی گواہی معتبر نہیں اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو اس مسئلہ میں خلاف کیا
امام اعظم نے اس حدیث کا جو کہ بخاری میں روایت ہے عقبہ سے کہ تحقیق اوسنے نکاح کیا یحیٰی کی ماں کو جو بیٹی تھی
ابی اہاب کی پس آئی ایک عورت اور بولی میں نے دودھ دیا ہے تم دونون کو پھر پوچھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پس
فرمایا کیونکر ہوگا اور تحقیق کہا گیا پس جدا کر دیا عقبہ نے اور نکاح کیا عورت نے دوسرے کو اقول سبحان اللہ کیا
زمانے کا انقلاب ہے کہ جسکو حدیث کا ترجمہ کرنا بھی نہیں آتا ہے اور ٹھیک ترجمہ اوس سے نہیں ہو سکتا ہے
وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ پر مخالفت قرآن و حدیث کا الزام لگاتا ہے عوام کے بہکانے کو ناحق کا قصور اوٹھاتا ہے
تیم بالخطرہ ایمان سنتے تھے اب آنکھون سے دیکھتے ہیں مفسد بد عقیدہ دین اسلام میں طرح طرح کے مفسدے پیدا کرتے ہیں
ایسے لوگون کی تحقیقات واہیہ سے بچارے جاہلون کی مٹی برباد ہوتی ہے علاوہ دو مولف خیر مبین ہم تمسے
اور تمہارے اقران و امثال سے نصیحتہً کہتے ہیں کہ بے سمجھے بوجھے حدیث کے کسی امام پر اعتراض نہ کرو اور جبتک
استعداد علمی حاصل نہو میدان تحقیقات امور شرعیہ میں قدم نہ دہرو ورنہ جتنے فسادات دین میں واقع ہونگے
اور جتنے لوگ گمراہ ہو جائینگے اون سب کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا اور بروز حشر بڑا بوجھ تمکو لادنا پڑیگا
رنگ لائیگا ہر طرف رنگ حنا کوئی نہ سمجھیگا یہ ہمارے خون میں کیون آپ اپنے ہاتھ بھرتے ہیں ✽ آپ ذرا صحیح بخاری کا
مطلب ہمسے سمجھ لیجیے اور اپنی ناسمجھی پر نادم ہو جیے عبارت حدیث صحیح بخاری کی کتاب النکاح میں مطبوعہ
مطبع احمدی جسکا حوالہ آپنے دیا ہے یہ ہے قال تزوجت امرأۃ فجاءتنا امرأۃ سوداء فقالت ارضعتکما فاتیت
النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقلت تزوجت فلانۃ بنت فلان فجاءتنا امرأۃ سوداء فقالت لی انی قد ارضعتکما وہی کاذبۃ
فاعرض عنی فاتیتہ من قبل وجہہ قلت انہا کاذبۃ قال کیف بہا وقد زعمت انہا ارضعتکما دعہا عنک ترجمہ اسکا یہ ہے
کہ کہا عقبہ نے نکاح کیا میں نے ساتھ ایک عورت کے پس آئی ہمارے پاس ایک عورت سیاہ حبشیہ اور کہا اوسنے
کہ میں نے تم دونون کو دودھ پلایا ہے پس آیا میں آنحضرت کے پاس اور کہا میں نے کہ نکاح کیا تھا میں نے
فلانی عورت کے ساتھ پس آئی ہمارے پاس ایک حبشیہ اور کہا اوسنے کہ میں نے تم دونون کو دودھ پلایا ہے
اور وہ عورت جھوٹی ہے پس منہ پھیر لیا آنحضرت نے مجھسے اور کچھ جواب نہ دیا پس آیا میں سامنے سے آپکے
اور کہا کہ یا رسول اللہ وہ عورت جھوٹی ہے پس فرمایا آپ نے کیونکر تو اوس عورت کے ساتھ جس سے نکاح
کیا ہے مباشرت کر سکتا ہے اور اوسکو رکھ سکتا ہے حال یہ ہے کہ اوس حبشیہ نے ایک بات تو کہدی کہ جس سے

ہم دونوں کا بھائی بہن ہونا معلوم ہوتا ہے چھوڑ دے تو اوس عورت کو اور عبارت حدیث صحیح بخاری صفحہ ۲۶۳ کی
جسکا حوالہ آپنے دیا ہے یہ ہے ان امراۃ سوداء جاءت فزعمت انها ارضعتهما فذکر للنبی ﷺ فاعرض عنه وتبسم قال
کیف وقد قیل وکانت تحته ابنة ابی اهاب التمیمی حاصل اسکا یہ ہے کہ تحقیق ایک عورت حبشیہ آئی اور کہا اوسنے کہ
دودہ پلایا مین نے ان دونوں کو یعنے عقبہ کو اور اوسکی بی بی جو بیٹی تہین ابو اہاب تمیمی کی پس ذکر کیا عقبہ نے پاس
آنحضرت صلعم کے پس منہ پھیر لیا آپنے اور تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کیونکر تو اوسکو رکھہ سکتا ہے حال یہ ہے کہ ایک
بات توکہدی گئی اور بخاری نے اس حدیث کو باب تفسیر المشتبهات مین کتاب البیوع مین درج کیا ہے اور بخاری
بخاری نے اس حدیث کی روایت کی ہے کتاب العلم مین باب الرحلة فی طلب العلم مین اور کتاب الشهادات مین
باب شهادة الاماء والعبید مین اور روایت کیا اسکو ترمذی اور ابوداود اور نسائی وغیرہ نے بہی ان تمام روایات
کے الفاظ اگر دیکہیے تو کہیں اس امر کا نشان نہین کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی گواہی کو
باب رضاعت مین مقبول فرمایا بلکہ ان احادیث سے صاف یہ ثابت ہے کہ آپنے اوس عورت کے قول کو معتبر
نہین سمجہا اولاً تو اسوجہ سے کہ آپ نے پہلے عقبہ کے بیان پر روگردانی فرمائی اور پر ظاہر ہے کہ اگر ایک عورت کا
قول شرعاً مقبول ہوتا تو آپ اول ہی مرتبہ حکم فرمادیتے کہ رضاعت ثابت ہوگئی اور نکاح تمہارا باطل ہوگیا
ثانیاً اسوجہ سے کہ اگر رضاعت ثابت ہوگئی تہی تو آپ کیف وقد قیل نہ فرماتے بلکہ صاف کہدیتے کہ نکاح تیرا
باطل ہوگیا اس قول سے آپ کے معلوم ہوتا ہے کہ غرض بیان احتیاط ہے باین تقریر کہ وہ عورت جہوٹی ہو
اور قول اوسکا معتبر نہو مگر اب تمکو اپنی زوجہ سے معاشرت کرنا مناسب نہین ہے اسوجہ سے کہ ایک شبہہ رضاعت کا
بیان زدہ ہوگیا اور یہ امر کہہ تو دیا گیا پس اس حدیث سے اگر ثابت ہوا تو یہ ثابت ہوا کہ ایک عورت کی خبر رضاعت
دینے سے احتیاط یہی ہے کہ ترک کردے اور مقام شبہات سے بچے اسی اشارہ کے واسطے بخاری نے اس حدیث کو
باب المشتبهات مین ذکر کیا اور اس امر کے حنفیہ بہی قائل ہین قاضی خان اپنے فتاوے مین لکہتے ہین رجل
تزوج امراة فشهدت امراة انها ارضعتهما لا تثبت الحرمة بقولها وان کانت عدلة وان تنزه کان افضل انتهی
یعنے ایک شخص نے نکاح کیا ساتہ ایک عورت کے پس گواہی دی ایک عورت نے کہ اوسنے ان دونوں زن و
مرد کو دودہ پلایا ہے پس اسصورت مین نہین ثابت ہوگی حرمت صرف اوس عورت کے کہنے سے اگرچہ وہ عورت
عادلہ ہو اور اگر احتراز کریگا تو یہ افضل ہے اور نہایہ مین ہے اذا وقع فی قلبه انها صادقة فالاحوط ان
یتنزه عنها سواء اخبرت بذلک قبل النکاح او بعده وسواء شهد به رجل او امراة انتهی حاصل اسکا یہ ہے کہ جب
رضاعت کی خبر ایک مرد یا ایک عورت دیوے اور مرد کے دل مین اوسکی سچائی کا خیال گذرے تو اوسکو افضل یہ
ہے کہ ایسی عورت سے جسکے ساتہ شبہہ رضاعت کا ہوا ہے اجتناب کرے خواہ قبل نکاح کے ہو یا بعد نکاح کے

اور ملا علی قاری مرقاة شرح مشکوٰة میں لکھتے ہیں اختلف ای فی قبول قول المرأة الواحدة بارضاع الزوجین فذہب
مالک وغیرہ الی قبولہ عملا بظاہر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعقبة دعہا کما وقع فی بعض الروایات للبخاری وغیرہ من العلماء قالوا
ان الامر کان للاستحباب بدلیل قولہ کیف وقد قیل انتہی یعنے مختلف ہوئے علماء قبول کرنے میں قول ایک عورت کے
درباب دودھ پلانے زن وشوہر کے پس گئے امام مالک وغیرہ طرف قبول کرنے قول ایک عورت کے بسبب ظاہر قول
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے عقبہ کے دعہا یعنے چھوڑ دو تم اپنی بی بی کو جیسا کہ بعض روایات بخاری
میں موجود ہے اور سوا اونکے اور علماء نے کہا ہے کہ یہ امر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطے استحباب کے تھا
نہ واسطے وجوب کی بدلیل آپ کے قول کیف وقد قیل کے جو امر احتیاطی پر دلالت کرتا ہے اور فتح القدیر میں ہے
لاتقبل فی الرضاع شہادة النساء منفردات عن الرجال وانما یثبت بشہادة رجلین او رجل وامرأتین وقال مالک
یثبت بشہادة امرأة واحدة ان کانت موصوفة بالعدالة ونقل عن احمد واسحق والشافعی باربع نسوة والذی
فی کتبہم بشہادة امرأتین وکذا عند مالک انتہی یعنے نہیں مقبول ہے رضاعت میں گواہی صرف عورتوں کی اور
جز این نیست کہ ثابت ہوتی ہے رضاعت ساتھ گواہی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت کی اور کہا مالک نے جیسا کہ ہدایہ
میں ہے کہ ثابت ہوتی ہے ساتھ گواہی ایک عورت کے اگر ہو موصوف ساتھ عدالت کے اور نقل کیا گیا ہے امام احمد
اور اسحق اور شافعی سے اعتبار کرنا چار عورتوں کا اور اونکی کتابوں میں یہ ہے کہ ثابت ہوتی ہے رضاعت
ساتھ گواہی دو عورت کے اور ایسی ہی امام مالک کے نزدیک بعد اسکے فتح القدیر میں مرقوم ہے لنا ان ثبوت
الحرمة لاتقبل الفصل عن زوال النکاح والاملاک لاتزال الا بشہادة رجلین او رجل وامرأتین انتہی یعنے ہماری
دلیل یہ ہے کہ ثبوت حرمت نہیں جدا ہوتی ہے زوال نکاح سے یعنے جب حرمت رضاعت ثابت ہوگی ملک
نکاح زائل ہو جائیگی اور زوال ملک نہیں ہوتا ہے مگر ساتھ گواہی دو مرد یا ایک [illegible] عورت کے پھر بعد اسکے مرقوم ہے
واما الحدیث فکان للتورع انتہی یعنے لیکن حدیث عقبہ کی پس محمول ہے اوپر احتیاط اور تقوے کے الحاصل
جو امر حدیث سے ثابت ہے امام ابوحنیفہ بھی اوسکے منکر نہیں ہیں اور جس امر کے وہ قائل ہیں اوسکے
خلاف پر حدیث عقبہ کی کیا کوئی حدیث دلالت نہیں کرتی ہے پس اعتراض کرنا معترض محض مہمل ہے اور زیادہ
تحقیق اس مسئلہ کی رسالہ الافصاح عن حکم شہادة المرأة فی الرضاع میں موجود ہے جسکو شوق تحقیق ہو
(تصنیف مولوی ابو الحسنات محمد عبد الحی ۱۲) اوسکو دیکھے سے قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی [illegible] کی عورت مسلمان ہو کر دار الحرب
دار الاسلام میں آجاوے تو اونکا نکاح ایسے میں ٹوٹ جاتا ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ مسند
امام احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے ابن عباس سے کہ کہا پھیر دی رسول اللہ نے
اپنی بیٹی ابی العاص بن الربیع بعد چھ برس کے ساتھ پہلے نکاح کے اور نہ نکاح کیا اوسکا نیا اقول کا امام اعظم

اور اونکے مقلدون سے عداوت قلبی ہے یا اتہام کرنے کی عادت جبلی ہے کہ جس قول کے امام اعظم قائل ہون اگرچہ
وہ موافق قرآن شریف کے ہو اور ایک جم غفیر فقہا و محدثین کا اونکے ساتھ ہو پھر بھی ہٹ دہرمی سے نشانہ بنانا
اونکے قول کو خلاف حدیث الکہدینا بدنامی دنیا و مواخذہ اخروی کا خیال نکرنا تمہارا ہی کام ہے اسیوجہ سے تمہارا
فرقہ خارج از دائرہ اسلام ہی ہے ہٹ دہرم تہمت لگانا چھوڑ دے جو راستی پر آ خدا کو مانکر ہو لطف یہ ہے کہ جن
کتب حدیث سے آپ احادیث نقل کرتے ہین اونہین اگر اور کچھ موافق امام اعظم کے لکھا ہو تو اوسکو نہین دیکھتے
یا عمداً چھوڑ دیتے ہین اس ہٹ دہرمی کا نتیجہ آپکو دنیا و آخرت دونون مین ملیگا نامہ اعمال آپکا ایسی حرکتون سے
سیاہ رہیگا اور اگر یہ پیدا کبھی جو آہ مین تاثیر ہو گئی ✤ کہئیگا ہاتھ جوڑ کے اللہ ہو گئی ✤ دیکھیے جامع ترمذی کی
کتاب النکاح مین باب ما جاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدہما مین موجود ہے حدثنا احمد بن منیع وہناد یعنے خبر دی
ہمکو احمد بیٹے منیع نے اور ہناد نے قالا حدثنا ابو معاویۃ کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو معاویہ نے عن الحجاج حجاج سے
عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اونہون نے روایت کی عمرو بیٹے شعیب سے اونہون نے اپنے باپ شعیب سے اونہون نے اپنے دادا سے یعنے
عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے ان رسول اللہ رد ابنتہ زینب علی ابی العاص بن الربیع بمہر جدید و نکاح جدید
یعنے آنحضرت نے پھیر دیا اپنی بیٹی زینب کو اونکے خاوند ابو العاص پر ساتھ نئے مہر اور نئے نکاح کے یعنے
آپکی صاحبزادی نے ہجرت کی تھی مکہ معظمہ سے حالت اسلام مین اور شوہر اونکے کافر تھے بعد اوسکے جب وہ اسلام
لائے اور مدینہ مین حاضر ہوے تب آنحضرت نے زینب کا اونکا نیا نکاح کرادیا اسوجہ سے کہ نکاح سابق بسبب
ہجرت کرنے زینب کے اور باقی رہنے اونکے شوہر کے کفر پر ٹوٹ گیا ہذا حدیث فی اسنادہ مقال والعمل علی ہذا الحدیث
یعنے اس حدیث کی سند مین کچھ گفتگو ہے اور عمل ائمہ کا اسی حدیث پر ہے حدثنا ہناد حدثنا یونس بن بکیر یعنے خبر دی
ہمکو ہناد نے اونہون نے کہا کہ خبر دی ہمکو یونس فرزند بکیر نے عن محمد بن اسحق محمد بن اسحق سے کہا اونہون نے حدثنی داود بن
حصین کہ خبر دی ہمکو داود بن حصین نے عن عکرمۃ عن ابن عباس اونہون نے روایت کی عکرمہ سے اونہون نے
عبد اللہ بن عباس سے قال رد النبی ابنتہ زینب علی ابی العاص بعد ست سنین بالنکاح الاول ولم یحدث نکاحا
کہا ابن عباس نے کہ پھیر دیا آنحضرت نے زینب کو ابو العاص پر بعد چھ برس کے ساتھ نکاح سابق کے اور نیا
نکاح نہین کیا ہذا حدیث لیس بہ باس ولکن لا نعرف وجہ الحدیث ولعلہ قد جاء ہذا من قبل داود بن الحصین من
قبل حفظہ یعنے اس حدیث کی سند قابل اعتبار کے ہے لیکن نہین سمجھتے ہین ہم وجہ اسکی کہ آپنے باوجود نکاح
ٹوٹ جانے کے کیونکر نکاح سابق کا اعتبار کیا اور شاید خرابی ہوئی اس روایت مین داود بن حصین کے حفظ
کی وجہ سے کہ وہ قلیل الحفظ تھے بعد اسکے ترمذی نے یزید بن ہارون سے نقل کیا حدیث ابن عباس اجود اسنادا والعمل
علی حدیث عمرو بن شعیب یعنے حدیث ابن عباس کی اسناد جید اور قوی ہے اور عمل اوپر حدیث عمرو بن شعیب کے

کہ جسمین تجدید نکاح مذکور ہے اور محمد بن عبد اللہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ مین لکہا ہے قال السہیلی ان کان
اصح اسنادا لم یقل بہ احد من الفقہاء ولان الاسلام فرق بینہما قال اللہ تعالی لاہن حل لہم ولاہم یحلون لہن قال و
من جمع بینہما قال معنی حدیث ابن عباس علی مثل النکاح الاول فی الصداق لم یزد علیہ شرطا ولا غیرہ انتہی یعنے کہا
سہیلی نے کہ حدیث ابن عباس کی کہ جسمین نکاح سابق کا باقی رکہنا مذکور ہے اگرچہ اسناد اوسکا اصح واقوی ہے
دوسری حدیث سے لیکن نہین قائل ہوا اوسکا کوئی شخص فقہاء امت اسلامیہ سے کیونکہ اسلام نے تفریق کر دی
درمیان اون دونون کے یعنے جب ایک زن وشوہر سے اسلام لایا اور دوسرا کافر رہا نکاح اوسکا ٹوٹ گیا
فرمایا حق جل شانہ نے سورۂ ممتحنہ مین لاہن حل لہم ولاہم یحلون لہن یعنے نہین حلال ہین مسلمان عورتین کافرونکو
اور نہ حلال ہین وہ کافر اون عورتون کو بعد اوسکے سہیلی نے کہا کہ جس شخص نے تطبیق دیا درمیان حدیث
ابن عباس کے اور حدیث عمرو بن شعیب کے اوسنے یہ کہا کہ مراد روایت ابن عباس مین یہ نہین ہے کہ نیا نکاح
نہین کیا بلکہ مراد یہ ہے کہ مثل نکاح سابق کے مہر وغیرہ مین نکاح کر دیا اور کسی شرط وغیرہ کو زائد نہین کیا اور آپکے
مقتدی ومستند جنکی عبارت آپ جابجا نقل کرتے ہین مسک الختام شرح بلوغ المرام مین تفسیر اس حدیث مین
جسکو آپنے منشاء اعتراض بنایا ہے لکہتے ہین ازینجا معلوم شد کہ تقریر مسلمہ زیر کافر چون اسلام وے از
اسلام او متاخر باشد با وجود انقضاے عدت جائز ست ولیکن احدے باین نرفتہ وابن عبد البر برعدم
ذہاب سوے این اجماع نقل کردہ واشارہ نمودہ کہ بعض اہل ظاہر قائل بجواز اند وقول ایشان مردودست باجماع
انتہی الغرض حدیث ابن عباس کی جسکو آپ نے منشاء اعتراض بنایا ہے ظاہر اوس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ اگر عورت مسلمان ہو کے دار الحرب سے دار الاسلام مین چلی آوے اور شوہر کئی برس کے بعد مسلمان ہو کے
آوے نکاح سابق اون دونون کا باقی رہیگا اس امر کا کوئی قائل نہین ہوا اور اگر کوئی قائل بہی ہوا تو قول اوسکا
مردود کر دیا گیا پس اس حدیث کے ظاہر کو واگذاشت کرنے مین صرف امام اعظم کیون مورد اعتراض بنائے گئے
ظاہر اس حدیث کو تو تمام صحابہ اور جمہور تابعین ومجتہدین ومحدثین چہوڑے ہوے ہین اور اس حدیث کے
جواب مین طرح طرح کی گفتگو کرتے ہین اور کیون نہ چہوڑینگے کہ ظاہر مضمون اس حدیث کا مخالف ہے آیات
قرآنیہ واحادیث مشہورہ واصول شرعیہ کے اسوجہ سے کہ یہ سب اس امر پر دال ہین کہ مسلمان عورت کافر کے
نکاح مین اگر وہ ساتھ اسلام نلاوے باقی نہین رہتی ہے پس ضرور ہے کہ یا تو حدیث ابن عباس کی روایت
مین کسی راوی سے شبہ ہو گیا جیسا کہ ترمذی نے ذکر کیا یا مطلب اوسکا وہ ہے جو سہیلی نے لکہا قولہ ہدایہ
وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ قبل ذبح سر منڈانے سے دم یعنے جانور ذبح کرنا آتا ہے سوا امام اعظم اور
امام مالک نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو بخاری اور مسلم مین روایت ہے عبد اللہ بن عمرو بن العاص

آیا حضرت کے پاس ایک شخص اور کہا نہیں جانتا تھا مین نے سر کو پہلے ذبح کرنے کے پس فرمایا کہ ذبح کر لے اب اور نہیں ہے گناہ **اقول** چشم بد دور جو اعتراض آپکا ہوتا ہے آپ کی لیاقت علم و مقدار فہم کو ظاہر کر دیتا ہے تعجب ہے اس سمجھ پر یہ جرات اتنی آپکو تمیز نہیں کہ اس حدیث مین اور قول امام مین کیا مخالفت ہے اس حدیث سے تو اتنا ہی ثابت ہے کہ جو حاجی نادانستہ پہلے ذبح کے اسنی مین سر منڈا ڈالے تو اوسپر کچھ گناہ نہیں ہے اور یہ نہیں ثابت ہے کہ دم بھی نہیں ہے تا مخالفت لازم آوے گناہ کا ہونا اور چیز ہے اور دم کا لازم آنا اور چیز ہے ایسی صورتین شرع مین بہت ہین کہ جنمین گناہ اخروی نہیں ہوتا ہے مگر کوئی اور بدلہ لازم آتا ہے مثلاً اگر ایک شخص نے نادانستگی سے کسیکا مال تلف کر ڈالا اوسپر گناہ نہوگا مگر قیمت مالک کو دینا پڑیگی یا کسینے نادانستگی سے نماز مین باتین کرنا شروع کین اوسپر گناہ نہوگا مگر قضا لازم ہوگی یا کسینے تیر کسی شکار کو لگایا اور اتفاقاً وہ تیر کسی آدمی کے لگ گیا اور وہ مر گیا اوس شخص پر گناہ نہوگا مگر دیت دینا پڑیگی ایسی اور بہی صورتین ہین پس گناہ لازم ہونے سے یہ کہان ثابت ہوا کہ کچھ بھی اوسپر لازم نہوگا اور دم دینا نہ پڑیگا **قولہ** ١٣١ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو قتل کر ڈالے اوسکو نہ قتل کرنا چاہیے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا کہ فرمایا رسول اللہ نے جو شخص قتل کریگا اپنے غلام کو قتل کرینگے ہم اوسکو اور جو شخص کہ کاٹیگا اعضاء اپنے غلام کے کاٹینگے ہم اعضاء اوسکے **اقول** ۵ ذرا خدا سے ڈرو اسے ستو جفا نکرو ٭ ذرا یہ سوچو تو کیا ہم خدا نہیں رکھتے ٭ یہ جو حدیث آپ نے نقل کی جو سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ مین مروی ہے حنفیہ کے نزدیک محمول ہے سیاست پر یعنے جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے اوسکو ہم قتل کرینگے بغرض تعزیر و سیاست اور حنفیہ کے موافق یہ حدیثین وارد ہین دارقطنی اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لا یقتل حر بعبد یعنے نہ مارا جاوے قصاص مین حر بمقابلہ عبد کے اور بھی اونہین دونون نے روایت کی حضرت علی رضہ سے کہ کہا اونہون نے من السنۃ ان لا یقتل حر بعبد یعنی سنت اور طریقہ شرعیہ یہ ہے کہ نہ قتل کیا جاوے حر بعوض غلام کے اور امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو ابن العاص سے روایت کی ان ابا بکر و عمر کانا لا یقتلان الحر بقتل العبد یعنے تھے ابوبکر صدیق اور عمر بن الخطاب کہ نہیں قتل کرتے تھے اوس حر کو کہ قتل کرے غلام کو اور دارقطنی نے روایت کی ان رجلا قتل عبدہ متعمدا فجلدہ النبی و نفاہ سنۃ و محی سہمہ من المسلمین لم یقدہ بہ یعنے ایک شخص نے قتل کیا اپنے غلام کو قصداً پس درے مارے آنحضرت نے اوسکو اور شہر بدر کر دیا ایک سال تک اور محو کر دیا حصہ اوسکا دفتر اہل اسلام سے اور نہ قصاص لیا **قولہ** ١٣٢ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے یا بہن کا نکاح اس شرط پر کسی سے کر دے کہ وہ اپنے بیٹے یا اپنی بہن کے نکاح مین اسکو دیوے اور مہر کچھ نہ باندھے تو اس صورت مین نکاح دونون کا صحیح ہے لیکن دونون کو مہر مثل دینا آویگا سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کے جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے ابن عمر سے کہ کہا منع فرمایا رسول خدا نے شغار سے

اور شغار یہ ہی کہ نکاح کر دیوے مرد اپنی بیٹی کا اس شرط پر کہ نکاح کر دے اوس سے دوسرا اپنی بیٹی کا اور نہو درمیان
اوسکے مہر اقول **سـ٥** دشنام اگر یہ نہین مجہے دیگا تو رات دن وہ بگڑیگا کیا مرا تری ہوگی زبان خراب ہو معلوم نہین
آپ نے مخالفت کسکا نام رکہا ہی اور کیا مقصود اس سے آپکا ہے کہ جہان مخالفت نہی ہو آپ اوسکو مخالفت
کہد یتے ہین اور امام کو مورد الزام بنا دیتے ہین ہم تو پوچہتے ہین کہ اس حدیث مین اور مذہب امام مین کیونکر کچہ
ہولی مخالفت تو جب ہوتی کہ کسی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی کہ نکاح شغار بالکل باطل ہی یا غیر صحیح ہی یا اوسمین
مہر واجب نہین ہے صرف روایات مین اسقدر ثابت ہوا کہ نکاح شغار سے جو جاہلیت مین کفار مین مروج تہا
آنحضرت نے منع فرمایا اس سے اگر ثابت ہوا تو اوسکا ممنوع ہونا اور ایسے نکاح کرنے والے کا گنہگار ہونا ثابت ہوا
اور اسکے امام بہی قائل ہین لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ جو فعل شرعاً ممنوع ہو وے وہ بالکل باطل ہو جاوے اور
اوسپر کوئی حکم مرتب نہووے عینی کی شرح ہدایہ مین مرقوم ہے النہی الوارد فیہ انما کان من اجل اخلائہ عن تسمیۃ المہر
وترکہ بالکلیۃ کما کانت عادۃ الجاہلیۃ لا لعین النکاح فاشبہ البیع وقت النداء والنکاح لا یبطلہ خلوہ من تسمیۃ المہر
انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ شغار سے جو نہی وارد ہے اسوجہ سے نہین کہ ایسے نکاح کی ذات مین کچہ فساد ہی بلکہ بوجہ
خالی ہونے اوسکے مقرر کرنے مہر سے اور نہ دینے مہر سے جیسا کہ عادت ارباب جاہلیت کی تہی کہ ایک دوسرے سے
نکاح اپنے کسی عزیز و قریب کا کر دیتا اس شرط پر کہ وہ اپنے عزیز و قریب کا نکاح اسکے ساتہ کر دیوے اور مہر
طرفین سے کسیکو نہ دینا پڑے پس چونکہ یہ نکاح خالی مہر سے ہوا کرتا تہا اور ہماری شریعت مین کوئی نکاح بدون
مہر کے نہین جائز ہے اسوجہ سے آپ نے اس نکاح سے منع فرمایا پس مشابہ ہے صورت بیع وقت النداء کے ہے
یعنے بوقت اذان جمعہ کے خرید و فروخت کی ممانعت وارد ہوئی بنص قرآنی یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ
من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع یعنے اے مسلمانو جب کہ اذان دیجاوے واسطے نماز کے جمعہ کے روز
پس چلو تم واسطے سننے ذکر الہی کے یعنے خطبہ کے اور چہوڑ دو تم بیچنے کو پس یہ ممانعت صرف اسی وجہ سے ہے کہ
اوسوقت کاروبار تجارت کرنے سے اور امور دنیویہ مین مشغول رہنے سے نماز جمعہ کی ادا کرنے مین اور خطبہ سننے مین
تاخیر ہوگی پس اگر کسی نے اوسوقت معاملہ کیا وہ گنہگار ہوگا نہ یہ کہ وہ معاملہ اوسکا بالکلیہ باطل ہو جاوے
ایسیہی نکاح شغار چونکہ بلا مہر ہوا کرتا تہا اور ایسے نکاح مین کوئی مہر نہ دیتا تہا اسوجہ سے آپ نے اوسکی ممانعت فرمائی
اس سے یہ نہین لازم ہے کہ اگر کوئی ایسے نکاح کرے تو وہ بالکل باطل ہو جاوے اسوجہ سے کہ نکاح بوجہ عدم تقرر
مہر کے باطل نہین ہوتا ہی بلکہ مہر مثل واجب ہو جاتا ہی یعنے اگر کوئی عورت کسی مرد سے نکاح کرے بدون ذکر مہر
کے یا شرط لگا دے کہ مہر نہین ہے اس صورت مین نکاح صحیح ہو جاوے گا اور مہر مثل دینا پڑے گا اور شرط کرنا اوسکا
کہ ہم مہر نہ دینگے لغو ہو جاوے گا ایسیہی نکاح شغار مین مہر طرفین سے واجب ہو جاوے گا اور شرط کرنا ہر ایک کا لغو ہو

قولہ ۱۲۵ کہا طیبی نے نہیں ہے صحیح نذر اوسکی یعنے کافر کی اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سوا امام اعظم نے خلاف کیا ان
تین حدیثوں کا **اقول** ۵ جھوٹی باتیں جھوڑ دے اسے نا سمجھ جو راستی پر خدا کو مان کر یہ جو حدیثیں آپ نے
بیان کین انسے صرف اسیقدر ثابت ہوتا ہے کہ آن حضرتؐ نے کافروں کی نذر کے وفا کرنے کو فرمایا خلاصہ پہلی حدیث کا
تو یہ ہے کہ حضرت عمر نے حالت کفر مین نذر اعتکاف کی مسجد حرام مین کی تھی آپ نے اونسے فرمایا کہ تم اپنی نذر پوری کرو
اور دوسری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حالت کفر مین نذر کی تھی کہ مین ایک اونٹ مقام بوانہ مین ذبح کرونگا
آپ نے اوس سے فرمایا کہ پوری کر نذر اپنی اور خلاصہ تیسری حدیث کا بھی مثل اسی کے ہے اور ان احادیث مین اور مذہب
امام مین کچھ مخالفت نہین ہے امام جو کہتے ہین کہ نذر کافر کی جو حالت کفر مین ہو اوسکا ایفا واجب نہین ہے اوسکی
وجہ یہ ہے کہ نذر وہ ہے کہ جو بغرض تقرب الی اللہ کیجاوے اور غیر خدا کی عبادت اور تعظیم اوسمین مقصود نہووے اور کافر
جو نذر کرتا ہے اوسمین اوسکو صرف تقرب الی اللہ مقصود نہین ہوتا ہے بلکہ اپنے باطل معبودون کی خوشنودی کو وہ
ملحوظ رکھتا ہے پس یہ نذر اوسکی نذر غیر شرعی ہوئی پس بالضرور اوسکی وفا نہ لازم ہوگی طحاوی نے شرح معانی الآثار
مین چند طرق سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ
فلا یعصہ یعنے جو شخص نذر عبادت الٰہی کی کرے پس لازم ہے اوسپر کہ وفا کرے اور جو نذر گناہ کے کرے اوسکو لازم ہے
کہ گناہ نکرے بعد اوسکے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ نے انما النذر ما ابتغی بہ وجہ اللہ یعنے جز این نیست
نذر وہ ہے کہ مقصود اوس سے ذات الٰہی ہو بعد اوسکے ترقیم کیا قالوا فلما کانت النذور انما کانت ما یتقرب
بہا الی اللہ ولا یجب اذا کانت فی معاصی اللہ وکان الکافر اذا قال للہ علے صیام او قال للہ علی اعتکاف فہو لو فعل
ذلک لم یکن بہ متقربا الی اللہ وہو فی ذلک وقت ما اوجبہ انما قصد بہ التقرب الی ربہ الذی یعبدہ دون اللہ وذلک
معصیۃ فدخل ذلک فی قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا نذر فی معصیۃ اللہ وقد یجوز ان یکون قول رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اوف بنذرک لیس من طریق ان ذلک واجب علیہ ولکن علے انہ قد کان سمح فی حال ما نذرہ ان
یفعلہ فہو معصیۃ اللہ فامرہ ان یفعلہ علے انہ طاعۃ اللہ انتہی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ چونکہ نذر جسکی وفا شرعاً واجب ہے
وہی ہے جو بقصد تقرب الی اللہ ہو اور نذر کافر کی اپنے معبودون کے تقرب کے واسطے ہوتی ہے اسوجہ سے وفا
اوسکی واجب نہین ہے اور آن حضرتؐ کا حضرت عمر وغیرہ کو حکم وفا کا فرمانا بطور وجوب کے نہ تھا بلکہ بطور ارشاد
و استحباب تھا اس غرض سے کہ جس عبادت کی نذر حالت کفر مین کیجاوے اوسکی وفا اگر حالت اسلام مین بغرض
تقرب الی اللہ ہو تو بہتر ہے پس یہ حقیقت مین وفا اوس نذر کی نہین بلکہ مثل اوسکے ایک طاعت الٰہی جداگانہ ہے
قولہ ۱۲۶ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ رکوع اور سجود مین طمانینت فرض نہین اور یہ مذہب امام اعظم اور
اونکے شاگرد محمد کا ہے سوا امام اعظم نے اور اونکے شاگرد محمد نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ان دو حدیثون کا پہلی حدیث

بخاری اور مسلم مین روایت ہے ابوہریرہ سے الخ **اقول** اس مقام پر بھی آپ نے قدیم چال کو اختیار کیا یعنی جو حکم مخالفت کا لگا دیا ہے وہی کرتے ہین اور یہ سب بہت جو جلد چلتے ہین اور اسی اندیشے سے چلتے ہین ہم آہستہ آہستہ — یہ دو حدیثین جو آپ نے بیان کین انکا خلاصہ تو صرف اسقدر ہے کہ ایک اعرابی نے روبرو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز جلدی جلدی ادا کی اور اطمینان حالت رکوع اور سجود مین اور بعد رکوع کے کھڑے ہونے مین اور درمیان دو سجدون کے بیٹھنے مین ترک کر دیا آپ نے اوس سے فرمایا کہ تو پھر نماز پڑھ بعد اوسکے پھر وہ اعرابی آپ نماز پڑھ کے آیا پھر آپ نے اعادہ کا حکم فرمایا پھر اوسنے ویسی نماز پڑھی پھر آپ نے وہی حکم دیا چوتھی بار اوسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو سوا اسے اس طریقے کے اور طریقہ نماز کا نہین معلوم ہے آپ مجھکو سکھا دیجیے تب آپنے اوسکو نماز کا طریقہ مشروعہ تعلیم فرمایا اور رکوع اور سجود مین اور درمیان کے جلسہ مین اور درمیان رکوع و سجود کے قیام مین اطمینان کا حکم فرمایا اس حدیث سے نہ تو یہ معلوم ہوا کہ یہ اطمینان ان مقامات مین فرض ہے اور نہ یہ معلوم ہوا کہ سنت یا واجب ہے البتہ اسقدر ثابت ہوا کہ جو شخص ایسی جلدی سے نماز پڑھے کہ ان مقامات مین اطمینان ترک کرے اوسپر اعادہ اوس نماز کا لازم ہے سو یہ امر ہرگز مخالف مذہب امام اعظم کے نہین ہے کیونکہ امام کے نزدیک اگرچہ اطمینان ان مقامات مین فرض اور رکن مثل رکوع اور سجود اور قیام کے نہین ہے مگر ایسا بھی نہین کہ بے اطمینان کے نماز اونکی نزدیک کامل ہوجاتی ہو بلکہ موافق تصریح امام و تحقیق بعض مشائخ کے اطمینان اونکے نزدیک واجب ہے کہ جسکے قصداً ترک کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے اور اعادہ اوسکا واجب ہوتا ہے اور سہواً ترک کرنے سے سجدہ سہو لازم آتا ہے اور موافق تحقیق بعض مشائخ کے سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کی ترک سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے اور ایسی نماز کا بھی اعادہ ضرور ہے ہدایہ اور اوسکی شرح عینی مین موجود ہے

ثم القومة اى بعد الركوع والجلسة اے بين السجدتين سنة عندهما اے عند ابى حنيفة ومحمد وكذا الطمانينة اى وكذا الطمانينة

فى الركوع والسجود سنة عندهما فى تخريج الجرجانى وفى تخريج الكرخى واجبة حتے تجب سجدة السهو بتركها انتهى یعنے قیام بعد رکوع کے اور جلسہ درمیان دو سجدون کے سنت مؤکدہ ہے نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے اور ایسی اطمینان حالت رکوع اور سجود مین سنت ہے اونکے نزدیک موافق تحقیق ابو عبد اللہ جرجانی کے اور موافق تحقیق کرخی واجب ہے یہانتک کہ واجب ہوگا سجدۂ سہو بسبب ترک اوسکے اور بھی ہدایہ اور اوسکی شرح عینی مین دوسرے مقام مین مذکور ہے و تعاد على وجه غير مكروه وهو الحكم فى كل صلوة اديت مع الكراهة ليكون الاداء على نعت الوجوب

فان ترك واجبا من واجبات الصلوة يجب الاعادة انتهى یعنے جو نماز ساتھ کراہت کے ادا کی گئی ہو وہ اعادہ کیجاوے کہ ادا غیر مکروہ ہو اور یہی حکم ہے ہر نماز کا کہ ادا کی گئی ہو ساتھ کراہت کے تاکہ ہوجاوے ادا موافق وجوب کے پس اگر ترک کرے نماز پڑھنے والا کوئی واجب واجبات نماز سے پس واجب ہے کہ اعادہ کیجاوے وہ نماز

اور بہر اچھی طرح سے پڑہی جاوے اور شرح وقایہ میں اثناء ذکر واجبات نماز میں مرقوم ہے وتعدیل الارکان

وہو الاطمینان فی الرکوع کذا فی السجود وکذا الاطمینان بین الرکوع والسجود وبین السجدتین انتہی یعنے منجملہ واجبات

کے تعدیل ارکان ہے اور وہ عبارت ہے اطمینان سے رکوع اور سجدے میں اور ایسیہی اطمینان درمیان رکوع اور

سجود کے اور درمیان دونوں سجدے کے اور شرح شرح وقایہ مسمی بہ السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ میں کہ جسکے

مثل شروح شرح وقایہ میں کوئی شرح نہیں ہے اس مقام میں خوب تحقیق کی ہے بقدر ضرورت اوسکی عبارت نقل

کیجاتی ہے کہ سمجہہ دار کو اسقدر تحقیق کافی ووافی ہے وخلاصۃ المرام ان الطمانینۃ فی الرکوع والسجود وفی القومۃ

وفی الجلسۃ کلہا فرض علے راے الشافعی وابی یوسف یعنے خلاصہ مقصد یہ ہے کہ اطمینان رکوع اور سجدے اور قومہ

میں یعنے درمیان رکوع وسجود کے قیام اور درمیان دونوں سجدوں کے جلسہ میں یہ سب جگہہ اطمینان فرض ہے

امام شافعی اور امام ابویوسف کے نزدیک واما عند ابی حنیفۃ ومحمد فالطمانینۃ فی الاولیین واجب علی الاصح خلافا لما خرجہ

الجرجانی اور لیکن نزدیک ابوحنیفہ اور محمد کی پس اطمینان رکوع اور سجود میں واجب ہے موافق قول اصح ومعتبر کے

برخلاف تحقیق ابوعبداللہ جرجانی کہ وہ سنت کہتے ہیں والاخریان وکذا الطمانینۃ فیہما سنۃ باتفاق تخریجہا اور قیام

درمیان رکوع اور سجدے کے اور جلسہ درمیان دونوں سجدوں کے اور ایسیہی اطمینان ان دونوں میں سنت ہی

باتفاق تخریج جرجانی اور کرخی کے ہذا ہو المستفاد من کتب القدماء یہ وہ ہے کہ حاصل ہوتا ہے کتب قدماء حنفیہ ہی

واختار المحققون من المتاخرین وجوب القومۃ والجلسۃ مع وجوب الطمانینۃ فیہما ایضا عند ابی حنیفۃ ومحمد اور اختیار

کیا ہے محققین نے متاخرین حنفیہ سے اس امر کو کہ قیام درمیان رکوع اور سجود کے اور جلسہ درمیان دونوں

سجدوں کے اور ایسیہی اطمینان ان دونوں میں واجب ہیں نزدیک ابوحنیفہ اور محمد کے وہو الاصح بالنظر الدقیق

اور یہی قول اصح اور معتبر ہے فقال ابن الہمام فی فتح القدیر پس کہا ابن ہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں ینبغی

ان تکون القومۃ والجلسۃ ایضا واجبتین للمواظبۃ چاہیے کہ ہووے قیام درمیان رکوع اور سجدے کے اور جلسہ

درمیان دونوں سجدوں کے بہی واجب نزدیک ابوحنیفہ اور محمد کے بسبب مواظبت کے یعنے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر ہمیشگی کی ہے اور کبہی اسکو ترک نہیں کیا اور مواظبت آپ کی کسی فعل پر اوسکو واجب

کر دیتی ہے ولما روی اصحاب السنن الاربعۃ والدارقطنی والبیہقی من حدیث ابن مسعود عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم

اور بسبب اسکے کہ روایت کیا ترمذی اور نسائی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور دارقطنی اور بیہقی نے بروایت عبداللہ

بن مسعود کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے لا تجزی صلوۃ لا یقیم الرجل فیہا ظہرہ فی الرکوع والسجود

نہیں کافی ہوتی ہے نماز ایسی کہ نہ سیدہا کرے نمازی اوسمیں اپنی پشت کو رکوع اور سجود میں یعنے رکوع وغیرہ

جلدی جلدی ادا کرے اور اطمینان نہ کرے ولہٰذا کذلک عندہما اور شاید کہ ایسیہی ہی نزدیک ابوحنیفہ اور محمد کے

۱؎ تصنیف مولوی [illegible] عبدالحی [illegible] صاحب [illegible]

یعنے یہ سب واجب ہین ویدل علیہ ایجاب سجود السہو ما ذکر فی فتاوے قاضی خان اور دلالت کرتا ہے اس امر پر
کہ یہ سب اونکے نزدیک واجب ہین واجب کرنا سجود سہو کا انکے ترک سے جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہے
ان المصلے اذا رکع ولم یرفع راسہ من الرکوع حتے خر ساجدا ساہیا تجوز صلوتہ عند ابی حنیفۃ ومحمد وعلیہ السہو تحقیق نمازی
جب رکوع کرے اور نہ اونچا وے اپنے سرکو رکوع سے اور گر پڑے سجدے مین بہولے سے جائز ہوگی نماز نزدیک
ابو حنیفہ اور محمد کے اور اوپر اوسکے واجب ہے سجدہ سہو انتہی کلام ابن الہمام تمام ہوا کلام ابن ہمام کا وتبعہ تلمیذہ
ابن امیر حاج فی حلیۃ المحلی اور موافقت کی اونکی اس تحقیق مین اونکے شاگرد شمس الدین محمد بن امیر حاج نے حلیۃ المحلی
شرح منیۃ المصلی مین وفی غنیۃ المستملی اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مین ہے مقتضے الدلیل فی کل من الطمانینۃ
والقومۃ والجلسۃ الوجوب کما قال الشیخ کمال الدین یعنے مقتضے دلیل کا اطمینان اور قومہ اور جلسہ کے باب مین
وجوب ان سب کا ہی جیسا کہ کہا ہے شیخ کمال الدین بن ہمام نے ولا ینبغی ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتہا روایۃ
علی ما تقدم عن قاضی خان اور نہین سزاوار ہے کہ روگردانی کیجاوے مقتضاے دلیل سے جب کہ موافق ہووے
اوسکو روایت نقلی جیسا کہ قاضی خان سے منقول ہوچکا یعنے ہرگاہ قاضی خان نے امام کے نزدیک حکم بحالت ترک
قومہ وغیرہ سجدہ سہو کا لکہا اور دلیل سے بہی اسکا وجوب ثابت ہوتا ہے پس واجب نہ کہنے کی کوئی وجہ نہین ہے
ومثلہ ما ذکر فی القنیۃ من قولہ اور مثل اسکے جو قاضی خان نے ذکر کیا ہے قنیہ مین مذکور ہے عبارت اونکی یہ ہے
وقد شدد القاضی الصدر فی شرحہ فی تعدیل الارکان جمیعہا تشدیدا بلیغا یعنے سختی کی ہے قاضی صدر نے باب تعدیل
ارکان مین فقال پس کہا صدر نے واکمال کل رکن واجب عند ابی حنیفۃ ومحمد وعند ابی یوسف والشافعی فریضۃ یعنے
کامل کرنا ہر رکن کا رکوع ہو خواہ سجدہ واجب ہے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک
فرض ہے فیمکث فی الرکوع والسجود وفی القومۃ بینہما حتے تطمئن کل عضو منہ پس ٹھہرے رکوع اور سجدے مین
اور درمیان ان دونون کے یہانتک کہ مطمئن ہو جاوے ہر عضو ہذا ہو الواجب عند ابی حنیفۃ ومحمد یہی واجب ہے
نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے حتے لو ترکہا او شیئا منہا ساہیا یلزمہ سجود السہو یہانتک کہ اگر چہوڑ دیا نمازی نے ان مین سے
کچہ بہولے سے واجب ہوگا اوسپر سجدہ سہو ولو ترکہا عمدا یکرہ اشد الکراہۃ ویلزمہ ان یعید الصلوۃ اور اگر چہوڑ دیگا
اطمینان وغیرہ قصدًا تو مکروہ ہوگی نماز اوسکی سخت کراہت کے ساتہ اور لازم ہوگا اوسپر کہ پہر پڑہے نماز انتہی کلامہ
تمام ہوا کلام صاحب غنیہ کا وفی البحر الرائق اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین ہے مقتضے الدلیل وجوب الطمانینۃ
فی الاربعۃ ای فی الرکوع والسجود والقومۃ والجلسۃ ووجوب نفس الرفع من الرکوع والجلوس بین السجدتین یعنے مقتضے دلیل کا
وجوب ہے طمانیت کا چارون مین یعنے رکوع اور سجود مین اور قیام مین درمیان رکوع اور سجود کے اور جلسہ مین
درمیان دونون سجدون کے للمواظبۃ علی ذلک کلہ بوجہ ثابت ہوا مواظبت یعنے برابر دست ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

ان سب پر دلالت کرتی حدیث المسیٔ صلاته اور بسبب وارد ہونے امر کے بیچ قصہ اوس اعرابی کے جسنے نماز کو
اچھی طرح سے نہین پڑہا تہا کیونکہ اوسمین وارد ہے کہ جب اوسنے کہا یا رسول اللہ مجکو طریقہ نماز کا بتلا دیجیے
آپ نے اوسکو طریقہ تعلیم کیا اور اطمینان وغیرہ کا حکم فرمایا ولما ذکرہ قاضی خان من لزوم سجود السہو بترک الرفع
من الرکوع ساهیا اور بسبب اوس چیز کے کہ ذکر کیا ہے قاضی خان نے کہ سجدہ سہو واجب ہے بسبب چہوڑ دینے
قومہ کے بہولے سے وکذا فی المحیط اور ایسیہی ہے محیط مین والقول بوجوب الکل ہو مختار المحقق ابن الہمام وتلمیذہ
ابن امیر حاج حتے انه قال انه الصواب اور قول واجب ہونے ان سب کا مختار ہے ابن ہمام اور اونکے شاگرد
ابن امیر حاج کا یہانتک کہ کہا ابن امیر حاج نے کہ واجب ہونا صواب ہے اور واجب نہونا غلط ہے انتہی
کلامه تمام ہوا کلام صاحب بحرالرائق کا وفی فتح الغفار شرح المنار لصاحب البحر اور منار الاصول کی شرح مسمی بہ فتح الغفار
تصنیف مصنف بحرالرائق مین ہے الاعتدال فی القومة والجلسة سنة عندهما اتفاقا ومقتضی المواظبة الوجوب فی الکل
یعنے اعتدال واطمینان قومہ اور جلسہ مین سنت ہے نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے باتفاق تحقیق کرخی وجرجانی وغیرہ
کے اور مقتضی دلیل کا یہ ہے کہ اطمینان سب ارکان مین واجب ہے ورجحه فی فتح القدیر اور ترجیح کیا ہے وجوب کو
ابن ہمام نے فتح القدیر مین ولذا صرح فی الخانیة اور اسی سبب سے تصریح کی مصنف فتاوی خانیہ مین بوجوب سجود السہو
بترک رفع الراس من الرکوع ساهیا واجب ہونے سجدہ سہو کے بسبب چہوڑ دینے قومہ کے انتہی تمام ہوا کلام صاحب
فتح الغفار کا الغرض امام ابو حنیفہ کے نزدیک اطمینان رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ وغیرہ مین یا تو سنت موکدہ ہے
یا واجب ہے پس عمدا ترک کرنا اسکا باعث گناہ کا ہے جیسا کہ تفتازانی نے تلویح مین لکہا ہے ترک الواجب حرام یستحق به العقوبة
بالنار وترک السنة المؤکدة قریب من الحرام یستحق حرمان الشفاعة لقوله علیه الصلوة والسلام من ترک سنتی لم ینل شفاعتی
انتہی یعنے چہوڑ دینا کسی واجب کا قصدا حرام ہے مستحق ہوتا ہے بسبب اسکے عذاب جہنم کا اور ترک سنت موکدہ کا
قریب حرام کے ہے مستحق ہوتا ہے بسبب اسکے محروم ہونے کو شفاعت سے جیسا کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے کہ جو شخص میری سنت کو چہوڑیگا وہ نہ پاویگا میری شفاعت کو اور اگر بہولے سے یا بسبب نہ معلوم ہونے مسئلہ کے
واجب کو چہوڑ دے گا تو سجدہ سہو لازم ہوگا اور سنت کو اگر چہوڑ دیگا تو نماز مکروہ ہوگی پس اگر نماز مکروہ ادا کی
یا واجب چہوڑنے کی صورت مین سجدہ سہو نہ کیا تو اوس نماز کا اعادہ واجب ہوگا پس ثابت ہوگیا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم فرمانے مین اوس شخص کو جسنے اطمینان وغیرہ چہوڑ دیا تہا ساتہ اعادہ نماز کے اور امام
ابو حنیفہ کے قول مین کہ اطمینان فرض نہین بلکہ یا تو سنت موکدہ ہے یا واجب ہے جیسا کہ محقق ہے کچہ بہی
مخالفت نہین ہے بلکہ اسی حدیث پر اونکا عمل ہے کہ وہ بہی درصورت ترک اطمینان حکم اعادہ نماز کا دیتے ہین
ہمکو بڑا افسوس ہے ایسے لوگون کے حال پر کہ نہ مذہب امام کا سمجہتے ہین اور نہ کتب حنفیہ کو دیکہتے ہین اور نہ حدیث کا

مطلب سمجھتے ہین مگر خوف لگا کہ سجدون مین داخل ہونے کی غرض سے امام پر اعتراض کرتے ہین ع دل لگانا
عاشقون کا اے بت عیار چھوڑ * باز آ جور و ستم سے شیوۂ آزار چھوڑ * یاد رکہہ تو ایک دن ذلت اوٹھائیگا ضرور * مان سا
کہنا یہ میرا صحبت اغیار چھوڑ * راہ سیدھی چل کہ اک عالم تجھے اچھا کہے * کجروی بہتر نہین اے شوخ یہ رفتار چھوڑ *
بدمزاجی سے تجھے حاصل ہے کیا اے رشک مہر * ساتھ شیرین کے مری جان تلخی گفتار چھوڑ * قولہ ہدایہ وغیرہ مین
لکہا ہے کہ قومہ مین یعنے رکوع سے سر اوٹھانے کے بعد کھڑا ہونا فرض نہین اور یہ مذہب ہے امام اعظم اور محمد کا
سو امام اعظم اور محمد نے خلاف کیا اس مسئلہ مین ان دونون حدیثون کا جو کہ اوپر مذکور ہوئین اقول سبحان
جائیگی کس خرابی سے * ہاتہ اوٹھیگا نہ اس رکابی سے * کچھ سمجھ مین آوے یا نہ آوے مگر اس عبارت آیہ از تکیہ کلام
(سو امام اعظم نے خلاف کیا فلانی حدیث کا) لکھ دینا ضرور ہے اس بحث کا جواب وہی ہے جو سابقا مذکور ہے با اینہمہ
جو نہ سمجھے اور پہر تکیہ کلام سو کا نہ چھوڑے سو اسکے دماغ مین فتور ہے ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور قولہ
ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ دو سجدون کے درمیان مین بیٹھنا فرض نہین اور یہ مذہب امام اعظم اور
انکے شاگرد محمد کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے ان دونون حدیثون کا جو پہلے گذرین اقول
اسکا جواب وہی ہے جو سابقا گذر چکا ہے کہ ان دونون حدیثون سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص درمیان
دونون سجدون کے نہ بیٹھے اوسکو چاہیے کہ نماز پہر اچھی طرح سے پڑہے اور یہ مخالف مذہب حنفیہ نہین ہے اور اس
چیز کے فرض نہونے سے نماز مین یہ نہین لازم ہے کہ بدون اوسکے نماز مکمل ہوجاوے اور حاجت اعادہ کی نہ ہے
تا مخالفت اون حدیثون کی لازم آوے تفصیل اسکی یہ ہے کہ نماز کے افعال حنفیہ وغیرہ کے نزدیک چار قسم پر منقسم
ایک فرض جیسے رکوع اور سجدہ اور قیام اور قرأت قرآن وغیرہ انکا حکم یہ ہے کہ اگر انکو قصداً چھوڑ دیگا تو نماز
اوسکی بالکل باطل ہوجاویگی اور سخت گناہ لازم ہوگا اور اگر سہواً چھوڑ دیگا تب بھی نماز باطل ہوجاویگی مگر گناہ نہ ہوگا
دوسری واجب جیسے التحیات پڑھنا بعد دو رکعت کے اور اخیر رکعت مین اور ترتیب درمیان سورہ فاتحہ اور
سورت کے یعنے پہلے سورۂ فاتحہ پڑہی جاوے اسکے بعد کوئی اور سورت ملانا اور ایسی سورہ فاتحہ کا پڑھنا
اور سورت کا ملانا یہ بھی واجب ہے اور فرض مطلق قرأت ہے انکا حکم یہ ہے کہ اگر انکو قصداً چھوڑ دیگا تو بڑا گناہ
اور نماز کا اعادہ ضروری ہوگا اور اگر سہواً چھوڑ دیا تو گناہ تو نہ لازم ہوگا مگر دو سجدے سہو کے ضروری ہونگے
اور اگر کسی نے سجدے سہو کے نہ کیے تو دوبارہ اعادہ نماز کا لازم ہوگا تیسرے سنت موکدہ جیسے قیام کی حالت
ہاتہ باندھنا یا بعد التحیات کے درود پڑہنا یا بعد سورۂ فاتحہ کے آمین کہنا وغیر ذلک انکا حکم یہ ہے کہ انکے
چھوڑنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور اعادہ اسکا لازم ہوتا ہے اور اگر قصداً چھوڑے گا تو گناہ بھی ہوگا چوتھے
مستحبات جیسے سات مرتبہ یا نو مرتبہ رکوع اور سجدے مین تسبیح پڑھنا یا بعد التحیات اور درود کے دعا پڑھنا وغیرہ ذالک

انکا حکم یہ ہے کہ انکے ادا کرنے سے نماز کامل و مقبول ہوتی ہے اور چھوڑنے سے نماز درجہ کمال تک نہیں پہونچتی ہے مگر گناہ نہیں ہوتا ہے اور نہ اعادہ لازم ہوتا ہے آپ ان سب مضامین کی توضیح و تشریح کتب فقہ مین جیسی شروح ہدایہ و حواشی شرح وقایہ و شروح منیہ و شروح کنز وغیرہ مین مسطور ہے پس اگر درمیان دو سجدون کے بیٹھنا یا بعد رکوع کے کھڑا ہونا امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض نہوا تو کیا گناہ ہوا آپ نہین سمجھے کہ بدون ان افعال کے نماز انکی نزدیک کامل ہوجاتی ہے بلکہ یہ افعال انکے نزدیک یا تو سنت موکدہ ہین یا واجب ہین بہرحال انکے چھوڑنے سے نماز ناقص ہوتی ہے اور حاجت اعادہ کی پڑتی ہے آپ کو اتنی امتیاز تو ہے نہین کہ فرض اور واجب اور سنت فقہاء کے نزدیک کیا چیز ہین اور انکے کیا احکام ہین اور یہ بھی معلوم نہین کہ فرض نہونا کسی فعل کا اور چیز ہے اور نماز کا بدون اوسکے کامل ہوجانا اور چیز ہے مگر اعتراض کرنے پر تیار ہوجاتے ہین بے سوچے سمجھے جو کچھ جی مین آیا بک اوٹھتے ہین ؎ تنک کی ہیر اوسے بھی نگار اٹھے ہیر ہر جگہ فضل خدا الیک سیر ہوتا ہے ؛ **قولہ** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ شہر والے اگر گانون مین اپنی قربانی بھیجدین تو اونکو بعد صبح قبل نماز عید قربانی کرنی جائز ہے سو امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا ان تین حدیثون کا پہلے حدیث بخاری اور مسلم مین روایت ہے جندب سے الخ **اقول** ؎ سنگدل کا اس سے بہتر ہے نہین ہرگز علاج ۔ ایسے دیوانے کو زنجیر پنہا یا چاہیے ؛ حنفیہ کے نزدیک جس شخص پر نماز عید واجب ہے اوسکو اوسی شہر مین جہان وہ رہتا ہے قبل نماز کے قربانی ناجائز ہے جیسا کہ ان احادیث سے جو آپنے ذکر کی ہین ثابت ہوتا ہے اور جس شخص پر نماز عید واجب نہین جیسے دیہات والے اونکو بعد طلوع فجر کے قربانی جائز ہے اور اگر شہر مین رہنے والا اپنی قربانی کسی ایسی جگہ بھیجدے جہان نماز عید واجب نہین اور کسی سے کہدے کہ تم ہماری طرف سے ذبح کر دو تو اوسکو بعد طلوع فجر کے قربانی جائز ہے اوسکی وجہ اس عبارت ہدایہ و بنایہ سے واضح ہے ثم المعتبر فی ذلک مکان الاضحیۃ یعنے معتبر اس باب مین مکان قربانی کا ہے نہ مکان قربانی کرنے والے کا حتی لو کانت فی السواد والمضحی فی المصر یجوز کما انشق الفجر لدخول الوقت یہانتک کہ اگر ہووے قربانی دیہات مین اور قربانی کرنے والا شہر مین جائز ہے قربانی کرنا بمجرد طلوع فجر کے بسبب آجانے وقت کے کیونکہ وقت قربانی کا طلوع صبح یوم النحر سے ہے اور نماز ادا کر لینا پہلے یہ شرط ہے اور ہرگاہ قربانی ایسی جگہ پر ہے کہ نماز عید وہان نہین ہوتی ہے بدون انتظار نماز وہ جائز ہوجاویگی وفی العکس وہو ما اذا کانت الاضحیۃ فی المصر والمضحی فی السواد لا یجوز الا بعد الصلوۃ بعد دخول الوقت قبل الصلوۃ اور بیچ عکس اوس صورت کے یعنے یہ کہ قربانی شہر مین ہووے اور صاحب قربانی بیرون شہر ہووے نہین جائز ہے قربانی کرنا شہر مین مگر بعد نماز کے بسبب نہ پہونچنے وقت قربانی کے شہر مین قبل ادا سے نماز کے وقال الکرخی فی مختصرہ ان کان رجل من اہل السواد دخل المصر لصلوۃ الاضحی وامر اہلہ ان یضحوا عنہ فانہم یجوزان یذبحوا عنہ بعد طلوع الفجر وان سافر رجل فامر اہلہ وہم فی المصر ان یضحوا عنہ فانہ لا یجوز ان یذبحوا عنہ الا بعد صلوۃ الامام

اور ذکر کیا ہے کرخی نے اپنے مختصر مین کہ اگر ایک شخص دیہات کا رہنے والا شہر مین نماز عید کے واسطے آوے اور اپنے اہل و
عیال سے کہہ آوے کہ تم ہماری طرف سے قربانی کر دینا جائز ہے اونکو کہ ذبح کر دین اوسکی طرف سے بعد طلوع فجر کے بدون
انتظار وقت نماز کے اور اگر سفر کرے کوئی شخص شہر کا رہنے والا اور حکم کر جاوے اپنے گہر والون کو کہ قربانی کر دین اوسکی طرف سے
نہین جائز ہے اونکو کہ ذبح کرین اوسکی طرف سے مگر بعد نماز امام کے وحیلة المصری اذا اراد التعجیل ان یبعث بہا الی خارج المصر
فیضحی کما طلع الفجر لان الاعتبار لمکان الاضحیة یعنے جو شخص شہر مین ہو اور اوسکو منظور یہ ہو کہ قربانی میری جلد ذبح ہو جاوے
اوسکے واسطے حیلہ یہ ہے کہ بہیجدے اپنی قربانی کو باہر شہر کی جہان نماز عید واجب نہین ہے پس ذبح کر دی جاوے اوسکی طرف سے بمجرد طلوع صبح کے اسوجہ سے کہ
اعتبار قربانی کی جگہ کا ہے وہذا لانہا تشبہ الزکاة من حیث انہا تسقط بہلاک النصاب قبل مضی ایام النحر کالزکاة تسقط بہلاک النصاب فیعتبر فی الصرف مکان
المحل ای محل الذبح لا مکان الفاعل اعتبارا بہا حیث تودی فی موضع المال دون موضع صاحبہ انتہی یعنے اعتبار کرنا مکان قربانی کا اسوجہ سے ہے
کہ قربانی مشابہ ہے زکاة کے اسوجہ سے کہ اگر صاحب نصاب کا جسپر زکاة واجب ہے نصاب ہلاک ہو جاوے زکوة ساقط ہو جاتی ہے اور
صاحب قربانی کا نصاب اگر ہلاک ہو جاوے تو قربانی ساقط ہو جاتی ہے اور زکاة مین معتبر مکان مال ہے نہ صاحب مال
مثلاً اگر صاحب مال ایک شہر مین ہووے اور مال اوسکا دوسرے شہر مین تو زکاة اوس مال کی اوسی شہر مین دیجاویگی
جہان مال ہے اور وہین کے فقرا پر تقسیم ہوگی نہ اوس مقام پر جہان صاحب مال ہے پس ایسی قربانی کے ذبح کرنے مین
بہی اعتبار اوسی مکان کا ہوگا جہان وہ قربانی ہے نہ اوس مکان کا جہان قربانی کرنے والا رہتا ہے پس جب
قربانی ایسی جگہ پر ہوئے کہ وہان نماز عید واجب نہین ہے با ضرور اوسکو ذبح کر دینا موافق وہان کے طریقہ کے درست ہوگا
گو مالک قربانی شہر مین ہووے اور بدون نماز کے ذبح نہ کر سکے الحاصل اس باب مین کوئی آیت یا حدیث صحیح صریح ایسی
نہین وارد ہوئی جس سے یہ معلوم ہو کہ باب قربانی مین اعتبار مکان مالک قربانی کا ہے نہ مکان قربانی کا اگر ایسی
حدیث یا آیت ہوتی تو بیشک امام پر تمہاری گفتگو سے اعتراض وارد ہوتی اور یہ جو حدیثین آپ نے بیان کین انمین اور
مذہب امام مین کچہ مخالفت نہین ہے اور سبطرح نظائر قربانی کے امام کا مذہب توی معلوم ہوتا ہے قولہ صفحہ ۱۳ فتاوی عالمگیری
مین جامع صغیر سے نقل کر کے لکہا ہے کہ عقیقہ کرنا لڑکی اور لڑکے دونون کا مکروہ ہے اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا
سو امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا ہے ان حدیثون کا الخ اقول کہوئے نہ کس طرح سے ترا اعتبار جہوٹ ❊
ثابت کیا ہے مین نے ترا لاکہہ بار جہوٹ ❊ لائے یقین کون ترے قول و فعل کا ❊ گفتار تیری جہوٹ ہے سب کاروبار جہوٹ ❊
کراہت عقیقہ کی امام اعظم کی طرف نسبت کرنا بالکل غلط ہے اور ایسی نسبت کرنا اوسکے بدعت ہونے کی انکی طرف افترا ہے
البتہ انسے منقول ہے کہ عقیقہ مباح ہے اور انکے سوا اور ائمہ سے بعضون سے سنت ہونا اسکا منقول ہے اور بعضون سے
واجب ہونا منقول ہے رحمة الامة فی اختلاف الائمہ مین مسطور ہے عند مالک والشافعی ہو سنة مشروعة وقال
ابو حنیفة ہی مباحة ولا اقول انہا مستحبة وعن احمد روایتان اشہرہما انہا سنة والثانیة انہا واجبة واختارہا بعض اصحابہ

یعنے عقیقہ کرنا امام شافعی اور مالک کے نزدیک سنت ہی اور کہا امام ابو حنیفہ نے کہ یہ مباح ہے نہین کہتا ہون مین کہ
مستحب ہے اور امام احمد سے دو روایتین ہین مشہور روایت مین تو سنت ہے اور دوسری روایت وجوب کی ہے اور پسند
کیا ہے اسکو بعض حنابلہ نے اور مولانا محمد معین ابن شارح سلم وغیرہ مولانا محمد مبین لکھنوی نہایۃ البیان فیما یحل ویحرم من الحیوان
مین تحریر کرتے ہین بدانکہ عقیقہ سنت ست نزد امام مالک و شافعی و احمد در مذہب مشہور و بروایتی از وے واجب ست و اکثر
احادیث ناظر بر عدم وجوب ست الاحادیث کل غلام مرتہن بعقیقتہ وچون اغلب احادیث درآنجانب ست آن نیز محمول بر
تاکید سنت و استحباب خواہد بود و نزد امام ابو حنیفہ عقیقہ سنت نیست امام محمد در موطا گوید کہ ما را چنین رسیدہ است کہ عقیقہ
در رسوم جاہلیت بود و در اول اسلام نیز معمول بود پس ازان نسخ کرد ضحیہ ہر ذبح را کہ پیش ازان بود و نسخ کرد صوم رمضان
ہر صومی را کہ پیش از وے بود و نسخ کرد غسل جنابت ہر غسلے را کہ پیش از وے بود و نسخ کرد زکاۃ ہر صدقہ را کہ پیش از وی بود
ہمچنین رسیدہ است ما را انتہی و نزد ابن حزم عقیقہ فرض ست و بعضے گفتہ اند کہ سنت ست برائے ذکور سوائے اناث چنانچہ
حسن و قتادہ عقیقہ را از جاریہ سنت نمی گویند و صاحب توضیح از امام محمد و دیگر کوفیین نقل کردہ کہ عقیقہ بدعت ست
در شرح توضیح گفتہ کہ این افترائے محض ست بر امام اعظم بلکہ از امام اعظم در بعضے روایات آمدہ کہ عقیقہ سنت نیست
یعنے سنت ثابتہ یا مؤکدہ نیست بلکہ مستحب ست انتہی اور جامع صغیر مین امام محمد نے ترقیم کیا ہے ولا یعق عن الغلام ولا
عن الجاریۃ انتہی اس عبارت سے بعض فقہاے نے اشارۃً نکالا ہی کہ عقیقہ مکروہ ہے اسی مضمون کو فتاوے عالمگیری
مین ذکر کیا ہے اور قول اباحت کو بھی نقل کیا ہے پوری عبارت اوسکی یہ ہے العقیقۃ عن الغلام والجاریۃ وہو ذبح
شاۃ فی سابع ولادتہ وضیافۃ الناس وحلق شعرہ مباح لا سنۃ ولا واجب کذا فی الوجیز للکردری یعنے عقیقہ فرزند اور دختر
کی طرف سے اور وہ عبارت ہے ذبح کرنے بکری سے ساتوین روز ولادت کے مع دعوت کرنے لوگون کے اور سر منڈانے
لڑکی کے مباح ہے نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے ایسیہی ہیچ وجیز کردری کی ہی وذکر محمد فمن شاء فعل ومن شاء لم یفعل
وہذا یشیر الی الاباحۃ اور ذکر کیا ہے امام محمد نے باب عقیقہ مین کہ جو شخص چاہے عقیقہ کرے اور جو چاہے نکرے
اور یہ قول امام محمد کا اشارہ کرتا ہی طرف اباحت کے یعنے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ مباح ہے اوسکے کرنے
نکرنے مین آدمی مختار ہے وذکر فی الجامع الصغیر ولا یعق عن الغلام ولا عن الجاریۃ یعنے جامع صغیر مین امام محمد نے ذکر کیا ہی
کہ نہ عقیقہ کیا جاوے نہ پسر سے اور نہ دختر سے وانہ اشارۃ الی الکراہیۃ کذا فی البدائع اور یہ اشارہ ہی طرف مکروہ ہونے
عقیقہ کے ایسیہی ہی بدائع مین اب آپ ہی ذرا انصاف سے کہیے کہ فتاوے عالمگیری سے جس مضمون کو آپ نے
نقل کیا ہے وہ کہان ہے نہ تو اوسمین جامع صغیر سے مکروہ ہونا نقل کیا ہے اور نہ اوسمین کراہت کو امام کی طرف
منسوب کیا ہے یا تو آپ کو عالمگیری کا دیکھنا نصیب نہین ہوا یا اوسکی عبارت کے مطلب سمجھنے مین قصور ہوا
ع زلف خمدار کو اے شوخ دل آزار نہ چھیڑ ؛؛ جی نکل جائینگے عالم کے خبردار نہ چھیڑ ؛؛ اب یہان عبارت

تعلیق ممجد کی بقدر ضرورت ہم نقل کیے دیتے ہیں جسمین احقاق حق بطرز حق موجود ہے وقد وردفی ہذا الباب احادیث کثیرۃ تدل

مصنف فوز و اور کتاب محمد علی کی ترتیب ۱۲

علی مشروعیتہا واستحبابہا یعنے تحقیق وارد ہوئی ہین اس باب مین بہت حدیثین کہ دلالت کرتی ہین اوپر مشروع ہونے عقیقہ

کے اور استحباب اسکے من ذلک حدیث عائشۃ منجملہ اونکے حدیث ہے عائشہ کی قالت امرنا رسول اللہ صلعم عن الغلام شاتین

وعن الجاریۃ شاۃ کہا اونہون نے کہ حکم کیا ہمکو آنحضرت صلعم نے پسر کی طرف سے دو بکری کا اور دختر کی طرف سے ایک بکری کا

اخرجہ الترمذی وابن ماجۃ وابن حبان والبیہقی واللفظ لابن ماجۃ یعنے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن

حبان اور بیہقی نے اور یہ لفظ ابن ماجہ کی ہے ومن ذلک حدیث سمرۃ مرفوعا اور منجملہ اونکی حدیث ہے سمرہ کی فرمایا

رسول اللہ صلعم نے الغلام مرتہن بعقیقتہ تذبح عنہ فی الیوم السابع ویحلق راسہ ویسمی یعنے لڑکا رہن ہے ساتھ عقیقہ

بکری کے کہ ذبح کیا جاوے اوسکی طرف سے ساتوین روز اور سر منڈایا جاوے اوسکا اور نام اوسکا رکھا جاوے اخرجہ

واصحاب السنن والحاکم والبیہقی من حدیث الحسن عن سمرۃ وصححہ الحاکم وعبد الحق والترمذی روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی

اور ابن ماجہ اور ابو داؤد اور نسائی اور بیہقی نے بروایت حسن بصری کے سمرہ سے اور تصحیح کی اسکی ترمذی اور حاکم اور

عبد الحق نے ومن ذلک حدیث ام کرز مرفوعا اور منجملہ اونکی حدیث ہے ام کرز کی کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے عن الغلام شاتان

وعن الجاریۃ شاۃ یعنے پسر سے دو بکری اور دختر کی طرف سے ایک بکری اخرجہ ابو داود وابن ماجۃ والنسائی والحاکم

وابن حبان ولہ طرق عند الاربعۃ والبیہقی روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور نسائی اور حاکم اور ابن

حبان نے اور اسکی چند اسناد ہین نزدیک اصحاب سنن اربعہ اور بیہقی کی ومن ذلک حدیث عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ

اور منجملہ اونکی حدیث ہے عبد اللہ بن بریدہ کی اپنے باپ سے کنا فی الجاہلیۃ اذا ولد لاحد غلام ذبح شاۃ ولطخ راسہ بدمہا

فلما جاء اللہ بالاسلام کنا نذبح شاۃ ونحلق راسہ ونلطخہ بزعفران تھے ہم زمانہ کفر وجاہلیت مین جب پیدا ہوتا کسی کے

میان لڑکا ذبح کرتا وہ ایک بکری اور آلودہ کرتا لڑکے کے سر کو ساتھ خون اوس بکری کے پس جب کہ لایا اللہ جل شانہ دین اسلام

کو تھے ہم کہ ذبح کرتے تھے بکری اور سر منڈاتے تھے لڑکے کا اور مل دیتے تھے اوسپر زعفران اخرجہ ابو داود والحاکم والبیہقی

من حدیث عائشۃ روایت کیا اسکو ابو داؤد اور حاکم اور بیہقی نے بروایت عائشہ رض ومن ذلک حدیث ابن عباس

اور منجملہ اونکی حدیث ابن عباس ہے ان النبی صلعم عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا تحقیق کہ آنحضرت صلعم نے عقیقہ کیا حسن

اور حسین کی طرف سے ایک ایک مینڈہا اخرجہ ابو داود والنسائی وصححہ عبد الحق وابن دقیق العید روایت کیا اسکو

ابو داؤد اور نسائی نے اور تصحیح کیا اسکو عبد الحق اور ابن دقیق العید نے وفی الباب اخبار واحادیث اخر الفتہا مذکورۃ

فی شرحہا اور اس باب مین اور بھی حدیثین ہین کہ اپنے مقامات مین مذکور ہین وہی کہا تشہد بمشروعیۃ العقیقۃ

بل بعضہا تدل علی الوجوب اور یہ سب گواہی دیتی ہین مشروع ہونے عقیقہ پر بلکہ بعض انکی دلالت کرتی ہین وجوب پر

فان لم یکن واجبا فلا اقل من ان یکون مستحبا بل سنۃ پس اگر نہو واجب پس نہین ہے کمتر اس سے کہ ہو وے مستحب

بلکہ سنت وبعلہا فلم تبلغ ابا ماحیث قال انما بما جعلوا لیست بمستحبۃ انتہی ملخصًا اور شاید کہ یہ حدیثین نہ پہونچی ہوں صحابہ کے
امام کو کہ انہون نے کہا کہ حقیقۃ مباح ہے مستحب نہین ہے اسوجہ سے کہ ان حدیثون سے صاف مستحب ہونا بلکہ سنت
ہونا معلوم ہوتا ہے **قولہ** صفحہ ۱۴۳ ہدایہ وغیرہ مین لکہا ہے کہ جب تین رکعت وتر پڑہے تو دو رکعت پڑہ کے سلام نہ پہیرے
اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا الخ **اقول** اس مقام پر صفحہ ۱۴۲ اور صفحہ ۱۴۳ اور صفحہ ۱۴۴ مین آپ نے خوب حق پوشی کا کام کیا
اور عوام کو خوب دہوکا دیا صفحہ ۱۴۲ مین عینی وغیرہ سے نقل کر کے کہ ایک رکعت وتر نہین درست ہے فورًا حکم
دے دیا کہ امام اعظم نے خلاف کیا ان پانچ حدیثون کا اور وہ حدیثین لکہدین جنسے ایک رکعت وتر پڑہنا جائز معلوم
ہوتا ہی اور صفحہ ۱۴۳ مین ہدایہ وغیرہ سے نقل کر کے کہ نماز وتر تین ہی رکعت ہے نہ زیادہ نہ کم لکہدیا کہ امام اعظم نے
خلاف کیا ان حدیثون کا بعد اسکے تین حدیثین لکہدین کہ جنسے نو رکعت اور تیرہ اور پانچ رکعت وتر پڑہنا ثابت ہے
اور صفحہ ۱۴۴ مین ہدایہ سے نقل کر کے کہ جب تین رکعت پڑہے تو دو رکعت پڑہ کے سلام نہ پہیرے حکم دے دیا
کہ امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ان دو حدیثون کا اور انہین کتب صحاح وغیرہ کتب حدیث مین جو حدیثیں
موافق مذہب امام اعظم کے ہین جنسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر تین رکعت ہین ایک سلام نہ کم نہ زائد آپ کو نہ دکہائی دین
اور آثار صحابہ بہی جنسے موافقت مذہب حنفیہ کی ہے آپ کی نظر سے نہ گذرے یا دیدہ و دانستہ فروگذاشت کیے گئے
بلکہ یقین ہے کہ آپ ان احادیث و آثار پر واقف ہوے ہونگے مگر قصد آپکا فریب دہی عوام باین ارادہ کہ لوگ مذہب حنفی کو
برا کہین اور اسکا ثواب آپکو تا قیام قیامت ملا کرے واگذاشت کر دیے سو امتیاز حق و باطل خود ستاؤن کو
کہان ہاں کیون نہ فرعون ایک سمجہے سحر اور اعجاز کو کیا ضرر منکر ہوے دو چار اگر خفاش طبع سب نے دیکہا رجعت
خورشید کے اعجاز کو ان احادیث کی جو بظاہر مخالف مذہب امام اعظم آپکو معلوم ہوے ہین جوابات اور ان مسائل کی
تحقیقات کتب حنفیہ مین جیسی شرح معانی الآثار طحاوی کے اور بنایہ ہدایہ کی شرح عینی کی اور فتح القدیر وغیرہ مین
بتفصیل تمام مذکور ہین جسکو استعداد و شوق ہو دیکہ لے ہم یہان وہ احادیث اور آثار جنکے مذہب حنفی موافق ہے
نقل کرتے ہین تا عوام فریب سے محفوظ رہین اور سمجہ جاوین کہ مذہب امام اعظم بالکل موافق احادیث نبوی افعال و اقوال
حضرات صحابہ ہے اور جو بے سمجہے بوجہے مخالفت کا حکم امام اعظم پر کر دے وہ بیشک گمراہ ہے طحاوی نے شرح
معانی الآثار مین عامر شعبی سے روایت کی سألت ابن عباس وابن عمر کیف کانت صلوۃ رسول اللہ فقالا ثلاث
عشرۃ رکعۃ ثمان ویوتر بثلاث ورکعتین بعد الفجر یعنے پوچہا مین نے عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ بن عمر سے کیفیت
آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز سے بوقت شب پس کہا ان دونون نے کہ آن حضرت کی نماز شب کو تیرہ رکعت تہی
آٹہہ رکعت پڑہتے تہے پہر تین رکعت وتر اور دو رکعت سنت فجر بعد طلوع صبح صادق اور عائشہ سے روایت کی کان
نبی اللہ لا یسلم فی رکعتی الوتر یعنے تہے آن حضرت کہ نہین سلام پہیرتے تہے بعد دو رکعت کے نماز وتر مین بلکہ تین رکعت

ایک سلام سے پڑھتے تھے اور بھی عائشہؓ سے روایت کی کان یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعا فلا تسأل
عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثا یعنے تھے آنحضرتؐ کہ پڑھتے تھے شب کو چار رکعت پس نہ پوچھ تو اونکے حسن اور
تطویل سے یعنے بہت اچھی طرح سے پڑھتے تھے بعد اوسکے پھر چار رکعت ایسی ہی پڑھتے تھے پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے
اور بھی ابن عباس سے روایت کی صلے رسول اللہ بعد العشاء رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر بثلاث یعنے
آنحضرتؐ نے بعد عشاء کے پڑھیں دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر وتر پڑھی تین رکعت اور بھی مسور بن
مخرمہ سے روایت کی دفنا ابا بکر لیلا فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرہن
یعنے دفن کیا ہمنے ابوبکر صدیقؓ کو شب کو پس کہا عمرؓ نے مین نے وتر نہین پڑھی ہے پس کھڑے ہوئے وہ اور ہم نے پیچھے اونکے
صف باندھی پیچھے اونکے پس ادا کین تین رکعت نہین سلام پھیرا مگر آخر مین اور بھی انسؓ سے روایت کی الوتر ثلاث
رکعات یعنے وتر تین رکعت ہین اور بھی ثابت سے روایت کی قال صلے بی انس الوتر انا عن یمینه وام ولده خلفه
ثلث رکعات لم یسلم الا فی آخرہن یعنے کہا ثابت نے کہ نماز پڑھی انسؓ نے وتر ہمارے ساتھ مین اور مین اونکے داہنے طرف تھا
اور ام ولد اون کے پیچھے تھین تین رکعت نہین سلام پھیرا مگر آخر مین اور بھی ابوالزناد سے روایت کی وعیت سبعتہم
ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرہن یعنے یاد رکھا مین نے فقہاء سبعہ اہل مدینہ سے سعید بن مسیب اور عروہ بن الزبیر
اور قاسم بن محمد اور ابوبکر بن عبد الرحمن اور خارجہ بن زید اور عبید اللہ بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار سے
یہ سب کہتے تھے کہ وتر تین رکعت ہین نہین سلام پھیرا جاوے مگر اونکی آخر مین اور بھی ابوالعالیہ سے روایت کی علمنا
اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان الوتر مثل صلوة المغرب ہذا وتر النہار وہذا وتر اللیل یعنے تعلیم کیا ہمکو صحابہ نے
کہ وتر مثل نماز مغرب کے ہے وہ وتر ہے دن کی اور یہ وتر ہے رات کی اور مستدرک حاکم مین عائشہؓ سے روایت ہے
کان رسول اللہ یوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخرہن یعنے تھے آنحضرتؐ کہ وتر پڑھتے تھے تین رکعت نہین سلام پھیرتے تھے
مگر آخر مین اور سنن نسائی اور موطا امام محمد اور کتاب الحجج مین عائشہؓ سے روایت ہے کان رسول اللہ لا یسلم
فی رکعتی الوتر یعنے تھے آنحضرتؐ کہ نہین سلام پھیرتے تھے بیچ دو رکعت وتر کی بلکہ تین رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے
اور ابن حبان نے روایت کی انہ صلے اللہ علیہ وسلم قام بہم فی رمضان فصلے ثمان رکعات واوتر یعنے آنحضرتؐ نے کہ
نماز پڑھی ماہ رمضان مین ساتھ صحابہ کے آٹھ رکعت اور پھر وتر پڑھی تین رکعت اور معجم طبرانی مین روایت ہے
بلغ ابن مسعود ان سعدا اوتر برکعة فقال ما اجزأت رکعة قط یعنے خبر پہونچی ابن مسعودؓ کو کہ سعد بن ابی وقاص ایک رکعت
وتر پڑھتے ہین پس کہا انہون نے نہین کافی ہوتی ایک رکعت ہرگز اور مصنف ابن ابی شیبہ مین حسن بصری سے
بسند صحیح روایت ہے اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرہن یعنے اتفاق کیا اہل اسلام نے اس امر پر کہ
وتر تین رکعت ہین نہ سلام پھیرا جاوے مگر اونکے آخر مین اور موطا مالک اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن ابوداود

سنن نسائی اور جامع ترمذی وغیرہ میں ابو سلمہ ابن عبد الرحمن سے روایت ہے انہ سأل عائشة کیف کانت صلوة
رسول اللہ فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرة رکعة یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن
ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثا حاصل اسکا یہ ہے کہ ابو سلمہ نے حضرت عائشہ سے استفسار کیا کہ
آن حضرت رمضان میں کسقدر نماز پڑھتے تھے پس کہا اونہوں نے کہ نہیں تھے آپ زائد کرتے گیارہ رکعت پر رمضان
میں اور نہ غیر رمضان میں یعنے اکثر اوقات گیارہ رکعت پڑھتے تھے پہلے آپ چار رکعت پڑھتے تھے نہایت اطمینان
و تطویل کے ساتھ پھر ایسی اور چار رکعت پڑھتے پھر تین رکعت وتر ادا کرتے اور محمد بن الحسن نے موطا اور کتاب الحجج
میں امام باقر سے روایت کی کان رسول اللہ صلعم یصلی ما بین العشاء الی صلوة الصبح ثلاث عشرة رکعة ثمان رکعات تطوعا
وثلاث رکعات الوتر ورکعتا الفجر یعنے تھے آن حضرت کہ پڑھتے تھے درمیان نماز عشاء اور نماز فجر کی تیرہ رکعت آٹھ
رکعت نفل اور تین رکعت وتر اور دو رکعت سنت فجر اور بھی انہیں دونوں میں اور سنن بیہقی میں عبد اللہ بن مسعود
سے مروی ہے الوتر ثلاث کثلاث المغرب یعنے وتر تین رکعت ہیں مثل تین رکعت مغرب کے اور بیہقی نے
اسکو مرفوع بھی روایت کیا ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا لیکن سند اوسکی ضعیف ہے اور
موطا اور کتاب الحجج میں ابن مسعود سے مروی ہے ما اجزأت رکعة قط یعنے نہیں کافی ہے ایک رکعت ہرگز اور
انہیں دونوں میں ابن عباس سے مروی ہے الوتر کصلوة المغرب یعنے وتر مثل نماز مغرب کے ہے ان اخبار
مرفوعہ اور آثار موقوفہ سے اور ایسی اور اخبار اور آثار سے کہ کتب حدیث میں مروی ہیں معلوم ہو گیا کہ مذہب
امام اعظم یہی کہ وتر کی تین رکعت ہیں ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے موافق حدیث و طریقہ صحابہ کے ہے اور مخفی
نرہے کہ صحابہ کا قول اس مقام میں کہ نماز وتر مثل مغرب کے تین رکعت ہے حکم میں مرفوع کے ہے اسوجہ سے
کہ کتب اصول حدیث میں مصرح ہے کہ صحابی کا قول ایسے امور میں جو قیاس و اجتہاد سے معلوم نہیں ہو سکتی ہیں
حکما مرفوع ہے جیسا کہ شرح نخبة الفکر میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں مثال المرفوع من القول حکما لا تصریحا ان یقول
الصحابی الذی لم یأخذ عن الاسرائیلیات ما لا مجال للاجتهاد فیه ولا له تعلق ببیان لغة او شرح غریب کالاخبار عن الامور
الماضیة من بدء الخلق واخبار الانبیاء او الآتیة کالملاحم والفتن واحوال یوم القیامة وکذا الاخبار عما یحصل بفعله ثواب
مخصوص او عقاب مخصوص ومثال المرفوع من الفعل حکما ان یفعل الصحابی ما لا مجال للاجتهاد فیه فینزل علی ان ذلک
عنده عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم کما قال الشافعی فی صلوة علی رض فی الکسوف فی کل رکعة اکثر من رکوعین انتہی حاصل
اسکا یہ ہے کہ مثال مرفوع قولی حکمی کے یہ ہے کہ کہے صحابی ایسا کہ نہ روایت کرتا ہو کتب و علماء بنی اسرائیل سے ایسی
بات کہ اوسمیں اجتہاد کو دخل نہو اور نہ اوسکو کچھ تعلق ہو بیان معنی لغوی وغیرہ سے جیسے خبر دینا امور گذشتہ سے
احوال ابتداء خلقت اور اخبار انبیاء سے یا خبر دینا امور مستقبلہ جیسے قصص فتن و معارک اور احوال روز قیامت وغیرہ

اور ایسی خبر دینا اوس چیز سے کہ حاصل ہو ساتھ فعل اوسکے ثواب خاص یا عذاب خاص کہ اس عبادت پر اسقدر ثواب ہے یا اس فعل مین اسقدر عذاب ہے اور مثال مرفوع فعلی حکمی کے یہ ہے کہ کرے صحابی کوئی ایسا فعل کہ اجتہاد کو اوسمین دخل نہین ہے پس سمجھی جاویگی یہ بات کہ وہ آنحضرتؐ سے ماخوذ ہے اور ایسی اور کتب اصول حدیث مین جیسے شرح الفیہ اور تدریب الراوی اور مقدمہ ابن الصلاح وغیرہ مین مسطور ہے چنانچہ بہت سی عبارتین متعلق اس بحث کی بیچ مشکور رد مذہب ماثور مین منقول ہین جسکو شوق ہو اوسکا مطالعہ کرے اور ظاہر ہے کہ رکعات نماز کی تعداد بیان کرنا یا کیفیت نماز کی بیان کرنا ایسا امر نہین ہے کہ اجتہاد و قیاس سے معلوم ہو سکے پس جب صحابہ نے باب وتر مین حکم دیا کہ یہ تین رکعت ہین مثل نماز مغرب کے بالضرور اونہون نے اس امر کو آنحضرتؐ سے دریافت کیا ہوگا ورنہ کیونکر عقل سے حکم ہو سکتا تہا پس قول صحابہ کا اس باب مین مثل قول نبوی کے سمجہا جاویگا اور یہ قاعدہ مشہورہ کا کہ اقوال و افعال صحابہ حجت نہین ہین یہان نہ سنا جاویگا کیونکہ یہ قاعدہ بشرط صحت اسکے اون امور مین ہے جنمین قیاس و اجتہاد کو دخل ہے خلاصہ مرام اس مقام مین یہ ہے کہ درباب وتر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تین طرح ثابت ہین ایک رکعت وتر کا پڑہنا اور تین رکعت ایک سلام سے پڑہنا اور تین رکعت دو سلام سے پڑہنا روایات انکی صحاح ستہ مین موجود ہین اسیوجہ سے صحابہ کا عمل مختلف رہا سعد بن ابی وقاصؓ اور معاویہؓ سے ایک رکعت پڑہنا ثابت ہے اور عثمانؓ سے بھی بروایت ایک رکعت کی آئی ہے اور ابن عمرؓ سے تین رکعت دو سلام سے ثابت ہین اس طرح پر کہ دو رکعت پڑہ کے سلام پہیرے اور ایک رکعت پہر پڑہے اور عمر بن الخطابؓ سے تین رکعت پڑہنا ثابت ہے اور یہی مذہب ابن مسعود کا ہے بلکہ اونکے نزدیک ایک رکعت ناجائز ہے اور بسبب اس اختلاف روایات احادیث و عمل صحابہ کے اقوال مجتہدین مین اختلاف واقع ہوا رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ مین مسطور ہے اقل الوتر رکعۃ واکثرہ احدے عشرۃ رکعۃ وادنی الکمال ثلاث رکعات عند الشافعی واحمد وقال ابو حنیفۃ الوتر ثلاث رکعات بتسلیمۃ واحدۃ لا یزاد علیہا ولا ینقص وقال مالک الوتر رکعۃ قبلہا شفع منفصل عنہا انتہی یعنے ادنے وتر کا ایک رکعت ہے اور اعلا گیارہ رکعت نزدیک امام شافعی کے اور ادنی کمال و افضلیت کا اونکے نزدیک تین رکعت ہین اور کہا ابو حنیفہ نے کہ وتر تین رکعت ہین ایک سلام سے نہ زیادتی کیجاوے اوسپر اور نہ کمی کیجاوے اور کہا مالک نے وتر ایک رکعت ہے کہ قبل اوسکے دو رکعت ہون جدا ایک رکعت سے یعنے تین رکعت ساتہ دو سلام کے اور شمنی حنفی نے شرح مختصر وقایہ مین تحریر کیا ہے مذہبنا قوی من حیث النظر لان الوتر لا یخلو اما ان یکون فرضا او سنۃ فلو کان فرضا فالفرض لیس الا رکعتین او ثلاثا او اربعا وکلہم اجمعوا علی ان الوتر لا یکون اثنتین ولا اربعا فثبت انہ ثلاث وان کان سنۃ فلا توجد سنۃ الا ولہا مثل فی الفرض والفرض لم یوجد فیہ الوتر الا المغرب وہو ثلاث انتہی یعنے مذہب ہمارا کہ وتر تین رکعت ہے قوی ہے بہ نسبت اور مذاہب کے بوجہ اسکے کہ وہ حال سے خالی نہین نماز وتر یا فرض ہے یا سنت ہے پس اگر

فرض ہوئیں پس فرض نہیں ہے مگر دو رکعت جیسے نماز صبح کی یا تین جیسے نماز مغرب یا چار جیسے نماز ظہر اور عشا اور
سب علماء امت نے اتفاق کیا ہے اس امر پر کہ وتر نہیں ہے دو رکعت اور نہ چار رکعت پس ثابت ہوئی یہ بات کہ وہ
تین رکعت ہی مثل نماز مغرب کے کیونکہ نماز فرض کی کوئی اور صورت سوا ان تین صورتوں کے شرع میں نہیں آئی اور
اگر وہ سنت ہے پس نہیں پائی گئی کوئی سنت مگر یہ کہ مثل اوسکا فرائض میں موجود ہے جیسے سنت فجر و سنت مغرب و
سنت عشاء کے مثل اسکے نماز صبح ہے اور سنت قبل ظہر کی مثل اسکے نماز ظہر و عصر و عشاء ہے اور فرض میں کوئی نماز طاق
نہیں ہے مگر مغرب اور وہ تین رکعت ہیں پس لابد وتر بھی تین ہی رکعت ہوگی اور ایک رکعت یا تین رکعت دو سلام سے کوئی نماز
فرائض میں نہیں ہے اگر یہ شبہ ہو کہ نماز وتر امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے نہ فرض ہے اور نہ سنت ہے پس
انحصار کرنا شمنی کا دو حال میں درست نہیں ہے تو اوسکا دفع یہ ہے کہ واجب حنفیہ کے نزدیک حکم میں فرض کے ہے
پس حال اسکا بعینہ حال فرض کا ہے قولہ[۲] ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ نماز جنازے کی مسجد میں پڑھنا نہیں درست ہے
اور یہ مذہب ہے امام اعظم اور ابو یوسف اور محمد کا سوا امام اعظم اور اونکے شاگردوں نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے
حدیث کا پہلی[۱] حدیث مسلم میں روایت ہے ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے کہ جب وفات ہوئی سعد بن ابی وقاص کی کہا
حضرت عائشہ نے داخل کرو اونکا جنازہ کو مسجد میں تا کہ نماز پڑھوں میں اوپر پس انکار کیا گیا یہ حضرت عائشہ پر
پس فرمایا حضرت عائشہ نے قسم ہے خدا کی نماز پڑھی رسول خدا[ص] نے اوپر دونوں بیٹوں بیضا کے مسجد میں یعنی سہیل اور
بھائی اونکے دوسرے[۲] حدیث موطا میں روایت ہے نافع سے اونسے نقل کی عبداللہ بن عمر سے کہ نماز پڑھی گئی اوپر
عمر[رض] بن الخطاب کے مسجد میں تیسری[۳] حدیث روایت کی ابن ابی شیبہ وغیرہ نے کہ نماز پڑھی جنازے کی حضرت عمر نے
حضرت ابو بکر[رض] پر مسجد میں اور صہیب نے نماز پڑھی جنازے کی حضرت عمر[رض] پر مسجد میں اقول اللہ رے انصاف آپکا نہایت
و عداوت دو رکی حدیثیں جو بظاہر مخالف مذہب امام اعظم معلوم ہوئیں اونکو پیش کر دینا اور تہمت امام اعظم پر
الزام مخالفت کا لگا دینا اور جو حدیثیں موافق مذہب امام ہوں اونسے قطع نظر کرنا آپ ہی کا کام ہے کیوں نہو
شاباش ہے مقتضائے آپکے اسلام کا ہی خدا جانے کس استاد نے آپکو پڑھایا ہے کسنے یہ طریقہ مکر و فریب کا بتایا ہے اونکو شیخ
قرار کیا جانے کسی عیار نے سکھائی بات بے کی بناوٹ بہت سی باتوں میں بے پر کہیں چھپتی ہے بنائی بات بے اسکے
مذہب حنفیہ کی تحقیق سنئے اور اوسکی دلیل لیجئے اور اپنی تقریر بیہودہ پر کچھ تو منفعل ہو جئے تحقیق مذہب حنفیہ میں یا
میں یہ ہے کہ نماز جنازے کی امام اعظم کے نزدیک اگر ادا کریگا تو ادا ہو جاویگی مگر بلا ضرورت مکروہ ہے بعض فقہا کے
نزدیک مکروہ تحریمی اور بعضوں کے نزدیک تنزیہی ہے قاسم بن قطلوبغا نے اول قول کو اختیار کیا ہے اور اونکے
استاد ابن الہمام نے قول ثانی کو مرجح کیا ہے اور دلیل کراہت کی حدیث سنن ابی داود و سنن ابن ماجہ ہے کہ

من صلی علی میت فی المسجد فلا شیء له یعنی جسنے نماز پڑھی اوپر میت کے مسجد میں پس نہیں ہے کچھ ثواب اوسکو اور

اس حدیث کی سند میں اگرچہ ایک راوی صالح مولی توامہ ضعیف ہے مگر ضعف اوسکا ایسا نہیں ہے جس سے یہ حدیث
ساقط ہو جاوے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث حسن قابل احتجاج ہے عبارت کتب معتبرہ مع اونکے ترجمہ اور حاصل کے
دیکھیے کہ جس سے تحقیق مذہب حنفیہ کی اور موافقت اوسکی ساتھ قرآن و حدیث کے بخوبی ثابت و ظاہر ہوتی ہے اور آپ کی
تقریر مخالفت مردود ہوتی ہے شمس الدین ابن القیم تلمیذ رشید ابن تیمیہ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں تحریر کرتے ہیں لم
یکن من ہدیہ الراتب الصلوٰۃ علیہ فی المسجد وانما کان یصلی علی الجنازۃ خارج المسجد یعنی نہیں تھا طریقہ مستمرہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا میت پر مسجد میں نہیں تھے کہ نماز پڑھتے جنازہ پر مگر باہر مسجد سے
وربما کان احیانا یصلی علی المیت فی المسجد کما صلی علی سہیل بن بیضاء واخیہ فی المسجد ولکن لم یکن ذلک سنتہ وعادتہ
اور کبھی آپ نماز پڑھتے میت پر مسجد میں جیسا کہ نماز پڑھی آپ نے اوپر جنازہ سہیل بیٹے بیضاء کے اور اونکے بھائی کے
مسجد میں لیکن نہ تھی یہ عادت آپکی وقد روی ابوداؤد فی سننہ من حدیث صالح مولی التوامۃ عن ابی ہریرۃ اور تحقیق کہ
روایت کی ابو داؤد نے اپنے سنن میں روایت صالح مولی توامہ کے ابوہریرہ سے قال قال رسول اللہ کہا ابوہریرہ نے
کہ فرمایا رسول اللہ نے من صلی علی میت فی المسجد فلا شیء لہ یعنی جسنے نماز پڑھی جنازہ پر مسجد میں پس نہیں ہے کچھ
ثواب اوسکو وقد اختلف فی لفظ الحدیث اور تحقیق اختلاف کیا گیا ہے عبارت حدیث میں فقال الخطیب فی روایتہ
لکتاب السنن لیس کہا خطیب بغدادی نے اپنی روایت میں کتاب سنن ابو داؤد کو وفی الاصل فلا شیء علیہ یعنی اصل کتاب میں
بجائے فلا شیء لہ کے فلا شیء علیہ ہے کہ جسکا مطلب یہ ہے کہ کچھ مضائقہ اوسکو نہیں ہے وغیرہ یروونہ فلا شیء لہ اور سوا
خطیب کے اور رواۃ سنن ابو داؤد نے فلا شیء لہ کی روایت کی ہے وقد رواہ ابن ماجہ فی سننہ ولفظہ فلیس لہ شیء
اور تحقیق روایت کیا ہے اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنے سنن میں اور لفظ اونکی روایت کی فلیس لہ شیء ہے کہ جسکا
مطلب یہ ہے کہ کچھ ثواب اوسکو نہ ملیگا ولکن قد ضعف الامام احمد وغیرہ ہذا الحدیث ولیکن ضعیف کہا ہے اس حدیث کو
امام احمد وغیرہ نے قال الامام احمد ہو مما تفرد بہ صالح کہا امام احمد نے کہ اس حدیث کے ساتھ تفرد کیا صالح مولی توامہ نے
اور سوا اسکے اور کسی نے ابوہریرہ سے اور کسی نے روایت نہیں کیا وقال البیہقی ہذا حدیث فی افراد صالح وحدیث عائشۃ
اصح منہ وصالح مختلف فی عدالتہ کان مالک یجرحہ اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث متفردات صالح سے ہے اور حدیث عائشہ
کی کہ جسمیں آنحضرت کا نماز پڑھنا مسجد میں سہیل کے جنازے پر مروی ہے صحیح زیادہ ہے اس حدیث سے اور صالح کی عدالت میں
اختلاف کیا گیا ہے سو امام مالک کہ جرح اور طعن کرتے تھے صالح پر ثم ذکر عن ابی بکر وعمر انہ صلی علیہما فی المسجد پھر ذکر کیا
بیہقی نے ابوبکر و عمر کے حال کو کہ اونکے جنازے کی نماز مسجد میں ہوئی قلت کہتا ہوں میں صالح ثقۃ فی نفسہ کما قال
عباس عن ابن معین کہ صالح مولی توامہ فی نفسہ ثقہ ہے جیسا کہ عباس نے ابن معین سے روایت کی ہے وقال
ابن ابی مریم عن یحییٰ ثقۃ اور کہا ابن ابی مریم اور یحییٰ نے کہ صالح ثقہ ہے قلت کہ ابن مالک ترکہ کہا میں نے ہو وہ نے

امام مالک نے صالح کو ترک کر دیا اور اون سے روایت نہ کی پس معلوم ہوا کہ وہ ثقہ نہیں ہیں ورنہ مالک اونسے روایت
ترک نکرتے فقال ان مالکا ادرکہ بعد ان خرف پس کہا کہ امام مالک نے صالح کو اوس زمانے مین پایا کہ وہ خرف ہوگئے تھے
اور بسبب کبر سنی کے اونکے ہوش وحواس مین تغیر واقع ہوگیا تھا اسوجہ سے اونہوں نے اونکو مجروح کیا اور روایت
کرنا اونسے ترک کر دیا وقال علی ابن المدینی ہو ثقة الا انہ خرف وکبر فسمع منہ الثوری بعد ان خرف وسماع ابن ابی ذئب
عنہ قبل ذلک اور کہا علی ابن مدینی نے کہ صالح ثقہ ہین مگر یہ کہ بہت سن رسیدہ اور خرف ہوگئے تھے پس سنا اونسے
سفیان ثوری نے احادیث بعد اونکے خرف ہو جانے کے اور ابن ابی ذئب کا سننا احادیث کا صالح سے قبل خرافت
کے ہے فہذا الحدیث حسن اور یہ حدیث یعنے من صلے علے میت فی المسجد فلا شئ لہ حسن قابل حجیت ہے فانہ من روایة
ابن ابی ذئب عنہ وسماعہ منہ قدیم قبل اختلاطہ فلا یکون اختلاطہ موجبا لرد ما حدث بہ قبل الاختلاط انتہی پس تحقیق کہ اس
حدیث کی راوی صالح سے ابن ابی ذئب ہین اور سننا اونکا احادیث کو صالح سے قبل خرافت اور اختلاط ہوش وحواس
اونکے تھا پس ہوگا اختلاط اونکا باعث رد اوس حدیث کا جو اونہوں نے قبل اختلاط کے روایت کی ہے خلاصہ
اس عبارت کا یہ ہوا کہ بذات اس حدیث کی جس سے حنفیہ حکم کراہت کا دیتے ہین سب قوی اور ثقہ ہین صرف
ایک راوی صالح مولی توامہ مین جرح کی گئی ہے مگر وہ جرح مضر نہین ہے اسوجہ سے کہ اونکی عدالت وثقاہت مین
کلام نہین صرف اسقدر کلام ہے کہ وہ آخر عمر مین بوجہ کبر سنی کے ہوش وحواس باختہ ومختلط العقل ہوگئے تھے
اور یہ امر اصول حدیث کے کتب مین ثابت ہے کہ جو شیخ بوجہ کبر سنی کے مختلط العقل ہو جاوے اوسکی روایتین قبل
اختلاط کے سب مقبول ہین اور روایتین بعد زمانہ اختلاط کے مقبول نہین بسبب اسکے کہ اونمین احتمال سہو ونسیان
واغلاط کا غالب ہے اور یہان خوب معلوم ہے کہ یہ حدیث صالح سے ابن ابی ذئب نے روایت کی اور ابن ابی ذئب
نے صالح سے اوس زمانے مین اخذ علم کیا ہے جب وہ خرف نہین ہوے تھے پس بلاشبہ یہ روایت معتبر وحسن
ہوگی اور قابل حجیت کے ہوگی اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اکثر جنازون پر مسجد مین نماز نہ پڑہنا اور روا
اونکے باہر مسجد کے جانا زیادہ تر مؤید ہوگا اور قاسم بن قطلوبغا اپنے فتاوے مین لکھتے ہین قال محمد فی الموطا
کہا امام محمد نے موطا مین حدثنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر انہ قال ما صلے علے عمر الا فی المسجد خبر دی ہمکو مالک نے کہا
اونہون نے خبر دی ہمکو نافع نے ابن عمر سے کہا اونہون نے نہین نماز پڑہی گئی حضرت عمر پر مگر مسجد مین وقال محمد
لا یصلے علے جنازة فی المسجد وکذلک بلغنا عن ابی ہریرة کہا امام محمد نے بعد اوس روایت کے نہ نماز پڑہی جاوے
جنازے پر مسجد مین اور ایسی خبر پہنچی ہمکو ابو ہریرہ سے کہ اونہون نے ممانعت کی وموضع الجنازة بالمدینة خارج المسجد
وہو الموضع الذی کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یصلی علے الجنازة فیہ اور موضع نماز جنازے کی مدینہ طیبہ مین بیرون
مسجد ہے اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر نماز جنازے کی وہین ادا فرماتے تھے فافاد ان عمل النبی کان

علی خلاف ما وقع فی الصلوٰۃ علی امیر المومنین عمر فیحمل علی العذر پس افادہ کیا امام محمد نے اس امر کا کہ حضرت عمر کا
جنازہ مسجد میں خلاف اس امر کے تھا جو در باب نماز عمر کے واقع ہوا پس محمول ہوگا جنازہ عمرؓ کی نماز مسجد میں
حالت عذر پر قال فی المحیط اور ساتھ اسکے تصریح کی ہے محیط میں ولفظہ اور عبارت اوسکی یہ ہے فلا تقام
فی المسجد بغیر العذر وہذا تاویل حدیث عمر انہ انما صلی علیہ فی المسجد لانہ کان لعذر وہو خوف الفتنۃ او الصد عن
الدفن عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنے پس نہ ادا کی جاوے مسجد میں سوا سے نماز پنجگانہ وغیرہ کے مگر کسی عذر سے
اور یہی تاویل ہے حدیث عمرؓ کی کہ جب وہ شہید ہوے نماز پڑہی گئی اونپر مسجد میں اسوجہ سے کہ یا بسبب عذر خوف
فتنہ کے اور خوف اس امر کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انکے دفن سے شاید کوئی ممانعت کرے واقع ہوا
وقال ابو الحسین القدوری فی التجرید اور کہا قدوری نے تجرید میں قال اصحابنا تکرہ الصلوٰۃ علی المیت فی مسجد الجماعۃ وقال
الشافعی تجوز کہا ہمارے اصحاب حنفیہ نے کہ مکروہ ہے نماز اموات پر مسجد جماعت میں اور کہا شافعی نے جائز ہے لنا حدیث
ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی علی میت فی المسجد فلا شئ لہ ذکرہ ابو داؤد ہماری دلیل حدیث ہے
ابو ہریرہ کی کہ فرمایا آنحضرت نے جو شخص نماز پڑہے جنازے کی مسجد میں پس نہیں ہے ثواب اوسکو روایت کیا ہے
اسکو ابو داؤد نے قلت ورواہ ابن ابی شیبۃ بلفظ کہتا ہوں میں اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو
اس لفظ سے من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا صلاۃ لہ جو شخص نماز پڑہے جنازے کی مسجد میں پس نہوگی نماز اوسکی
قال وکان اصحاب رسول اللہ اذا ضاق بہم المکان رجعوا ولم یصلوا اور کہا کہ صحابہ جب تنگ ہوتا مکان نماز جنازہ کو
بوجہ کثرت کے رجعت کرتے تھے اور مسجد میں نماز نہیں پڑہتے تہے وروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما نعی النجاشی
خرج یصلی علیہ فی المصلی ولو کان یجوز الصلوٰۃ فی المسجد لم یکن للخروج معنے اور روایت ہے کہ جب آنحضرت نے خبر
موت نجاشی کی دی اور اوسپر نماز ادا کرنے کا قصد کیا باہر گئے مسجد کے واسطے ادا سے نماز کے اور اگر جائز ہوتی نماز جنازہ
مسجد میں آپ نہ نکلتے بلکہ مسجد میں نماز ادا کرتے ولان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اور اسوجہ سے کہ آنحضرت نے
فرمایا ہے جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم یعنے بچاؤ تم اپنی مسجدون کو اپنے لڑکون اور دیوانون سے یعنے لڑکون اور
دیوانون کو مسجد میں نہ لایا کرو وکان المعنی فیہ انہ لا یؤمن من تلویث المسجد وہذا موجود فی المیت اور ہے وجہ اس
ممانعت میں یہ کہ لڑکون کی اور دیوانون کے مسجد میں آنے سے خراب ہونے مسجد کا اور ملوث ہونے مسجد کا ساتہ نجاست
کے خوف ہے اور یہ وجہ میت میں موجود ہے کہ شاید کوئی نجاست نکل آوے اور مسجد خراب ہو جاوے پس جس طرح
مسجد میں لڑکون اور دیوانون کا لانا بسبب احتمال خرابی مسجد کے مکروہ ہے اسیطرح جنازہ مسجد میں لانا بہی مکروہ ہوگا
ولان الناس افردوا للجنائز فی سائر الامصار موضعا فی المسجد لم یکن لافراد موضع لہا معنے اور اسوجہ سے کہ تمام شہرون
مین نماز جنازہ کے واسطے علیحدہ ایک مقام لوگون نے مقرر کیا ہے اور اگر جائز ہوتی نماز جنازہ مسجد میں علیحدہ مقام کا ہونا

ضرورت ہوتی ورروی ابوداؤد الطیالسی اور روایت کیا ابوداؤد طیالسی نے حدثنا ابن ابی ذئب عن صالح مولی التوأمة
کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابن ابی ذئب نے اونہون نے روایت کی صالح سے قال ادرکت رجالا ممن ادرکنا النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر اذا جاؤا فلم یجدوا الا ان یصلوا فی المسجد رجعوا فلم یصلوا انتہی کہا اونہون نے کہ دیکہا مینے
بہت سے صحابہ کو اور ان لوگون کو جنہون نے مصاحبت ابوبکرؓ کی کی تہی کہ جب آتے نماز جنازہ کے واسطے اور نہ ممکن
ہوتا اونکو مگر یہ کہ مسجد مین نماز پڑہین لوٹ جاتے تہے وہ اور نماز مسجد مین نہین پڑہتے تہے اور ابن الہمام فتح القدیر
مین لکہتے ہین اخرج ابوداؤد وابن ماجہ روایت کیا ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عن ابن ابی ذئب ابن ابی ذئب سے
عن صالح مولی التوأمة اونہون نے روایت کی صالح سے عن ابی ہریرة اونہون نے روایت کی ابوہریرہ سے قال قال
رسول اللہ کہا اونہون نے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے من صلی علی میت فی المسجد فلا اجر لہ جو شخص نماز پڑہیگا جنازہ پر مسجد مین
پس نہین ملیگا کچہ ثواب اوسکو وَمولی التوأمة ثقة لکنہ اختلط فی آخرہ اسند النسائی الی ابن معین انہ ثقة لکنہ اختلط
فی آخر عمرہ فمن سمع منہ قبل ذلک فہو حجة وکلہم علی ان ابن ذئب وراوی ہذا الحدیث عنہ سمع منہ قبل الاختلاط فوجب قبولہ
اور صالح مولے توأمة ثقہ ہے لیکن آخر عمر مین مختلط الحواس ہو گئے تہے پس جسنے اونسے روایت قبل اختلاط کے کی اوسکی روایت
قابل قبول کے ہی اور سب اہل حدیث اس امر پر متفق ہین کہ اس حدیث کے راوی ابن ابی ذئب نے صالح سے قبل اختلاط کے
روایت کی ہی پس ضرور ہوا قبول کرنا اس حدیث کا وفی مسلم لما توفی سعد بن ابی وقاص قالت عائشة ادخلوا بہ المسجد
حتی اصلی علیہ فانکر ذلک علیہا فقالت واللہ لقد صلی النبیؐ علی ابنی بیضاء فی المسجد سہیل واخیہ قلنا اولا واقعة حال
لا عموم لہا فیجوز کون ذلک کان لضرورة کونہ کان معتکفا ولو سلم عدمہا فانکارہم وہم الصحابة والتابعون دلیل علی انہ
استقر بعد ذلک علی ترکہ حاصل اسکا یہ ہے کہ وہ جو روایت کی مسلم نے کہ جب وفات ہوئی سعد بن ابی وقاص کی
کہا عائشہ نے کہ انکا جنازہ مسجد مین لاؤ کہ مین بہی انپر نماز پڑہون پس انکار کیا عائشہ پر صحابہ نے پس کہا اونہون نے
کہ تم کیون انکار کرتے ہو قسم خدا کی نماز پڑہی آن حضرتؐ نے بیضاء کے دونون پسر کے جنازے پر مسجد مین اس حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازے کی مسجد مین پڑہنا درست ہے پس اسکے دو جواب ہین ایک یہ کہ یہ واقعہ حال ہے
اس سے عموم نہین ثابت ہوتا ہے کیونکہ کہین آنحضرتؐ سے حکم کرنا ادا کرنے نماز جنازے کا مسجد مین بطور تشریع
عام کے نہین ثابت ہے جیسا کہ ممانعت ثابت ہے پس ہو سکتا ہے کہ یہ نماز پڑہنا آپکا مسجد مین بوجہ ضرورت
اعتکاف وغیرہ کے ہوا دوسرے یہ کہ اگر تسلیم کیا کہ وہان ضرورت نہتی پس انکار صحابہ اور تابعین کا حضرت عائشہ پر
دلیل اس امر پر ہے کہ عمل مستقر بعد اسکے ترک پر ہوا اسیوجہ سے صحابہ نے انکار کیا حاصل مقام یہ ہے کہ امام اعظم وغیرہ
نے جو حکم ممانعت کیا اوسکی چند دلیلین ہین اول حدیث من صلی علی میت فی المسجد فلا شئ لہ کہ جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ نماز جنازے کی جو شخص مسجد مین پڑہیگا اوسکو ثواب نہ ملیگا اور اس حدیث کی سند مین اگرچہ صالح راوی پر جو شبہ

کیا گیا ہے مگر بنظر تحقیق وہ خدشہ لغو ہو گیا جیسا کہ سابقاً تحقیق ابن قیم و ابن ہمام سے واضح ہو چکا کہ صالح کی ثقاہت اور عدالت مین شبہ نہین ہے البتہ وہ آخر عمر مین مختلط ہو گئے تھے اور کتب اصول حدیث مین یہ امر محقق ہے کہ ایسے راوی کی روایتین سب مردود نہین ہوتی ہین بلکہ جو روایتین اونسے قبل اختلاط کے کی گئی ہون وہ مقبول ہوتی ہین اور اس مقام مین صالح سے راوی ابن ابی ذئب ہین کہ اونہون نے قبل اختلاط صالح کے روایت کی ہے پس بالضرور یہ روایت مقبول ہوگی دوسری دلیل یہ کہ صحابہ بہت سے جب جگہ نہ پاتے نماز مسجد مین نہ پڑھتے جیسا کہ روایت طیالسی سے ثابت ہے تیسرے حضرت عائشہ پر جب اونہون نے جنازہ سعد کو مسجد مین طلب کیا بہت سے صحابہ نے انکار کیا سمجھے یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فی عمرہ بجز دو شخص کے کسی اور کے جنازے پر کبھی مسجد مین نماز نہین ادا کی اور عادت غالبہ آپ کی یہی تھی کہ بیرون مسجد نماز ادا کرتے تھے باقی رہی حدیث عائشہ کی جسمین اونکا جنازہ سعد کو طلب کرنا اور صحابہ منکرین پر رد فرمانا اور آنحضرت کے جنازہ فرزندان بیضا پر نماز مسجد مین پڑہنے کو بیان کرنا مذکور ہے اوسکا جواب حنفیہ کی طرف سے یہ ہے کہ اگر مجوزین عائشہ کے قول سے استدلال کرین تو استدلال اونکا فاسد ہے اسوجہ سے کہ کسی صحابی کا قول یا فعل جب اور صحابہ اوسمین مخالفت کرین حجت نہین ہوتا ہے پس اگرچہ حضرت عائشہ نے اسکو جائز رکھا مگر اور صحابہ نے اوسپر انکار کیا پس قول عائشہ کا حجت نہین رہا اگرچہ شبہ ہووے کہ جب عائشہ نے فعل نبوی سے استناد کیا صحابہ نے کیون سکوت اختیار کیا اور جواب کیون نہ دیا تو جواب اوسکا یہ ہے کہ چونکہ حضرت عائشہ مجتہدین سے تہین اور رائے اونکی موافق اس حدیث کے جواز کی طرف مائل تھی اسوجہ سے اور صحابہ نے سکوت کیا کیونکہ صحابہ کی شان عوام کے یہ عادت نہ تھی کہ ہر وقت جھگڑا کرین اور مقابلہ مین مجتہدین کے مسائل اختلافیہ مین رد و قدح کرین پس انکا سکوت کرنا اس امر پر دلیل نہین ہو سکتا ہے کہ انہون نے بھی موافقت حضرت عائشہ کی کر لی اگر یہ شبہ ہووے کہ اگر اونکی رائے ممانعت کی تھی تو انکو منع کرنا اور مقابلہ کرنا عائشہ سے ضرور تھا تو اوسکو یون دفع کرنا چاہیے کہ انکار اور ممانعت امور اجتہادیہ اختلافیہ مین خصوصاً مقابلہ مجتہدین کچھ ضرور نہین ہے اور ایسی حالت مین سکوت کرنے مین کچھ حرج نہین ہے جیسا کہ

فتح القدیر مین ہے الا ان الانکار الذی یجب عدم السکوت معہ ہو المنکر من المعاصی لا الفصول المجتہد فیہا وہم رضی اللہ عنہم

لم یکونوا اہل لجاج خصوصاً مع من ہو من اہل الاجتہاد انتہی اور اگر مجوزین فعل نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے استناد کرین کہ آپ نے جنازہ فرزندان بیضا پر مسجد مین نماز پڑہی تو اوسکا جواب کئی طرح پر ہے **اول** یہ کہ یہ حدیث فعلی ہے کہ آپ نے خود ایک مرتبہ نماز جنازہ مسجد مین ادا کی اور حدیث ممانعت کی جو سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہے قولی ہے اور کتب اصول فقہ و اصول حدیث مین مصرح ہے کہ جب حدیث قولی اور حدیث فعلی مین تعارض و تخالف واقع ہووے تو حدیث قولی مقدم ہوتی ہے اور اوسکو دوسری حدیث پر ترجیح ہوتی ہے ابو بکر حازمی کی کتاب الناسخ والمنسوخ

مین بحث ذکر طرق ترجیحات مین مسطور ہے الوجہ السابع والثلثون ان یکون احد الحدیثین قولا والآخر فعلا فالقول

ابلغ فی البیان ولان الناس لم یختلفوا فی کون قولہ حجۃ واختلفوا فی اتباع فعلہ ولان الفعل لایدل بنفسہ علی شئی بخلاف
القول فیکون اقوی انتہی یعنے چونتیسوین وجہ ترجیح کی یہ ہے کہ ایک دو حدیث سے کہ وہ دونون متعارض ہون قول
نبوی ہوا اور دوسرا فعل نبوی ہو پس قول آپ کا مرجح ہوگا اسوجہ سے کہ قول بیان احکام شرعیہ مین ابلغ ہی بخلاف
فعل کے اور اسوجہ سے کہ قول نبوی کا حجت ہونا اور واجب الاتباع ہونا متفق علیہ ہے اور فعل نبوی کے واجب الاتباع
ہونے مین اختلاف ہی اور اسوجہ سے کہ فعل نہین دلالت کرتا ہے بذاتہ کسی حکم پر بخلاف قول کے کہ وہ موضوع ہی واسطے
بیان حکم کے پس اس مقام مین حدیث ممانعت کو ترجیح ہوگی حدیث جواز پر دوسری یہ کہ حدیث سنن ابو داؤد وغیرہ
کی ممانعت پر دال ہے اور حدیث صحیح مسلم کی جواز پر دال ہے اور کتب اصول فقہ و اصول حدیث مین مذکور ہی کہ جب دو
حدیثون مین اس طرح کا تخالف واقع ہو تو حدیث ممانعت پر احتیاطاً عمل اولی ہوگا ابوبکر حازمی نے ترقیم کیا ہے
لانہ اذا اجتمع ما یبیح وما یحظر غلب جانب الحظر لان الاثم حاصل فی فعل المحظور ولا اثم فی ترک المباح فکان الترک اولی انتہی
یعنے اسوجہ سے کہ جب جمع ہووے ایک دلیل مباح کرنے والی کسی چیز کو اور ایک دلیل ممنوع کرنے والی اوسکو غالب
کیا جاویگا طرف ممانعت کا اس سبب سے کہ ممنوع کی کرنے مین گناہ ہی اور مباح کی چھوڑنے مین گناہ نہین ہے پس
ترک ایسی چیز کا بہتر ہوگا پس اس مقام مین ہرگاہ حدیث عائشہؓ سے جواز ادائے نماز جنازہ کا مسجد مین ثابت ہوا
اور دوسری حدیث سے ممنوع ہونا ثابت ہوا بالضرور ترجیح دینا حدیث ممانعت کا ضرور ہوگا تیسری یہ کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا
کی صرف ایک واقعہ حال پر دلالت کرتی ہے کہ آن حضرتؐ نے دو ایک دفعہ نماز جنازہ مسجد مین پڑہی اور یہ امر اس سے
نہین ثابت ہوتا ہے کہ یہ امر عموماً ہر شخص کو ہر وقت مین جائز ہے کیونکہ کتب اصول مین مذکور ہے کہ واقعہ
حال مین عموم نہین ہوتا ہی تنقیح الاصول مین مسطور ہی حکایۃ الفعل لا تعم لان الفعل المحکی عنہ واقع علی صفۃ معینۃ نحو صلی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فی الکعبۃ انتہی اور حدیث ممانعت بطور عموم وارد ہے پس ظاہر ہے وہ مرجح ہوگی چوتھی یہ کہ کتب حدیث و
تواریخ سے ثابت ہے کہ مقام نماز جنازہ آن حضرتؐ کے زمانہ مین مسجد نبوی کے باہر مقرر تہا اور آن حضرتؐ اکثر نماز وہین
ادا کرتے تہے اور بجز دو ایک مرتبہ کے کبہی آپ سے نماز جنازہ مسجد مین نہین ثابت ہے اور ہر ظاہر ہے کہ اگر نماز جنازہ
مسجد مین بلا کراہت جائز ہوتی آپ اکثر باہر مسجد کے بجاتے بلکہ مسجد ہی مین اکثر ادا فرماتے اور بیرون مسجد ایک مقام
نماز جنازہ کا مقرر نفرماتے کیونکہ ہر ظاہر ہے کہ نماز جنازہ عبادت ہے اور عبادت مسجد مین بہتر ہے پس آپ کی
عادت غالبہ و طریقہ مستمرہ پر عمل کرنا دو ایک مرتبہ کے فعل پر عمل کرنے سے اولے و ارجح ہوگا پانچوین یہ کہ نماز جنازہ
فرزندان بیضا پر مسجد مین پڑہنا جو آپ سے صادر ہوا محتمل ہے کہ کسی عذر خاص سے ہوا ہو مثلاً یہ کہ آپ معتکف ہون
باہر نہ جا سکتے ہون یا یہ کہ پانی برستا ہو بیرون مسجد نماز نہو سکتی ہو یا یہ کہ اونکی دفن مین عجلت مناسب ہو اور
بیرون مسجد جانے مین تاخیر ہوتی ہو سوا اسکے اور بہی بہت سے اعذار و احتمالات نکل سکتے ہین پس باوجود تعارض

ان احتمالات کے کیونکر اس قصہ سے جواز بلا کراہت کا حکم مطلقاً درست ہو سکتا ہے جیسی یہ کہ ممکن ہو کہ آپ نے
دو ایک مرتبہ نماز جنازہ مسجد مین بیان جواز کے واسطے پڑہی ہو تا لوگون کو معلوم ہو جاوے کہ مسجد مین پڑہنے سے
ذمہ پاک ہو جاتا ہے اور فرض ادا ہو جاتا ہے نظیرین اسکی کتب احادیث مین بکثرت ہین دیکھیے آپ نے کہڑے
ہو کے پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے اور ایک مرتبہ بیان جواز کے واسطے آپ نے خود کہڑے ہو کے پیشاب کر لیا ہے
وایسی قبلہ کی طرف رخ یا پشت کر کے پیشاب کرنی یا پاخانہ پہرنے سے منع فرمایا ہے اور اسیوجہ سے بیان جواز کے
واسطے آپ نے قبلہ رخ ایک مرتبہ پیشاب کیا ہے تفصیل اسکی کتب حدیث صحاح ستہ اور اوسکی شروح مین ہے
پس ایسی اگر دو ایک مرتبہ بیان جواز کے واسطے آپ نے نماز جنازہ مسجد مین پڑہ لی تو اس سے جواز اوسکا
ثابت نہین ہوتا ہے اگر کوئی جاہل کہے کہ حدیث جواز کی صحیح مسلم مین ہے اور حدیث ممانعت کی سنن ابوداود مین ہے اور حدیث صحیحین کے مقدم ہے حدیث غیر
صحیحین پر مطلقاً تو جواب اسکا یہ ہے کہ تقدیم حدیث صحیحین کی صرف باعتبار قوت اسناد کے ہے لیکن بقرائن خارجیہ و وجوہ ترجیحات اصولیہ حدیث غیر صحیحین
حدیث صحیحین پر مقدم ہو جاتی ہے جیسا کہ شرح نخبۃ وغیرہ مین مذکور ہے (۱۲۱) **قولہ** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ
فرض نماز کی پچھلی دو رکعتون مین آدمی کو اختیار ہے خواہ چپکا رہے یعنے کچھ نہ پڑہے خواہ پڑہے خواہ سبحان اللہ
اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سوا امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا بخاری اور مسلم کی حدیث ابو قتادہ کا **اقول** ہرگز
نہین اسوجہ سے کہ حدیث ابو قتادہ سے اسیقدر ثابت ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی اول دو رکعتون
مین سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑہتے تھے اور اخیر دو رکعت مین صرف سورہ فاتحہ پڑہتے تہے پس اگر امام اعظم کا مذہب
یہ ہوتا کہ اخیر دو رکعت مین قرآن کا پڑھنا درست نہین ہے تو البتہ اس حدیث کے وہ مخالف قرار دیے جاتے اونکا
مذہب تو یہ ہے کہ پچھلی دو رکعتون مین قرأت قرآن فرض نہین ہے اگر کچھ نہ پڑہیگا تب بہی فرض ادا ہو جاویگا
لیکن قرآن پڑہنے کی سنت ہونے کا اونسے انکار منقول نہین ہے اور اس حدیث سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اسیقدر کہ فاتحہ
پڑہنا سنت ہے پس درمیان مذہب امام اعظم کے اور اس حدیث کے کیا مخالفت ہوئی ہان اگر اس حدیث سے
یہ ثابت ہوتا کہ فاتحہ پڑہنا پچھلی رکعتون مین بہی فرض ہے یا امام سے یہ منقول ہوتا کہ پچھلی رکعتون مین فاتحہ پڑہنا سنت
نہین یا مکروہ ہے تو البتہ مخالفت ہوتی ہے عبارات کتب معتبرہ کو دیکھیے اور امام کی دلیل کو سمجھیے اور اپنی ناانصافی کا
اقرار کیجیے ؎ ظلم جو کرتا ہے تو ڈرتا نہین انجام سے ۔ روسیہ ہوتا ہے اک دن خود عنبر فام سے ۔ بحرالرائق مین ہے
وفی البدائع یعنے بدائع شرح تحفۃ الفقہا مین ہے کہ ہذا التخییر مروی عن علی وابن مسعود یہ تخییر جو امام سے منقول ہے کہ
پچھلی رکعتون مین اختیار ہے قرأت قرآن کرے خواہ تسبیح و تہلیل ادا کرے خواہ چپکا کہڑا رہے مروی ہے حضرت علی
اور عبداللہ بن مسعود سے وما لا یدرک بالرأی فہو کالمرفوع انتہی اور یہ مسئلہ اوس قسم سے ہے کہ اجتہاد کو اوسمین دخل
نہین ہے پس قول صحابی کا ایسے امر مین حکم مین حدیث مرفوع کے ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ مصنف ایضاح

علی اور ابن مسعود سے روایت ہے کہا اون دونوں نے اقرأ فی الاولیین وسبح فی الاخریین یعنے پڑہ تو قرآن اول دو رکعت میں اور تسبیح کر اخیر دو رکعت میں اور موطا امام محمد وغیرہ میں علقمہ سے مروی ہے ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرء خلف الامام فیما یجہر فیہ وفیما یخافت فیہ لا فی الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلے وحدہ قرء فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرء فی الاخریین شیئاً یعنے تحقیق کہ ابن مسعود نہیں پڑہتے تہے قرآن پیچہے امام کے نہ نماز جہری میں جیسے صبح اور مغرب اور نہ نماز سری میں جیسے ظہر اور عصر نہ پہلے دو رکعت میں اور نہ پچھلی دو رکعت میں اور جب تنہا نماز پڑہتے تو پڑہتے تہے اول دو رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت اور نہیں پڑہتے تہے پچھلی دو رکعت میں کچھ اور ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی نہیں ہے تا یہ خیال ہووے کہ ان صحابہ نے اپنی اجتہاد سے یہ امر کیا کیونکہ نماز کے ارکان اور سنن وغیرہ اجتہاد سے معلوم نہیں ہوسکتے ہیں اور مجتہدین اس بات میں عقل کو دخل نہیں دیسکتے ہیں اور سابقا شرح نخبہ وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہوچکا کہ قول اور فعل صحابی کا ایسا کہ اجتہاد کو اوسمیں مداخلت نہو محمول ہے اس امر پر کہ اونہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اوس امر کو سیکہا ہوگا کیونکہ صحابی کی شان سے بعید ہے کہ بغیر دریافت کرنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسے امور اپنی عقل سے کرنے لگے پس ثابت ہوا کہ پچھلی دو رکعت میں اختیار ہونا درمیان اسکے کہ قرآن پڑہے یا سبحان اللہ کہے یا چپکا کہڑا رہے اور قرأت قرآن کا ضروری اور فرض نہونا جو ان صحابہ سے منقول ہے حکم میں حدیث مرفوع کے ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اسی وجہ سے امام اعظم نے حکم دیا کہ پچھلی رکعتوں میں قرآن پڑہنا فرض نہیں ہے بلکہ نمازی کو اختیار ہے چاہے پڑہے چاہے نہ پڑہے باقی رہی حدیث ابو قتادہ وغیرہ اوسکے موافق امام بھی پچھلی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑہنا سنت کہتے ہیں موطا امام محمد میں مرقوم ہے السنۃ ان تقرء فی الفریضۃ فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب وان لم تقرء فیہما اجزاک وان سبحت فیہما اجزاک وہو قول ابی حنیفۃ انتہی یعنے سنت یہ ہے کہ پڑہے تو فرض کی اول دو رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت اور پچھلی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ فقط اور اگر نہ پڑہیگا تو پچھلی رکعتوں میں کافی ہوگا تجھکو اور اگر سبحان اللہ کہیگا ان دونوں کافی ہوگا تجھکو اور یہ قول ہے امام ابو حنیفہ کا اور حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلے میں محیط رضی الدین سرخسی سے منقول ہے فی ظاہر الروایۃ ان القراءۃ سنۃ فی الاخریین ولو سبح فیہما ولم یقرء لم یکن مسیئا وروی الحسن عن ابی حنیفۃ انہا فیہما واجبۃ حتے لو ترکہا ساہیا لزمہ سجود السہو انتہی یعنے ظاہر روایت امام اعظم سے یہ ہے کہ قرآن پڑہنا پچھلی دو رکعت میں سنت ہے اور اگر صرف سبحان اللہ کہیگا ان دونوں میں اور نہ پڑہیگا قرآن نہ گنہگار ہوگا یعنے ایسا گنہگار جیسے ترک فرض اور واجب سے ہوتا ہے اور روایت کیا ہے حسن ابن زیاد نے امام سے کہ قرآن پڑہنا پچھلی رکعتوں میں واجب ہے یہانتک کہ اگر بہول کر چھوڑ دیگا اوسکو اور صرف سبحان اللہ کہیگا یا چپکا کہڑا رہیگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا اے اتہام کرنیوالو اعتراض کرنے والو ذرا ہوش سے ان عبارت کو اور ایسی اور عبارات کتب حنفیہ کو دیکہو اور اپنے اعتراض مہمل سے توبہ کرو اور اس قول کو یاد رکہو [illegible] جو کوئی کسیکو گمراہ کہیگا وہ

یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل یاد رکھیگا ۔ اس دار مکافات مین کسی بدی فاضل + سب یاد کریگا آج کل یاد رکھیگا ۔ قولہ ہدایہ وغیرہ
فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت مرد دونون کانون تک ہاتہ اوٹہائے اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو امام عمر نے
اس مسئلہ مین خلاف کیا ان تین حدیثون کا اقول ۔ ناحق یہ تراغیظ مین آنا نہین اچہا + ایسمین سخن رنج نکلانا نہین اچہا
جو تیر نظر سے جگر اور دل کو اوڑادے + ایسے کی نگاہون مین سمانا نہین اچہا ۔ ہکو بڑا افسوس آپ کی بربادی محنت اور زور شعار پر
ہوتا ہے اور آپ کی ان حرکات جاہلانہ و متعصبانہ سے تعجب ہوتا ہے اتنے رسالے نفسانیت اور پہر اوسپر دعوے حقانیت
جو حدیثین کانون تک ہاتہ اوٹہانے کے باب مین وارد ہین اور حنفیہ کے موافق ہین اور کتب صحاح ستہ وغیرہ دفاتر حدیث
اور سے مالامال ہین وہ آپ کو نہ سوجہین صرف دو تین حدیثین جو بظاہر مخالف ہین نظر پڑ گئین ذرا آنکہہ کہولیے اور کان
لگا کے سنیے صحیح مسلم مین وائل بن حجر سے روایت ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین دخل فی الصلوۃ وکبر ووضعہا
حیال اذنیہ یعنے تحقیق آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوٹہایا دونون ہاتہون کو جب کہ داخل ہوئے نماز مین اور تکبیر کہی
اور رکہا دونون ہاتہ کو بوقت اوٹہانے کے مقابل دونون کان کے اور یہی حدیث سنن ابوداؤد اور سنن نسائی اور معجم طبرانی
اور سنن دارقطنی وغیرہ مین بہی موجود ہے اور یہی صحیح مسلم مین مالک بن الحویرث سے روایت ہے ان رسول اللہ کان اذا
کبر رفع یدیہ حتے یحاذی بہما اذنیہ یعنے تہے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب تکبیر تحریمہ کہتے اوٹہاتے تہے دونون ہاتہون کو
یہان تک کہ برابر دونون کان کے کر دیتے اور یہی صحیح مسلم مین مالک سے روایت ہے انہ رای النبی صلے اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ
حتے یحاذی بہما فروع اذنیہ یعنے دیکہا انہون نے آن حضرت کو کہ اوٹہائے آپ نے دونون ہاتہ اپنے یہان تک کہ مقابل کر دیئے
دونون کان کے کنارون کے اور مسند امام احمد اور مسند اسحق بن راہویہ اور سنن دارقطنی وغیرہ مین براء بن عازب سے مروی ہے
کان رسول اللہ اذا صلے رفع یدیہ حتے تکون ابہاماہ حذاء اذنیہ یعنے تہے آن حضرت کہ جب نماز پڑہتے اوٹہاتے دونون ہاتہون کو
یہان تک کہ ہو جاتے دو انگوٹہے مقابل دونون کان آپکے اور مستدرک حاکم اور سنن دارقطنی اور سنن بیہقی مین انس سے
روایت ہے رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبر فحاذی بابہامیہ اذنیہ یعنے دیکہا مین نے آن حضرت کو کہ تکبیر تحریمہ کہی اور
ہاتہ اوٹہایا پس مقابل کیا اپنے دونون انگوٹہون کو دونون کانون کے اور سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی مین
مالک بن الحویرث سے روایت ہے رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا کبر و اذا رکع و اذا رفع راسہ من الرکوع
حتے یبلغ بہما فروع اذنیہ یعنے دیکہا مین نے آن حضرت کو کہ اوٹہاتے تہے دونون ہاتہ کو جب کہ تکبیر تحریمہ کہتے اور جب رکوع
کرتے اور جب رکوع سے سر اوٹہاتے یہانتک کہ پہونچاتے اون دونون کو مقابل کنارون کان کے اور طحاوی نے شرح معانی الآثار
مین براء بن عازب سے روایت کی کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوۃ رفع یدیہ حتے تکون ابہاماہ قریبا
من شحمتی اذنیہ یعنے تہے آن حضرت کہ جب تکبیر کہتے تہے شروع نماز مین اوٹہاتے تہے دونون ہاتہ اپنے یہان تک کہ ہوتے
دونون انگوٹہے قریب دونون کان کے نیچے کے کنارون کی اور یہی طحاوی نے وائل سے روایت کی انہ رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم

فرأيته يرفع يديه حذاء اذنيه يعنے آیا مین آن حضرتؐ کے پاس پس دیکہا آپ کو کہ اوٹہاتے تہے دونون ہاتہون کو مقابل دو کان کے
آن احادیث سے جو باسانید معتبرہ کتب معتمدہ مین موجود ہین حنفیہ کا مذہب بخوبی ثابت ہوتا ہی پس جو شخص کہے کہ حنفیہ کا
مذہب اس بحث مین احادیث کے خلاف ہی وہ جہوٹا ہی باقی وہ حدیثین جنمین یہ مروی ہے کہ آن حضرتؐ ہاتہون کو مونڈہون تک
اوٹہاتے تہے جیسے حدیث ابو حمید ساعدی جو سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہی اور حدیث ابن عمرؓ جو صحیحین مین مروی ہے
اونکی صحت مین کسیکو گفتگو نہین ہے لیکن بعض حنفیہ اوسکو حالت عذر پر محمول کرتے ہین جیساکہ طحاوی نے بتحقیق تمام لکہا ہے
اور استناد ساتہ حدیث وائل کے جو سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہے کیا ہی کیونکہ اوسمین یون وارد ہے کہ مین آن حضرتؐ
کے پاس حاضر ہوا پس دیکہا آپ کو کہ ہاتہ اوٹہاتے تہی کانون تک بعد اوسکے دوسرے سال ایام سرما مین آپ کے پاس
حاضر ہوا اور وہ لوگ یعنے صحابہ بسبب سردی کے چادرین اوڑہے ہوئے تہے اور چادرون کے اندر ہاتہ اپنے مونڈہون تک
اوٹہاتے تہے اس سے معلوم ہوا کہ مونڈہون تک ہاتہ اوٹہانا بسبب عذر سردی کے تہا یہی حاصل ہی اس عبارت طحاوی کا

الرفع الى المنكبين كان لعذر لان وائل قال ثم اتيته من العام المقبل وعليهم الاكسية البرانس فكانوا يرفعون ايديهم فيها واشار
شريك الى صدره فاخبر وائل بن حجر في حديثه هذا ان رفعهم الى مناكبهم انما كان لان ايديهم تحت الثياب واخبر انهم كانوا يرفعون
اذا كانت ايديهم ليست في ثيابهم الى حذو اذانهم فاعملنا روايته كلها فجعلنا الرفع اذا كانت اليدان في الثياب لعلة البرد
الى منتهى ما يستطاع الرفع اليه وهو المنكبان واذا كانتا باديتين رفعهما الى الاذنين كما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم انتهى

اور بعض حنفیہ لکہتے ہین کہ ان دونون حدیثون مین کچہ مخالفت نہین ہے کیونکہ جب کوئی شخص کانون تک ہاتہ اوٹہاویگا
اس طرح پر کہ دونون انگوٹہے کان کے نیچے کے کنارے کے مقابل ہون تو کسیقدر ہاتہ کی ہتیلی مونڈہون کے مقابل رہیگی
پس یہ بہی اوسپر اطلاق ہو سکتا ہے کہ اسنے ہاتہ مونڈہے تک اوٹہایا کیونکہ ہاتہ تو نام ہے اونگلیون سے آخر تک نہ صرف
اونگلیون کا اور تصریح اسکی روایت وائل مین سنن ابوداؤد مین موجود ہے کہ اونہون نے دیکہا آن حضرتؐ کو کہ اوٹہائے
آپنے دونون ہاتہ اس طور پر کہ بمقابل مونڈہون کے ہو گئے اور انگوٹہے کانون کے مقابل ہو گئے یہی حاصل ہے اس
عبارت فتح القدیر کا (۱) ولا معارضة فان محاذاة الشحمتين بالابهامين تسوغ حكاية محاذاة اليدين بالمنكبين والاذنين لان

طرف الكف مع الرسغ يحاذي المنكب او يقاربه والكف نفسه يحاذي الاذن واليد يقال على الكف الى اعلاها فالذي نص
على محاذاة الابهامين بالشحمتين وفق في التحقيق بين الروايتين فوجب اعتباره ثم رأينا رواية ابي داود عن وائل صريحة فيه
قال انه ابصر النبي صلى الله عليه وسلم حين قام الى الصلوة فرفع يديه حتى كانتا بحيال منكبيه وحاذى بابهاميه اذنيه انتهى اور
نووی کی شرح صحیح مسلم مین موجود ہے المشهور من مذهبنا ومذهب الجماهير انه يرفع يديه حذو منكبيه بحيث يحاذي اطراف اصابعه فروع
اذنيه اي اعلاها وابهاماه شحمتي اذنيه وراحتاه منكبيه وبهذا جمع الشافعي بين روايات الحديث فاستحسن الناس منه انتهى حاصل
اسکا یہ ہے کہ مشہور مذہب شافعیہ اور مذہب جمہور علماء کا یہ ہے کہ اوٹہاوے دونون ہاتہون کو اسطرح پر کہ کنارے اونگلیون کے

مقابل کانون کے اوپر کے کنارون کے ہوتی ہین اور دونون انگوٹھے کانون کے نیچے کنارے کے مقابل ہوتے ہین اور ہتھیلیان
برابر مونڈھون کے ہوتی ہین اور ساتھ اسی طریقے کے تطبیق دی ہے امام شافعی نے درمیان روایات حدیث کے یعنے اون
روایتون مین جنمین کانون تک ہاتھ اوٹھانا آیا ہے اور اون روایتون مین جنمین مونڈھون تک ہاتھ اوٹھانا آیا ہے پس اچھا سمجھا
اس تقریر شافعی کو علماء نے اور تعریف کی اسکی اور یہی حاصل ہے اس عبارت ملا الہداد جونپوری کا حاشیہ ہدایہ مین مذہبنا
ومذہب الجماہیر انہ یرفع یدیہ حذو منکبیہ بحیث یحاذی اطراف اصابعہ فروع اذنیہ وابہاماہ شحمتی اذنیہ وراحتاہ منکبیہ فجمع
الشافعی بین الروایات فلا اختلاف بیننا وبینہ فی الحقیقۃ کما علیہ مطلع الکتب انتہی اور بعض حنفیہ لکھتے ہین کہ دونون
حدیثین یعنے مونڈھون تک ہاتھ اوٹھانے کے اور کانون تک ہاتھ اوٹھانے کی صحیح ہین اور اختلاف احوال پر محمول ہین کہ کبھی آنحضرت
نے مونڈھون تک ہاتھ اوٹھائے اور کبھی کانون تک پس اس باب مین وسعت ہے اور عمل دونون پر درست ہے ملا علی قاری مسند امام
شرح مسند الامام مین لکھتے ہین الاظہر انہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ من غیر تقیید الی ہیئتہ خاصۃ فاحیانا کان یرفع
یدیہ الی حیال منکبیہ واحیانا الی شحمتی اذنیہ انتہی یعنے اظہر یہ ہے کہ آنحضرت ہاتھ اوٹھانے مین کسی طریقہ خاصہ کے مقید نہ تھے
بلکہ کبھی مونڈھون تک اوٹھاتے تھے اور کبھی کانون تک پس جس صحابی نے جو دیکھا اوسکے موافق روایت کردیا اور عینی شرح
ہدایہ مین لکھتے ہین قلت لا حاجۃ الی ہذہ التکلفات وقد صح الخبر فیما قلنا وفیما قالہ الشافعی فاختار الشافعی حدیث ابی حمید
واختار اصحابنا حدیث وائل انتہی یعنے نہین ضرورت ہے ان تکلفات کی یعنے حدیث ابو حمید کو عذر پر محمول کرنے کی جیسا کہ
طحاوی نے لکھا ہے اور تحقیق صحیح وارد ہوئی حدیث موافق ہمارے مذہب کے اور موافق مذہب شافعی کے پس انہون نے
اختیار کیا حدیث ابی حمید کو اور ہمنے اختیار کیا حدیث وائل کو اور یہی عینی لکھتے ہین قال ابو عمر بن عبد البر اختلفت الآثار
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعن الصحابۃ ومن بعدہم فی کیفیۃ رفع الیدین فروی انہ کان یرفع فوق الاذنین وروی عنہ
انہ کان یرفع حذاء اذنیہ وروی عنہ انہ کان یرفعہما حذو منکبیہ وروی عنہ انہ کان یرفعہما الی صدرہ وکلہا آثار محفوظۃ مشہورۃ
انتہی یعنے کہا ابن عبد البر مالکی نے کہ مختلف ہوئین روایتین آنحضرت سے اور صحابہ اور تابعین سے کیفیت ہاتھ اوٹھانے
مین پس ایک روایت مین ہے کہ کانون کے اوپر تک اوٹھاتے تھے اور ایک روایت مین ہے کہ مقابل دونون کانون کے
اور ایک روایت مین ہے کہ مقابل مونڈھون کے اور ایک روایت مین ہے کہ مقابل سینے کے ہاتھ اوٹھاتے تھے اور یہ سب
روایتین صحیح اور ثابت اور مشہور ہین بعد اسکے عینی نے لکھا وہذا یدل علی التوسعۃ فی ذلک انتہی یعنے یہ اختلاف دلالت
کرتا ہے اس امر پر کہ اس باب مین وسعت ہے اور اختلاف احوال پر ان روایتون کا اختلاف محمول ہے خلاصہ مرام یہ ہے
کہ یہ کہنا کہ مذہب حنفیہ کا مخالف حدیث کے ہے اور یہ کہنا کہ حدیث مین صرف مونڈھون تک ہاتھ اوٹھانا ثابت ہے نہ کانون تک
محض مغالطہ ہے ہان البتہ یہ جو بعض حنفیہ لکھتے ہین کہ وقت ہاتھ اوٹھانے کے دونون انگوٹھون سے کانون کو چھوئے جیسا کہ
وقایہ اور فتاوی قاضی خان اور مختارات النوازل اور ظہیریہ مین مذکور ہے اسکا ثبوت روایات حدیث مین نہین ہے

علی اور ابن مسعود سے روایت ہے کہا اون دونون نے اقرأ فی الاولیین وسبح فی الاخریین یعنے پڑہ تو قرآن اول دو رکعت مین اور تسبیح کر اخیر دو رکعت مین اور موطا امام محمد وغیرہ مین علقمہ سے مروی ہے ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرء خلف الامام فیما یجہر فیہ وفیما یخافت فیہ لا فی الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلے وحدہ قرء فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرء فی الاخریین شیئا یعنے تحقیق کہ ابن مسعود نہین پڑہتے تھے قرآن پیچہے امام کے نہ نماز جہری مین جیسے صبح اور مغرب اور نہ نماز سری مین جیسے ظہر اور عصر نہ پہلے دو رکعت مین اور نہ پچہلی دو رکعت مین اور جب تنہا نماز پڑہتے تو پڑہتے تھے اول دو رکعت مین سورہ فاتحہ اور کوئی سورت اور نہین پڑہتے تے پچہلی دو رکعت مین کچہ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی نہین ہے تا یہ خیال ہووے کہ ان صحابہ نے اپنی اجتہاد سے یہ امر کیا کیونکہ نماز کے ارکان اور سنن وغیرہ اجتہاد سے معلوم نہین ہو سکتے ہین اور مجتہدین اس بات مین عقل کو دخل نہین دے سکتے ہین اور رسالہ شرح نخبہ وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہو چکا کہ قول اور فعل صحابی کا ایسا کہ اجتہاد کو اوسمین مداخلت نہو محمول ہے اس امر پر کہ اونہون نے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اوس امر کو سیکہا ہوگا کیونکہ صحابی کی شان سے بعید ہے کہ بغیر دریافت کرنے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسے امور اپنی عقل سے کرنے لگے پس ثابت ہوا کہ پچہلی دو رکعت مین اختیار ہونا درمیان اسکے کہ قرآن پڑہے یا سبحان اللہ کہے یا چپکا کہڑا رہے اور قرأت قرآن کا ضروری اور فرض نہونا جو ان صحابہ سے منقول ہے حکم مین حدیث مرفوع کے ہے اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اسی وجہ سے امام اعظم نے حکم دیا کہ پچہلی رکعتون مین قرآن پڑہنا فرض نہین ہے بلکہ نمازی کو اختیار ہے چاہے پڑہے چاہے نہ پڑہے باقی رہی حدیث ابو قتادہ وغیرہ اوسکے موافق امام بہی پچہلی رکعتون مین سورہ فاتحہ پڑہنا سنت کہتے ہین موطا امام محمد مین مرقوم ہے السنۃ ان تقرء فی الفریضۃ فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب وان لم تقرء فیہما اجزاک وان سبحت فیہما اجزاک وہو قول ابی حنیفۃ انتہی یعنے سنت یہ ہے کہ پڑہے تو فرض کی اول دو رکعت مین سورہ فاتحہ اور کوئی سورت اور پچہلی رکعتون مین سورہ فاتحہ فقط اور اگر نہ پڑہیگا تو پچہلی رکعتون مین کافی ہوگا تجہکو اور اگر سبحان اللہ کہیگا ان دونون مین کافی ہوگا تجہکو اور یہ قول ہے امام ابو حنیفہ کا اور حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلے مین محیط رضی الدین سرخسی سے منقول ہے فی ظاہر الروایۃ ان القراءۃ سنۃ فی الاخریین ولو سبح فیہما ولم یقرء لم یکن مسیئا وروی الحسن عن ابی حنیفۃ انہا فیہما واجبۃ حتے لو ترکہا ساہیا یلزمہ سجود السہو انتہی یعنے ظاہر روایت امام اعظم سے یہ ہے کہ قرآن پڑہنا پچہلی دو رکعت مین سنت ہے اور اگر صرف سبحان اللہ کہیگا ان دونون مین اور نہ پڑہیگا قرآن نہ گنہگار ہوگا یعنے ایسا گنہگار جیسے ترک فرض اور واجب سے ہوتا ہے اور روایت کیا ہے حسن ابن زیاد نے امام سے کہ قرآن پڑہنا پچہلی رکعتون مین واجب ہے یہانتک کہ اگر چہوڑ دیگا اوسکو اور صرف سبحان اللہ کہیگا یا چپکا کہڑا رہیگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا اسکا اہتمام کرنے والو اور اعتراض کرنے والو ذرا ہوش سے ان عبارات کو اور ایسہی اور عبارات کتب حنفیہ کو دیکہو اور اپنے اعتراض مہمل سے توبہ کرو اور اس قول کو [illegible]

یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل یاد رکھیگا ۔ اس وار مکافات مین حسن ادی فاعل * نبیاد کریگا آج کل یاد رکھیگا * قولہ ہدایہ وغیرہ
فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت مرد دونون کانون تک ہاتھ اوٹھائے اور مذہب ہمارا امام اعظم کا ہے اور امام
اس مسئلہ مین خلاف کیا ان تین حدیثون کا اقول ناحق یہ تیرا غیظ ہمین آنا نہین اچھا * اسمین سخن رنج کے لانا نہین اچھا
جو تیر نظر سے جگر اور دل کو اوڑا دے * ایسے کی نگاہون مین سمانا نہین اچھا * ہمکو بڑا افسوس آپکی بربادی محنت اوقات و فرط تعصب
ہوتا ہے اور آپکی ان حرکات جاہلانہ و متعصبانہ سے تعجب ہوتا ہے اللہ رے نفسانیت اور پھر اوسپر دعوے حقانیت
جو حدیثین کانون تک ہاتھ اوٹھانے کی باب مین وارد ہین اور حنفیہ کے موافق ہین اور کتب صحاح ستہ وغیرہ دفاتر حدیث
اور سیر سے مالامال ہین وہ آپکو نہ سوجھین صرف وہ تین حدیثین جو بظاہر مخالف ہین نظر پڑ گئین ذرا آنکھ کھولیے اور کان
لگا کے سنیے صحیح مسلم مین وائل بن حجر سے روایت ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین دخل فی الصلوۃ کبر وضعہما
حیال اذنیہ یعنے تحقیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوٹھایا دونون ہاتھون کو جب کہ داخل ہوے نماز مین اور تکبیر کہی
اور رکھا دونون ہاتھ کو بوقت اوٹھانے کے مقابل دونون کان کے اور یہی حدیث سنن ابو داؤد اور سنن نسائی اور معجم طبرانی
اور سنن دارقطنی وغیرہ مین بھی موجود ہے اور بھی صحیح مسلم مین مالک بن الحویرث سے روایت ہے ان رسول اللہ کان اذا
کبر رفع یدیہ حتے یحاذی بہا اذنیہ یعنے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب تکبیر تحریمہ کہتے اوٹھاتے تھے دونون ہاتھون کو
یہان تک کہ برابر دونون کان کے کر دیتے اور بھی صحیح مسلم مین مالک سے روایت ہے انہ راے النبی صلے اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ
حتے یحاذی بہا فروع اذنیہ یعنے اونھون نے دیکھا آنحضرت کو کہ اوٹھائے آپ نے دونون ہاتھ اپنے یہان تک کہ مقابل کر دیے
دونون کان کے کنارون کے اور مسند امام احمد اور مسند اسحق بن راہویہ اور سنن دارقطنی وغیرہ مین براء بن عازب سے مروی ہے
کان رسول اللہ اذا صلے رفع یدیہ حتے تکون ابہاماہ حذاء اذنیہ یعنے تھے آنحضرت کہ جب نماز پڑھتے اوٹھاتے دونون ہاتھون کو
یہان تک کہ ہو جاتے دونون انگوٹھے مقابل دونون کان آپکے اور مستدرک حاکم اور سنن دارقطنی اور سنن بیہقی مین انس سے
روایت ہے رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبر فحاذی بابہامیہ اذنیہ یعنے دیکھا مین نے آنحضرت صلعم کو کہ تکبیر تحریمہ کہی اور
ہاتھ اوٹھایا پس مقابل کیا اپنے دونون انگوٹھون کو دونون کانون کے اور سنن ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی مین
مالک بن الحویرث سے روایت ہے رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا کبر و اذا رکع و اذا رفع راسہ من الرکوع
حتے یبلغ بہا فروع اذنیہ یعنے دیکھا مین نے آنحضرت کو کہ اوٹھاتے تھے دونون ہاتھ کو جب کہ تکبیر تحریمہ کہتے اور جب رکوع
کرتے اور جب رکوع سے سر اوٹھاتے یہانتک کہ پہونچاتے اون دونون کو مقابل کنارون کان کے اور طحاوی نے شرح معانی الآثار
مین براء بن عازب سے روایت کی کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوۃ رفع یدیہ حتے تکون ابہاماہ قریبا
من شحمتی اذنیہ یعنے تھے آنحضرت کہ جب تکبیر کہتے تھے شروع نماز مین اوٹھاتے تھے دونون ہاتھ اپنے یہان تک کہ ہوتے
دونون انگوٹھے قریب دونون کان کے نیچے کے کنارون کی اور بھی طحاوی نے وائل سے روایت کی اتیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم

وانہ یرفع یدیہ حذا اذنیہ یعنے آیا مین آن حضرتؐ کے پاس پس دیکھا آپ کو کہ اوٹھاتے تھے دونون ہاتھون کو مقابل دونون کانون کے
آن احادیث سے جو باسانید معتبرہ کتب معتمدہ مین موجود ہین حنفیہ کا مذہب بخوبی ثابت ہوتا ہی پس جو شخص کہے کہ حنفیہ کا
مذہب اس بحث مین احادیث کے خلاف ہی وہ جھوٹا ہی باقی رہ حدیثین جنمین یہ مروی ہے کہ آن حضرتؐ ہاتھون کو مونڈہون تک
اوٹھاتے تھے جیسے حدیث ابو حمید ساعدی جو سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہی اور حدیث ابن عمرؓ جو صحیحین مین مروی ہے
اونکی صحت مین کسیکو گفتگو نہین ہے لیکن بعض حنفیہ اوسکو حالت عذر پر محمول کرتے ہین جیساکہ طحاوی نے تحقیق تمام لکھا ہے
اور استفاد ساتہ حدیث وائل کے جو سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہے کیا ہی کیونکہ اوسمین یون وارد ہے کہ مین آن حضرتؐ
کے پاس حاضر ہوا پس دیکھا آپ کو کہ ہاتھ اوٹھاتے تھے کانون تک بعد اوسکے دوسرے سال ایام سرما مین آپ کے پاس
حاضر ہوا اور وہ لوگ یعنے صحابہ بسبب سردی کے چادرین اوڑہے ہوے تھے اور چادرون کے اندر ہاتھ اپنے مونڈہون تک
اوٹھاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مونڈہون تک ہاتھ اوٹھانا بسبب عذر سردی کے تھا یہی حاصل ہی اس عبارت طحاوی کا
الرفع الی المنکبین کان لعذر لان وائل قال ثم اتیتہ من العام المقبل وعلیہم الاکسیۃ البرانس فکانوا یرفعون ایدیہم فیہا واشار
شریک الی صدرہ فاخبر وائل بن حجر فی حدیثہ ہذا ان رفعہم الی مناکبہم انما کان لان ایدیہم تحت الثیاب واخبر انہم کانوا یرفعون
اذا کانت ایدیہم لیست فی ثیابہم الی حذو آذانہم فاعملنا روایتہ کلہا فجعلنا الرفع اذا کانت الیدان فی الثیاب لعلۃ البرد
الی منتہی ما یستطاع الرفع الیہ وہو المنکبان واذا کانتا بادیتین رفعہما الی الاذنین کما فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی
اور بعض حنفیہ لکھتے ہین کہ ان دونون حدیثون مین کچہ مخالفت نہین ہے کیونکہ جب کوئی شخص کانون تک ہاتھ اوٹھاویگا
اس طرح پر کہ دونون انگوٹھی کان کے نیچے کے کنارے کے مقابل ہون کسیقدر ہاتھ کی ہتیلی مونڈہون کے مقابل رہیگی
پس یہ بھی اوسپر اطلاق ہو سکتا ہے کہ اسنے ہاتھ مونڈہے تک اوٹھایا کیونکہ ہاتھ تو نام ہے انگلیون سے آخر تک نہ صرف
انگلیون کا اور تصریح اسکی روایت وائل مین سنن ابو داؤد مین موجود ہے کہ انہون نے دیکھا آن حضرتؐ کو کہ اوٹھائے
آپ نے دونون ہاتھ اس طور پر کہ مقابل مونڈہون کے ہو گئے اور انگوٹھی کانون کے مقابل ہو گئے یہی حاصل ہے اس
عبارت فتح القدیر کا ولا معارضۃ فان محاذاۃ الشحمتین بالابہامین تسوغ حکایۃ محاذاۃ الیدین بالمنکبین والاذنین لان
طرف الکف مع الرسغ یحاذی المنکب او یقاربہ والکف نفسہ یحاذی الاذن والید یقال علی الکف الی اعلاہا فالذی نص
علی محاذاۃ الابہامین بالشحمتین وفق فی التحقیق بین الروایتین فوجب اعتبارہ ثم رأینا روایۃ ابی داؤد عن وائل صریحۃ فیہ
قال انہ ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوۃ فرفع یدیہ حتی کانتا بحیال منکبیہ وحاذی بابہامیہ اذنیہ انتہی اور
نووی کی شرح صحیح مسلم مین موجود ہے المشہور من مذہبنا ومذہب الجماہیر انہ یرفع یدیہ حذو منکبیہ بحیث یحاذی اطراف اصابعہ فروع
اذنیہ ای اعلاہا وابہاماہ شحمتی اذنیہ وراحتاہ منکبیہ وبہذا جمع الشافعی بین روایات الحدیث فاستحسن الناس منہ انتہی حاصل
اسکا یہ ہے کہ مشہور مذہب شافعیہ اور مذہب جمہور علماء کا یہ ہے کہ اوٹھاوے دونون ہاتھون کو اسطرح پر کہ کناری انگلیون کے

مقابل کانون کے اوپر کے کنارون کے ہوتے ہین اور دونون انگوٹھے کانون کے نیچے کنارے کے مقابل ہوتے ہین اور دونون ہتھیلی
برابر مونڈھون کے ہوتے ہین او رما تہ دونون طریقے کی تطبیق دی ہے امام شافعی نے درمیان روایات حدیث کے یعنے اون
روایتون مین جنمین کانون تک ہاتھ اوٹھانا آیا ہے اور اون روایتون مین جنمین مونڈھون تک ہاتھ اوٹھانا آیا ہے پس اچھا
اس تقریر شافعی کو علماء نے اور تعریف کی اسکی اور یہی حاصل ہے اس عبارت ملا الہداد جونپوری کا حاشیہ ہدایہ مین مذہبنا
ومذہب الجماہیر انہ یرفع یدیہ حذو منکبیہ بحیث یحاذی اطراف اصابعہ فروع اذنیہ وابہاماہ شحمتی اذنیہ واکفاہ منکبیہ فھذا
جمع الشافعی بین الروایات فلا اختلاف بیننا وبینہ فی الحقیقۃ کما تقدم من جمیع الکتب انتہی اور بعض حنفیہ لکھتے ہین کہ دونون
حدیثین یعنے مونڈھون تک ہاتھ اوٹھانے کی اور کانون تک ہاتھ اوٹھانے کی صحیح ہین اور اختلاف احوال پر محمول ہین کہ کبھی آنحضرت
نے مونڈھون تک ہاتھ اوٹھائے اور کبھی کانون تک پس اس باب مین وسعت ہے اور عمل دونون پر درست ہے ملا علی قاری مسند الامام
شرح مسند الامام مین لکھتے ہین الاظہر انہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ من غیر تقیید الی ہیئتہ خاصۃ فاحیانا کان یرفع
یدیہ الی حیال منکبیہ واحیانا الی تحمتی اذنیہ انتہی یعنے اظہر یہ ہے کہ آن حضرت ہاتھ اوٹھانے مین کسی طریقہ خاصہ کے مقید نہ تھے
بلکہ کبھی مونڈھون تک اوٹھاتے تھے اور کبھی کانون تک پس جس صحابی نے جو دیکھا اوسکے موافق روایت کر دیا اور عینی شرح
ہدایہ مین لکھتے ہین قلت لا حاجۃ الی ہذہ التکلفات وقد صح الخبر فیما قلنا وفیما قالہ الشافعی فاختار الشافعی حدیث ابی حمید
واختار اصحابنا حدیث وائل انتہی یعنے نہین ضرورت ہے ان تکلفات کی یعنے حدیث ابوحمید کو عذر پر محمول کرنے کی جیسا
طحاوی نے لکھا ہے اور تحقیق صحیح وارد ہوئی حدیث موافق ہمارے مذہب کے اور موافق مذہب شافعی کے پس امام شافعی
اختیار کیا حدیث ابی حمید کو اور ہمنے اختیار کیا حدیث وائل کو اور بھی عینی لکھتے ہین قال ابوعمر بن عبدالبر اختلفت الآثار
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعن الصحابۃ ومن بعدہم فی کیفیۃ رفع الیدین فروی انہ کان یرفع فوق الاذنین وروی عنہ
انہ کان یرفع حذاء اذنیہ وروی عنہ انہ کان یرفعہما حذو منکبیہ وروی عنہ انہ کان یرفعہما الی صدرہ وکلہا آثار محفوظۃ مشہورۃ
انتہی یعنے کہا ابن عبدالبر مالکی نے کہ مختلف ہوئین روایتین آن حضرت سے اور صحابہ اور تابعین سے کیفیت ہاتھ اوٹھانے
مین پس ایک روایت مین ہے کہ کانون کے اوپر تک اوٹھاتے تھے اور ایک روایت مین ہے کہ مقابل دونون کانون کے
اور ایک روایت مین ہے کہ مقابل مونڈھون کے اور ایک روایت مین ہے کہ مقابل سینے کے ہاتھ اوٹھاتے تھے اور یہ
روایتین صحیح اور ثابت اور مشہور ہین بعد اسکے عینی نے لکھا وہذا یدل علی التوسعۃ فی ذلک انتہی یعنے یہ اختلاف دلالت
کرتا ہے اس امر پر کہ اس باب مین وسعت ہے اور اختلاف احوال پر ان روایتون کا اختلاف محمول ہے خلاصہ کلام
کہ یہ کہنا کہ مذہب حنفیہ کا مخالف حدیث کے ہے اور یہ کہنا کہ حدیث مین صرف مونڈھون تک ہاتھ اوٹھانا ثابت ہے نہ کانون تک
محض مغالطہ ہے ہان البتہ یہ جو بعض حنفیہ لکھتے ہین کہ وقت ہاتھ اوٹھانے کے دونون انگوٹھون سے کانون کو چھوئے جیسا
وقایہ اور فتاوی قاضیخان اور مختارات النوازل اور ظہیریہ مین مذکور ہے اسکا ثبوت روایات حدیث مین نہین ہے

مگر یہ امر امام اعظم سے اور اونکے تلامذہ سے منقول ہی نہین اسیوجہ سے ہدایہ اور اکثر کتب متداولہ مین اس تقیید کا ذکر نہین ہے
صرف اسیقدر ہے کہ ہاتھون کو کانون کے مقابل کردے اور یہ امر بخوبی حدیث سے ثابت ہی اور منکر اسکا کاذب ہے

قولہ (۱۹) ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ ظہر کے اول دو رکعتون مین برابر کی سورتین پڑہے کم زیادہ نہ پڑہے اور
یہ مذہب ہے امام اعظم اور اونکے شاگرد ابو یوسف کا سو امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری
اور مسلم مین بروایت ابو قتادہ سے کہا تہے رسول خدا نماز پڑہاتے ہمکو پس پڑہتے ظہر اور عصر کے پہلے دو رکعتون مین سورہ فاتحہ
اور دو سورتین اور دراز کرتے پہلے رکعت کو اور پڑہتے پچھلی دو مین سورہ فاتحہ اقول ۵ سن نے اوکا ذب کج فہم ذرا
ہمیان سے بات جو مسلمان ہین کہتے ہین وہ ایمان سے بات ہے دہرم ایسا تو دنیا مین نہوگا کوئی لاکہ
سمجہاؤ یہ سنتا نہین تو کان سے بات دیکہو صحیح مسلم مین اوسی حدیث ابو قتادہ کے متصل یہ حدیث بروایت ابو سعید
خدری موجود ہے قال کنا نحزر قیام رسول اللہ فی الظہر والعصر فحزرنا قیامہ فی الرکعتین الاولیین من الظہر قدر الم تنزیل
السجدۃ وحزرنا قیامہ فی الاخریین قدر النصف من ذلک وحزرنا قیامہ فی الرکعتین الاولیین من العصر علی قدر قیامہ فی الاخریین
من الظہر وفی الاخریین من العصر علی النصف من ذلک کہا ابو سعید خدری نے تہے ہم کہ تخمین کرتے تہے آنحضرت کے
قیام کو نماز ظہر اور عصر مین پس اندازہ کیا ہمنے آپکے قیام کو اول دو رکعت مین نماز ظہر سے بمقدار سورہ الم تنزیل سجدہ کے
اور دو رکعت اخیر مین بقدر اوسکے آدہی کے اور اندازہ کیا ہمنے آپکے قیام کو اول دو رکعت مین عصر بقدر قیام آپکے
اخیر دو رکعت مین ظہر کے اور اخیر دو رکعت مین عصر کے بقدر اوسکے آدہی کے اور اوسی صحیح مسلم مین بعد اس حدیث کے
ابو سعید خدری سے مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء فی صلوۃ الظہر من الرکعتین الاولیین فی کل رکعۃ
قدر ثلاثین آیۃ وفی الاخریین قدر خمس عشرۃ آیۃ وفی العصر فی الرکعتین الاولیین فی کل رکعۃ قدر قراءۃ خمس عشرۃ آیۃ وفی الاخریین
قدر نصف ذلک تحقیق کہ آن حضرت تہے کہ پڑہتے پہلی دو رکعت مین نماز ظہر کی ہر رکعت مین بمقدار تیس آیت کے اور
پچھلی دو رکعتون مین بمقدار پندرہ آیت کے اور عصر کی پہلی دو رکعت مین ہر رکعت مین بقدر پندرہ آیت کے اور پچھلی دو
رکعت مین بقدر اسکے آدہی کے قسم ہے تمکو اوسکی جسکے تم بیرو و معتقد ہو سچ کہو ان دو حدیثون سے کیا معلوم ہوتا ہی
آیا یہ نہین اس سے نکلتا ہی کہ ظہر کے پہلے دو رکعت مین قراءت قرآن برابر ہونا چاہیے ایک مین دوسرے سے بڑہ کے
ہونا چاہیے امام اعظم اور ابو یوسف نے اسی حدیث سے استناد کیا ہی پس قول اونکا مخالف حدیث کے کیونکر ہوگیا بلکہ
انکا قول بالکل موافق حدیث کے ہے اور حدیث ابو قتادہ کہ جس سے رکعت اول کا طویل ہونا بہ نسبت دوسری رکعت کے
معلوم ہوتا ہے کسیطرح سے مخالف انکے مذہب کے نہین ہے کیونکہ اس حدیث مین کہین اسکا ذکر نہین ہے
پہلی رکعت مین آپ بڑی سورت پڑہتے تہے بلکہ اسیقدر مذکور ہے کہ ظہر کی پہلی رکعت کو دراز کرتے تہے اس سے
نہین ثابت ہوتا ہے کہ بڑی سورت اوسمین پڑہتے تہے بلکہ اگر دوسری رکعت کے برابر سورت آپ پڑہتے ہون

تب بھی دراز ہونا پہلی رکعت کا ہوسکتا ہے کیونکہ اوسمین بسم اللہ اور اعوذ باللہ اور سبحانک اللھم اور انی وجہت وغیرہ
اور دعائین جو وارد ہوئی ہین پڑھتے تھے اس وجہ سے دو رکعت دوسری رکعت سے بڑھ جاتے تھے نووی شرح صحیح مسلم مین
لکھتے ہین الحدیث متاول علی انہ طول بدعاء الافتتاح والتعوذ ونحوہ لا فی القراءۃ انتہی یعنے یہ حدیث ابو قتادہ کی محمول
اس امر پر کہ آپنے پہلی رکعت طویل کی بسبب پڑھنے دعاء افتتاح اور اعوذ باللہ وغیرہ کے نہ نفس قراءت قرآن مین تطویل کی
صد افسوس ایسے لوگون کے خیال پر جو اپنے زعم مین ایک دو حدیث کو مخالف مذہب امام اعظم سمجھ کے اعتراض کرنے پر
تیار ہوجاتے ہین اور جو حدیثین موافق مذہب امام کے ہین ان سے اغماض کرتے ہین **قولہ** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین
لکھا ہے کہ مقتدی دوسرے مین اسطرح بیٹھے جس طرح کہ پہلے قعدہ مین بیٹھتا ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا ابو حمید ساعدی
کی دو حدیثون کا **اقول** بلاشبہ حدیث ابو حمید سے جو سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہے یہ ثابت ہوتا ہے
پہلے قعدہ مین بائین پیر پر بیٹھتے اور داہنے پیر کی انگلیان قبلہ رخ کرکے اوسکے قدم کو کھڑا کرتے اور اخیر قعدہ مین آپ
تورک کرتے یعنے بیٹھتے بائین کولہے کو زمین پر رکھکر اور بایان پیر داہنے طرف باہر نکالتے اور داہنا قدم کھڑا کرتے تھے
اور اسی حدیث کے موافق مذہب شافعی اور محدثین کا ہے تفصیل اسکی تعلیق ممجد علی موطا الامام محمد مین موجود ہے لیکن
تصنیف مولوی ابو الحسنات محمد عبد الحی صاحب مرحوم ۱۲ منہ
امام اعظم کے مقلدین بھی چند حدیثین پیش کرتے ہین اور اپنے مذہب کو موافق حدیث سمجھتے ہین پس یہ کہدینا کہ امام
نے خلاف کیا حدیث کا اور جو حدیثین اونکی بظاہر موافق ہین اونکو پیش نہ کرنا سراسر تعصب وخلاف نیت وعداوت ہے
دال ہے صحیح مسلم مین حضرت عائشہ سے روایت ہے کان یقول فی کل رکعتین التحیۃ وکان یفرش رجلہ الیسری الخ
یعنے تھے آنحضرت کہ پڑھتے تھے ہر قعدہ مین التحیات للہ الخ اور بچھاتے تھے آپ بائین پیر کو اور کھڑا کرتے تھے داہنے پیر
اور سعید بن منصور نے وائل سے روایت کی ہے صلیت خلف رسول اللہ فلما قعد وتشہد فرش رجلہ الیسری یعنے
مین نے پیچھے رسول اللہ کے پس جبکہ بیٹھے آپ بچھا دیا بائین پیر کو اور سنن نسائی مین ابن عمر سے روایت ہے من سنۃ
الصلوۃ ان تنصب القدم الیمنی واستقبالہ باصابعہا القبلۃ والجلوس علی الیسری یعنے سنت نماز مین یہ ہے کہ کھڑا کرے
داہنے قدم کو اور اوسکی انگلیون کو قبلہ رخ کرے اور بائین پیر پر بیٹھے ان حدیثون کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ
دونون قعدے ایک طور پر ہین **قولہ** ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہے کہ نماز مین امام سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ربنا لک الحمد
نہ کہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ان دو حدیثون کا الخ **اقول** ہر چند کہ احادیث فعلیہ نبویہ سے
جو صحاح ستہ مین مروی ہین صاف ثابت ہے کہ آنحضرت حالت امامت مین بعد سمع اللہ لمن حمدہ کے ربنا لک الحمد
کہتے تھے لیکن امام پر اعتراض کرنا ساتھ مخالفت حدیث کے خالی سفاہت سے نہین ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ امام نے
اس مسئلہ مین ساتھ حدیث صحیح کے استدلال کیا ہے اور بے دلیل اپنی رای سے حکم نہین دیا ہے دوسری یہ کہ ایک روایت
امام سے بھی وارد ہے کہ امام بھی سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ربنا لک الحمد کہے اور یہی مذہب مختار صاحبین اور ایک جماعت

تصنیف مولوی ابوالحسنات محمد عبد الحی صاحب [illegible] ۱۲

فقہاء حنفیہ کا ہے پس ہرگاہ امام ہی اپنے قول پر حدیث صحیح سے استدلال کرتے ہیں اور پیر اعتراض کر دینا کہ انہوں نے
مخالف حدیث کے حکم دیا ہرگز نہیں جائز ہے عبارت سعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ کی دیکھیے اور اپنے مہلات سے توبہ
کیجیے ویکتفی بہ ای بالتسمیع الامام فلا یقول ربنا لک الحمد ہذا عند ابی حنیفۃ وبہ قال مالک لما فی رسالۃ ابن ابی زید وہو قول احمد
یعنے کفایت کریں ساتھ سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے امام پس نہ کہے ربنا لک الحمد نزدیک ابوحنیفہ کے اور یہی قول ہے امام مالک کا
جیسا کہ رسالہ ابن ابی زید مالکی میں ہے اور یہی قول ہے امام احمد کا حکاہ ابن المنذر عن ابن مسعود وابی ہریرۃ والشعبی وقال
بہ اقول اور نقل کیا ہے اسی مذہب کو ابن المنذر نے عبداللہ بن مسعود اور ابوہریرہ سے اور کہا ابن المنذر نے کہ یہی
میرا بھی قول ہے واستدلوا علی ذلک بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دلیل لائے یہ لوگ اس مذہب پر ساتھ اس حدیث مرفوع کے
اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد جب کہے امام سمع اللہ لمن حمدہ پس کہو اے مقتدیو ربنا لک الحمد
رواہ الائمۃ الستۃ من حدیث انس روایت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم اور ابوداود اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ
نے بروایت انس رض کے والخمسۃ ایضا سوی ابن ماجۃ من حدیث ابی ہریرۃ اور پانچ نے سوا ابن ماجہ کے بروایت
ابوہریرہ رض کے بھی ومسلم والنسائی وابن ماجۃ واحمد من حدیث ابی موسے الاشعری اور مسلم اور نسائی اور ابن ماجہ اور احمد نے
بروایت ابوموسی الاشعری رض کے والحاکم فی مستدرکہ من حدیث ابی سعید الخدری وقال حدیث صحیح اور حاکم نے مستدرک میں
بروایت ابوسعید خدری رض کے اور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہے وجہ الاستدلال ان ہذہ قسمۃ والقسمۃ تنافی الشرکۃ
تقریر استدلال کے ساتھ اس حدیث کی یہ ہے کہ اس حدیث سے قسمت معلوم ہوتی ہے اور قسمت منافی شرکت ہے یعنے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو سمع اللہ کہنا چاہیے اور مقتدی کو ربنا لک الحمد کہنا چاہیے کیونکہ ہر ایک کا ذکر علٰحدہ
نبی نے ذکر فرمایا اور فرمایا کہ جب امام سمع اللہ کہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہے اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ امام ربنا لک الحمد
نہ کہے اور مقتدی سمع اللہ نہ کہے جیسے اگر کوئی شخص کہے کہ جب ہم قرآن پڑھیں تو تم درود پڑھنا اس سے یہ سمجھا جاتا ہے
کہ ہر ایک ذکر ہر ایک کے ساتھ خاص ہے ایک کو دوسرے کے ذکر میں شرکت نہیں انتہی اسکے سعایہ میں مرقوم ہے
وحدیث مشروعیۃ التحمید بدلیل آخر یعنے پائی گئی مشروعیت ربنا لک الحمد کی امام کے واسطے دوسری دلیل میں وہو
رواہ البخاری ومسلم من حدیث ابی ہریرۃ اور وہ دلیل وہ حدیث کہ روایت کیا بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے والبخاری
من حدیث ابن عمر اور بخاری نے ابن عمر سے ومسلم من حدیث عبداللہ بن ابی اوفی ومن حدیث علی ابن ابی طالب
اور مسلم نے عبداللہ بن اوفی اور علی مرتضے سے انہم قالوا فی وصف صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تحقیق ان صحابہ نے
ذکر کیا آنحضرت کی نماز کے بیان کیفیت میں انہ کان حین یرفع راسہ من الرکوع یقول سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد
کہ آنحضرت جب سر اوٹھاتے تھے رکوع سے فرماتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد فہذا صریح فی مشروعیۃ التحمید للامام
پس یہ حدیث صریح ہے مشروع ہونے تحمید میں واسطے امام کے وبہ قال الثوری والاوزاعی واحمد فی روایۃ عنہ

بعد سماعہ اسیکے کما سفیان ثوری اور اوزاعی نے اور امام احمد نے ایک روایت مین وہو روایۃ عن ابی حنیفۃ کما فی المحیط اور یہی ایک روایت ہے امام ابو حنیفہ سے جیسا کہ محیط مین مذکور ہے وہو قول ابی یوسف ومحمد اور یہی قول ہے امام ابو یوسف اور امام محمد کا والیہ مال الفضلی والطحاوی وجماعۃ من المتاخرین کما فی الظہیریۃ اور طرف اسی قول کی میل کیا فضلی اور طحاوی نے اور ایک جماعت متاخرین حنفیہ نے جیسا کہ فتاوی ظہیریۃ مین ہے واختارہ فی الحاوی القدسی اور اسکو پسند کیا ہے حاوی قدسی مین ومشی علیہ الشرنبلالی فی نور الایضاح اور اختیار کیا اسکو حسن شرنبلالی نے نور الایضاح مین وصاحب المنیۃ اور صاحب منیۃ المصلی نے وفی المحیط اور محیط مین ہے قال شمس الائمۃ حلوانی کما علوائی نے کان شیخنا القاضی الامام یحکی عن استاذہ انہ کان یمیل الی قولہما تھے شیخ ہمارے قاضی امام کہ نقل کرتے تھے اپنے استاذ سے کہ وہ مائل تھے طرف قول صاحبین کے وکان یجمع بین الذکرین حین یکون اماما اور تھے وہ جمع کرتے دونون ذکر کے جب امام ہوتے تھے یعنے سمع اللہ اور ربنا لک الحمد دونون کہتے تھے والطحاوی ایضا کان یختارہ وہو قول اہل المدینۃ انتہی اور طحاوی بھی اسی قول کو پسند کرتے تھے اور یہی قول ہے اہل مدینہ کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسی مسئلہ مین امام سے ایک روایت موافق احادیث فعلیہ کے موجود ہے کہ امام بعد سمع اللہ کے ربنا لک الحمد کہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے مگر امام کا مذہب مشہور یہی ہے اعتراضات جہلا سے محفوظ ہے

قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ جو مچھلی خود بخود مرجاوے اور الٹی ہوجاوے کہانا اوسکو مکروہ ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی مین روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول خدا نے بیچ حق دریا کہ پاک کرنے والا ہے پانی اوسکا اور حلال ہے مردہ اوسکا **اقول** آپ کو یہ حدیث نہ سوجھی جو سنن ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ مین جابر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا نے ما القی البحر او جزر عنہ فکلوا وما مات فیہ وطفی فلا تاکلوا اور یہ حدیث بھی نہ دکھائی دی جو جامع ترمذی مین جابر سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ نے ما اصطدتموہ وہو حی فکلوہ وما وجدتموہ میتا طافیا فلا تاکلوہ اور یہی روایت نقل نہ کیجی جو طحاوی نے جابر سے روایت کی فرمایا رسول اللہ نے ما جزر عنہ البحر فکل وما القی فکل وما وجدتہ طافیا فوق الماء فلا تاکل انتہی روایتون کا حاصل یہ ہے کہ جس مچھلی کو دریا باہر پھینک دے یا پانی دریا کا ہٹ جاوے اور اس وجہ سے مچھلی مرجاوے تو وہ حلال ہے اور جو طافی ہو یعنے خود بخود مرجاوے اور دریا پر تیرنے لگے اور الٹ جاوے اوسکا کہانا منع ہے اور مراد دریا کے مردہ سے اوس حدیث مین جسکو آپ مخالف مذہب امام اعظم سمجھے ہین وہی مچھلی ہے جو بوجہ پھینکنے یا ہٹ جانے پانی کے مرجاوے نہ وہ کہ خود بخود مرجاوے ہمکو بڑا تعجب ہے کہ حضرات غیر مقلدین ائمہ کے مقلدین سے تو ہر مسئلہ مین حدیث صحیح صریح مانگا کرتے ہین اور خود اعتراض جمانے کی غرض سے حدیث غیر صحیح بھی پیش کر دیا کرتے ہین اس باب مین کوئی حدیث مرفوع صحیح صریح ایسی نہین ہے جس سے صراحتا ثابت ہوتا ہو کہ

طافی یعنی وہ مچھلی جو خود بخود دریا میں مرجائے اور اوپر تیرنے لگے حلال ہے بلاکراہت البتہ اس قسم کی حدیثیں موجود
ہیں جن میں آن حضرت نے فرمایا ہے کہ میتہ بحر یعنی مردہ دریا کا حلال ہے مگر اوس سے مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کی اور ممانعت
میں حدیثیں صاف صاف موجود ہیں اور اونمیں سے بعضوں کی سند اگرچہ ضعیف ہے مگر اونمیں ایسا ضعف نہیں ہے کہ قابل
استناد نہ ہو ہے تفصیل اسکی عینی کی شرح ہدایہ اور شرح معانی الآثار وغیرہ میں موجود ہے قولہ شرح وقایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں
میں لکھا ہے کہ گہن کی نماز میں قرأت آہستہ پڑھنی چاہیے اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سوا امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف
کیا بخاری اور مسلم کی حدیث کا اقول موافق مذہب امام اعظم کے حدیثیں مطالعہ کیجیے اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز آئیے
مسند احمد اور مسند ابو یعلی اور کتاب المعرفہ بیہقی میں ابن عباس سے روایت ہے کنت الی جنب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی صلوٰۃ الکسوف فما سمعت منہ حرفا من القرآن یعنی تہا میں نماز سورج گہن میں آنحضرت کے پہلو میں یعنی قریب آپ کے
پس نہیں سنا میں نے ایک حرف بھی قرآن کا آپ سے اور معجم طبرانی میں ابن عباس سے روایت ہے صلیت الی جنب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یوم کسفت الشمس فلم اسمع لہ قراءۃ یعنی نماز پڑہی میں نے پہلو کی طرف آن حضرت کے جس روز کہ گہن ہوا آفتاب
میں پس نہیں سنا میں نے آپکا قرآن پڑھنا اور مسند احمد اور سنن ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی اور جامع ترمذی
اور سنن ابن حبان اور مستدرک حاکم میں سمرہ بن جندب سے روایت ہے صلی بنا رسول اللہ فی کسوف لا نسمع لہ صوتا
یعنی نماز پڑہی آن حضرت نے ہمارے ساتھ سورج گہن میں نہیں سنتے تھے ہم آواز آپ کے قرأت کی اور حاکم نے اس حدیث کو
صحیح کہا ہے اور ترمذی نے لکھا ہے حدیث سمرۃ حدیث حسن صحیح یعنی یہ حدیث سمرہ کی حسن اور صحیح ہے اور صحیح مسلم میں
ابن عباس سے روایت ہے انکسفت الشمس علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس
معہ فقام قیاما طویلا قدر نحو سورۃ البقرۃ یعنی سورج گہن ہوا زمانہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پس نماز پڑہی آپ نے
اور صحابہ آپ کے ساتھ تھے پس قیام کیا آپ نے دیر تک بقدر سورہ بقرہ کے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آن حضرت نے
جہر نہیں فرمایا ورنہ صحابہ بیان کر دیتے کہ فلاں سورت آپ نے پڑہی اور بطور تخمین کے بیان نہ کرتے یہی حاصل ہے اس عبارت
نووی کا شرح صحیح مسلم میں ان الصحابۃ حزروا القراءۃ بقدر البقرۃ وغیرہا ولو کان جہر العلم قدرہا بما حزر انتہی باقی رہی حدیث
عائشہ کی جو صحیحین میں مروی ہے اور اوسمیں یہ وارد ہے کہ آپ نے جہر فرمایا اوس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اتفاقاً
بعض آیات کے ساتھ جہر کیا ہوگا جیسا کہ آپ کی عادت نماز سری میں ثابت ہے کہ کبھی کبھی دو ایک آیت کی ساتھ آپ جہر
کرتے تھے تا صحابہ مقتدین کو معلوم ہو جاوے کہ آپ فلانی صورت پڑھ رہے ہیں اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں
لکھا ہے رجح الشافعی روایۃ سمرۃ یعنی ترجیح دی امام شافعی نے روایت سمرۃ کو جسمیں آہستہ پڑھنا مذکور ہے روایت عائشہ پر
جسمیں جہر مروی ہے بانہا موافقۃ لروایۃ ابن عباس المتقدمۃ والروایۃ ایضا التی فیہا فقرأ نحوا من سورۃ البقرۃ وروایۃ
عائشہ حزرت قراءتہ فرأیت انہ قرأ سورۃ البقرۃ لانہا لو سمعتہ لم تقدرہ باین طور کہ وہ موافق ہے دونوں روایت ابن عباس کے

ہیکہ وہ جسمین مروی ہے کہ مین نے آپ کی آواز نہین سنی اور دوسری وہ جسمین اونہون نے کہا کہ آپ نے بقدر سورۂ بقر کے پڑہا اور یہی موافق ہے روایت عائشہؓ کی جسمین وہ کہتے ہین کہ مین نے اندازہ کیا آن حضرتؐ کی قرات کا پس آپکہی مین کہ آپنے سورۂ بقرہ پڑہی پس اگر عائشہ آپ کی قرات سنتین اندازہ کرنے کی تقریر نہ کرتین بلکہ صاف بیان کردیتین کہ آپنے فلان سورت تلاوت کی **قولہ** ہدایہ وغیرہ میں لکہا ہے کہ جو شخص رات کو فرض روزے کی نیت نہ کرے تو دن کو زوال کے پیشتر اوسکو نیت کرنی جائز ہے سو امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ مسند احمد و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ مین روایت ہے حفصہ سے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا جس نے نہ ٹہرایا روزہ پہلے فجر کے پس نہین ہے واسطے اوسکے روزہ **اقول** بہکو بڑا تعجب ہے کہ جب کوئی حدیث صحیحین کی بظاہر مخالف امام اعظم کے معلوم ہوتی ہے تو غیر مقلدین بڑے جوش و خروش سے امام پر اعتراض کرنے کو طیار ہو جاتے ہین اور اگر صحیحین کی حدیث موافق اونکے ہوئی تو ذہول کا ذریعہ بنا کے واسطے اوس سے اغماض کرکے اور حدیث کی کتابون سے مردہ مانگتے ہین واہ رے جہالت اور نفسانیت اور اوسپر دعوی حقانیت سے یہ ایک تو تمہارا اتون سا امتزاج + پہر اوسپہ کرتے ہو یہ رعونت کی گفتگو ؞ دیکہو صحیحین یعنے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن نسائی اور موطا امام مالک مین یہ حدیث موجود ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعث رجلا ینادی فی الناس یوم عاشوراء ان من اکل فلیتم ومن لم یاکل فلا یاکل یعنے آپ نے ایک شخص کو بہیجا دسوین تاریخ محرم کو کہ پکار دے لوگون میں اور یہ امر سب سے کہدی کہ جسنے کہانا آج کہالیا ہے وہ باقی دن امساک کرے اور کچہ نہ کہاوے اور جسنے نہین کہایا ہو وہ روزہ رکہلے اس سے معلوم ہوا کہ روزہ عاشوراء کی نیت دن کو کافی ہوگئی حالانکہ روزہ عاشوراء کا قبل فرض ہوتے روزہ رمضان کے فرض تہا جیسا کہ حدیث عائشہؓ سے جو صحیح بخاری وغیرہ مین مروی ہے ثابت ہے ان النبی امر بصوم عاشوراء قبل ان یفرض رمضان فلما فرض رمضان قال من شاء صام عاشوراء ومن شاء افطر یعنے آن حضرتؐ نے حکم کیا روزہ عاشوراء کا قبل فرض ہونے رمضان کے پس جب فرض ہوا روزہ رمضان کا فرمایا آپ نے جو چاہے روزہ رکہے عاشوراء کا اور جو چاہے نہ رکہے اور طحاوی نے شرح معانی الآثار مین جابر بن سمرہ سے روایت کی کان رسول اللہ یامرنا بالصوم یوم عاشوراء ویحثنا علیہ ویتعاہدنا علیہ فلما فرض رمضان لم یامرنا ولم ینہنا اور یہی قیس بن سعد سے روایت کی امرنا بصوم عاشوراء قبل ان یفترض رمضان فلما نزل رمضان لم نومر ولم ننہ عنہ ونحن نفعلہ ان سب روایات سے اور ایسی اور روایات سے جو دفاتر حدیث مین بطرق کثیرہ مروی ہین ثابت ہے کہ روزہ عاشوراء کا قبل فرضیت روزہ رمضان کے فرض تہا اور یہ مسئلہ کو بعض شافعیہ وغیرہ کا خلاف ہے مگر قوی اس بحث مین مذہب حنفیہ کا ہے جیسا کہ مطالعہ تعلیق ممجد وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے پس جبکہ روزہ عاشورہ کی فرضیت ثابت ہوئی اور یہ بہی معلوم ہوا کہ دن کو نیت کرنا اوسکی آنحضرتؐ نے کافی سمجہا ثابت ہوگیا کہ روزہ فرض کے دن کو بہی نیت صحیح ہی باقی رہی حدیث حفصہؓ کی من لم یجمع من اللیل فلا صیام لہ یعنے جسنے رات سے قصد روزے کا نہین کیا اوسکا روزہ نہین ہے امام اعظم اور اونکے مقلدین اسپر بہی عمل کرتے ہین بروجہ طریقہ اکمل کے

اس حدیث کے معنی یہ ہین کہ جسنے رات سے نیت نہین کی اوسکا روزہ کامل نہوگا پس اس حدیث مین نفی کمال ہے نہ نفی ذات دوسرے یہ کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر قضاء رمضان اور روزہ نذر وغیرہ جنمین رات سے نیت کرنا فرض ہے پس معلوم ہوا کہ امام اعظم نے اس مقام مین کسی حدیث کو نہین چھوڑا سب پر عمل کیا اور ان لوگون نے جو روزہ فرض کی نیت کو رات سے فرض کہتے ہین حدیث صحیحین کو چھوڑ دیا **قولہ** ۱۵۳ ہدایہ وغیرہ مین لکہا ہے کہ زمین سے خواہ تھوڑی چیز نکلے خواہ بہت زکوٰۃ اوسمین دسوان حصہ ہے اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے ابو سعید خدری سے کہ فرمایا رسول خدا نے نہین ہے بیچ کم پانچ وسق کے کھجورون مین زکوٰۃ اور نہین ہے پانچ اوقیہ سے کم مین چاندی سے زکوٰۃ اور پانچ وسق کے تین من ہوئی اور پانچ اوقیہ کے دوسو درہم **اقول** یک من علم زادہ من عقل باید نفس حدیث کا ترجمہ کر دینا اور زبان سے یہ کہدینا کہ امام نے اس حدیث کے خلاف کیا بہت آسان ہے مگر سب احادیث اور آیات قرآنیہ کو سمجھنا اور اونمین جو تعارض واقع ہو اوسکو دفع کرنا اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا بڑی مشکل ہے بدون فہم ثاقب و **عقل** صائب کے یہ امر نہین ہو سکتا ہے ع نہین طے کرنا کچھ آسان ہے راہ طریقت کا ہا ابھی تو منزل مقصد بہت ہی دور ہے لو ہا ہمکو اس سے بحث نہین ہے کہ قوی مذہب اس باب مین کسکا ہے کیونکہ اس امر کی تحقیق کے واسطے ایک دفتر چاہیے صرف اسقدر یہان سمجھ لینا کافی ہے کہ امام اعظم کا مذہب اس باب مین موافق ظاہر آیت قرآنیہ کے ہے یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض یعنے اے ایمان والو خرچ کرو تم اللہ کی راہ مین یعنے صدقہ اور زکات دو مال طیب سے جسکو تمنے بطور تجارت کے حاصل کیا ہے اور اوس چیز مین جو زمین سے ہمنے تمہارے واسطے نکالی ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز از قسم غلہ اور پھل میوہ جات وغیرہ زمین سے نکلے اوسمین سے صدقہ دینا واجب ہے اس آیت مین کسیطرح کی قید نہین ہے کہ تیس من ہو یا پچیس من ہو تب صدقہ واجب ہے ورنہ نہین واجب ہے اور ایسی مذہب امام کا موافق ہے بہت سی احادیث صحیحین وغیرہ کی عبارت تعلیق مجد حاشیہ موطا امام محمد کا مطلب سمجھیے اور اپنے خرافات سے باز آئیے وقع الخلاف فی نصاب الحبوب والثمار یعنے خلاف واقع ہوا غلہ اور پھلون کے نصاب مین کہ آیا اسکا بھی کچھ نصاب مقرر ہے کہ اوس سے کم زکوٰۃ انکی کہ دسوان حصہ مقرر ہے دینا نہین واجب ہے یا نصاب نہین بلکہ ہر مقدار مین کم ہو یا زائد دسوان حصہ دینا واجب ہے فعند الشافعی وابی یوسف ومحمد والجمہور نصابہا خمسۃ اوسق فلا شئ فیما دونہا پس نزدیک امام شافعی اور امام ابو یوسف اور محمد اور اکثر علماء کے نصاب انکا پانچ وسق ہے پس نہین واجب ہے دسوان حصہ اس سے کم مین لورود ذلک من حدیث ابی سعید وجابر وابن عمر وعمرو بن حزم وغیرہم بسبب وارد ہونے اس مضمون کے کہ پانچ وسق سے کم مین زکوٰۃ نہین ہے بروایت ابو سعید خدری اور جابر اور عبد اللہ بن عمر اور عمرو بن حزم وغیرہ کے کما اخرجہ الطحاوی والبخاری ومسلم واحمد وغیرہم جیسا کہ روایت کیا ان احادیث کو بخاری اور مسلم اور طحاوی اور امام احمد وغیرہ نے وخالفہم فی ذلک جماعۃ

من التابعين اور مخالفت کی ان لوگون کی ایک جماعت تابعین نے فقالوا فیما اخرجت الارض العشر او نصف العشر من غیر تفصیل بین ان یکون قدر خمسة اوسق او اقل واکثر پس کہا ان لوگون نے کہ جس چیز مین کہ زمین سے نکلی واجب ہے دسوان حصہ یا بیسوان حصہ بدون تفصیل کے درمیان اسکے کہ ہووے بقدر پانچ وسق کے یا کم ہو یا زائد ہو منہم ابو حنیفة منجملہ اون تابعین کے امام ابو حنیفہ ہین کہ انکے نزدیک ہر قلیل و کثیر مین غلہ وغیرہ کے صدقہ واجب ہے ومنہم عمر بن عبد العزیز فانہ قال فیما انبتت الارض من قلیل او کثیر العشر اور منجملہ اونکے عمر بن عبد العزیز ہین کہ اونہون نے کہا جو چیز زمین سے پیدا ہووے کم ہو یا بہت اوسمین دسوان حصہ دینا ضرور ہے اخرجہ عبد الرزاق وابن ابی شیبة روایت کیا اسکو عمر بن عبد العزیز سے عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے واخرج ابن ابی شیبة عن مجاہد وابراہیم النخعی نحوہ اور روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے مجاہد اور ابراہیم نخعی سے مثل اسکے واستدلوا لہم بما اخرجہ البخاری عن ابن عمر مرفوعا اور دلیل ذکر کی لوگون نے ان تابعین کے قول کی کہ ہر قلیل و کثیر مین عشر واجب ہے وہ حدیث جو صحیح بخاری مین ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وفیما سقی بالنضح نصف العشر ولفظ ابی داؤد اور روایت ابو داؤد مین یہ لفظ ہے فیما سقت السماء والانہار والعیون او کان بعلا العشر وفی ما سقی بالسوانی او النضح نصف العشر وفی صحیح مسلم عن جابر مرفوعا اور صحیح مسلم مین جابر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیما سقت الانہار والغیم العشر وفیما سقی بالسانیة نصف العشر وفی سنن ابن ماجة عن معاذ اور سنن ابن ماجہ مین معاذ بن جبل سے روایت ہے بعثنی رسول اللہ الی الیمن فامرنی ان آخذ ما سقت السماء وما سقی بعلا العشر وما سقی بالدوالی نصف العشر حاصل ان سب روایتون کا یہ ہے کہ جس زمین مین غلہ وغیرہ نکلے آسمان یا چشمون کے پانی سے یا وہ زمین خود تر ہو کہ بدون محنت کے اوسمین کھیتی ہو ایسی زمین کی چیزون مین دسوان حصہ واجب ہے اور جو زمین سینچی گئی ہو ڈول وغیرہ سے اور پانی اوسمین پہونچایا گیا ہو مشقت سے ایسی زمین کے غلہ وغیرہ مین بیسوان حصہ واجب ہے پس چونکہ یہ حدیثین عام ہین ہر کم و زیادہ کو شامل ہین اسیوجہ سے ایک طائفہ تابعین نے حکم دیا کہ زمین سے جو کچھ نکلے اوسمین دسوان خواہ بیسوان حصہ دینا فرض ہے واورد بان ہذہ الاخبار مبہمة والاولے مفسرة فیجب حمل المبہم علے المفسر اور اعتراض کیا اس دلیل پر باین طور کہ یہ حدیثین مبہم ہین اور پہلی حدیثین مفسر ہین کہ اونمین صاف بیان ہے کہ پانچ وسق سے کم مین صدقہ واجب نہین ہے پس ضرور ہے کہ یہ حدیثین اون حدیثون پر محمول کر لیجاوین اور قید پانچ وسق کی لگا دیجاوے واجیب عنہ بانہ اور جواب دیا گیا اس اعتراض سے باینطور کہ اذا ورد حدیثان متعارضان احدہما عام والآخر خاص فان علم تقدم العام علی الخاص خص بالخاص وان علم تقدم الخاص کان العام ناسخا لہ فی ما تناولاہ وان لم یعلم التاریخ یجعل العام متاخرا لما فیہ من الاحتیاط وہہنا الاخبار الاول خاصة والثانیة عامة ولم یعلم التاریخ فتجعل الثانیة موخرة دفعا لما کذا قررہ السغناقی والزیلعی وغیرہما حاصل اس جواب کا جو سغناقی نے شرح ہدایہ مسمے بہ نہایہ مین اور زیلعی وغیرہ نے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ جب دو حدیثین متعارض

ومتخالف ہون اور ایک اون مین سے عام ہو دوسری خاص پس اگر یہ معلوم ہو کہ حدیث عام قبل ہی حدیث خاص کے اور خاص بعد اوسکے ہے تو اوس عام کی تخصیص اوس خاص سے کیجاویگی اور اگر یہ معلوم ہو کہ حدیث خاص مقدم ہے تو حدیث عام اوسکے ناسخ بنا دیجاویگی بقدر اون افراد کے جسکو دونون حدیثین شامل ہین اور اگر نہ معلوم ہو تاریخ اور نہ معلوم ہو کہ کون حدیث پہلے ہے اور کون بعد پس اسوقت حدیث عام بنظر احتیاط کے موخر سمجھی جاویگی اور وہی معمول بہ ہوگی تفصیل اس قاعدہ کی کتب اصول فقہ مین بشرح وبسط مذکور ہے ہرگاہ یہ امر ممہد ہوا پس اب سمجھیے کہ حدیث ابوسعید خدری وغیرہ کی خاص ہے کیونکہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ وسق سے کم مین صدقہ واجب نہین زائد مین واجب ہے اور حدیث ابن عمر وغیرہ کی عام ہے کہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز زمین سے نکلے کم ہو یا زائد اوسمین صدقہ واجب ہے دسوان حصہ خواہ بیسوان حصہ اور یہ نہین معلوم ہے کہ ان دونون حدیثون مین کون پہلے کی ہے اور کون بعد کی پس اسوجہ سے احتیاطاً حدیث عام پر عمل کیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ ہر چیز مین صدقہ واجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضنے بھی اس بحث مین قرآن و حدیث پر عمل کیا آپکی طرح بے سمجھے بوجھے حکم نہین دیا تنبیہ ائمہ کے اختلاف کو بہت سے اسباب ہین جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے رسالہ انصاف فی بیان الاختلاف مین اور ملا حیات سندی نے رسالہ اتحاف فی بیان سبب الاختلاف مین تفصیل تام بیان کیا منجملہ اسباب کے ایک یہ بھی سبب ہے کہ کسی مسئلہ مین ایک امام کو ایک حدیث پہونچی اونے اوسکے موافق حکم دے دیا اور دوسرے امام کو اوسکے مخالف حدیث پہونچی اونے اوسکے موافق حکم دے دیا یا یہ کہ ایک امام کو ایک ہی حدیث پہونچی اونے اوسکے موافق حکم دیا اور ایک کو دو حدیثین متعارض ملین اونے دفع تعارض کیا اور ایک کو دوسرے پر کسی وجہ سے ترجیح دیکے حکم دیا پس ایسے مقامات مین ائمہ پر اعتراض کرنا کہ اونے اس حدیث کے خلاف کیا یا اسنے اوس حدیث کے خلاف کیا ہرگز نہین درست ہے اور اہل علم کے نزدیک جو کیفیت اختلاف سے واقف ہین ایسا اعتراض بالکل مہمل ہے تفصیل اس اجمال کی انشاء اللہ آئندہ مقام مناسب پر کیجاویگی فائدہ ایک مسئلہ مردود ائمہ حنفیہ اور محدثین کے نزدیک بلکہ جمہور علما وامت محمدیہ کے نزدیک مؤلف ظفر مبین کا جسکو وہنون نے اپنی کتاب بلاغ مبین مین بیان کیا ہے اور اس باب مین اونہون نے تقلید نواب بھوپال کی کی ہے یہ ہے کہ مال تجارت مین زکوۃ نہین جیسا ۱۲ یہ مسئلہ مخالف قرآن کے بھی ہے اور مخالف حدیث کے بھی ہے اور مخالف اقوال صحابہ کے بھی ہے اور مخالف جمہور علما کے امت محمدیہ کے بھی ہے نواب بھوپال کے رد اس باب مین ابراز الغی مین کہ جو اونکی اغلاط و مسامحات کی جامع ہے اچھی طرح سے موجود ہے افسوس صد افسوس کہ ان حضرات کو تو مخالفت قرآن اور حدیث اور جمہور محدثین وغیرہم کی کچھ باک نہین ہے اور با اینہمہ ائمہ مجتہدین پر کہ جنہون نے تمام عمر اتباع قرآن و حدیث مین صرف کر دی ہے اعتراض کرنے لگین ہرچند کہ یہ مقام قابل اسکے نہین ہے کہ اس مسئلہ کی اچھی طرح سے تفصیل بیان کیجاوے مگر چونکہ مسابقاً

تصنیف مولانا ابوالحسنات محمد عبد الحی مرحوم ۱۲

ذکر اوس آیت کا آگیا جس سے زکات تجارت کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے اسوجہ سے کسیقدر اسکی تفصیل کی گئی
قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری مین تفسیر مین اس آیت کے یایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم تحریر
کرتے ہین ہذہ الآیۃ سند الاجماع وحجۃ للجمہور علی داود حیث قال لا یجب الزکاۃ الا فی الانعام والنقود یعنے یہ آیت
سند ہے اجماع و اتفاق کے اس امر پر کہ مال تجارت مین زکات واجب ہے اور دلیل ہے جمہور علماء امت محمدیہ کی اوپر داود
ظاہری کے کہ اونکے نزدیک بجز جانوران اور مال نقد کے کسی اور چیز مین زکات واجب نہین ہے وعند الجمہور
یجب فی العروض والعقار ایضا اذا کان للتجارۃ اور نزدیک جمہور کے واجب ہے زکات اسباب اور زمین وغیرہ
مین بھی جب کہ بہ قصد تجارت ہو وعن ابن عمر لیس فی العروض زکاۃ الا ما کان للتجارۃ رواہ الدارقطنی اور روایت
ہے ابن عمر رضی سے کہ اونہون نے کہا نہین واجب ہے اسباب مین زکات مگر جب کہ بقصد تجارت ہو روایت کیا اسکو
دارقطنی نے وعن سمرۃ بن جندب اور روایت ہے سمرہ بن جندب سے کان یامرنا رسول اللہ ان نخرج الزکوۃ مما نعد
للبیع تھے آن حضرت کہ حکم فرماتے تھے ہمپر کہ دین ہم زکوۃ اوس مال سے جو واسطے تجارت کے ہو رواہ ابو داود والدارقطنی
والبزار روایت کیا اسکو ابو داود اور دارقطنی اور بزار نے ومما یدل علی وجوب الزکاۃ فی العروض ما روی عن حماس
اور ایک دلیل واجب ہونے زکات کی اسباب تجارت مین یہ ہے جو حماس سے روایت ہے قال مررت علی عمر بن عبد العزیز
وعلی عنقی ادمۃ احملها علی عنقی کہا اونہون نے کہ گذرا مین سامنے عمر بن عبد العزیز کے اور گردن پر اپنے مین چمڑے
اوٹھائے ہوئے تھا فقال ما حماس الا تودی زکوتک پس کہا عمر بن عبد العزیز نے اے حماس کیا اسکی زکات نہ دوگے
فقلت ما لی غیرها قال ضعها وقومها بین یدیہ پس اوتار کے رکھدیا اوسکو حماس نے تخمینا فوجدہا قد وجبت فیہ الزکوۃ فاخذ منها
الزکوۃ پس حساب کیا عمر نے اوسکی قیمت کو پس پایا اوسکو اوسقدر کہ زکوۃ اوسمین واجب ہوتی ہے پس لے لیا عمر بن
عبد العزیز نے اوس مال سے زکاۃ رواہ الشافعی واحمد وابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق وسعید بن منصور والدارقطنی
روایت کیا اس حدیث کو امام شافعی اور امام احمد اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور دارقطنی نے
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مال تجارت مین زکات واجب ہونا قرآن سے ثابت ہے اور صحابہ اور تابعین سے بھی
منقول ہے اور اسی پر اجماع سلف ہے اور بجز داود ظاہری اور اونکے مقلدین کے کسی نے اوسمین خلاف نہین کیا ہے
اور یہ ظاہر ہے کہ زکات کا کسی امر مین واجب ہونا ایسا امر نہین ہے کہ کوئی صحابی یا تابعی اپنی عقل و راے سے
اوسمین دخل دے سکے پس فتوے دینا صحابہ کا اور اتفاق کرنا سلف صالح کا اس باب مین صاف
دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ یہ امر شرعی ہے جسمین بلا تردد ثابت ہے اور اگر اسپر کفایت نہو تو اور عبارات محدثین
ملاحظہ کیجیے اور اپنے حکم سابق سے توبہ کیجیے عبارت صحیح بخاری کو دیکھیے جس سے صاف مال تجارت مین زکات کا
واجب ہونا ثابت ہوتا ہے باب صدقۃ الکسب والتجارۃ لقول اللہ تعالے یعنے یہ باب ہے صدقہ مال تجارت کا

اور دلیل اسکی کہ مال تجارت میں زکاۃ واجب ہے یہ آیت ہے یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم الآیۃ
شرح قسطلانی و عینی وغیرہ میں ہے لم یذکر فیہا حدیثا اکتفاء بالآیۃ انتہی یعنے نہیں ذکر کی بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث
واسطے کافی ہونے آیت قرآنیہ کے ثبوت زکاۃ تجارت میں اور نووی کی شرح صحیح مسلم میں ہے وبہ قال جمہور العلماء من الخلف
والسلف خلافا لداود انتہی یعنے واجب ہونا زکاۃ کا مال تجارت میں مذہب ہے اکثر متقدمین اور متاخرین کا
اور خلاف ہے اسمیں داؤد ظاہری کا اور صحیح مسلم اور بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرت نے حضرت عمر کو واسطے
تحصیل کرنے زکاۃ کے مقرر کیا پس آپ کو خبر پہونچی کہ خالد بن ولید اپنے مال کی زکاۃ نہیں دیتے ہیں پس آپ نے فرمایا
اما خالد فانکم تظلمون خالدا فانہ قد احتبس ادراعہ واعتادہ فی سبیل اللہ یعنے خالد پر تم لوگ ظلم کرتے ہو کہ اونکے اسباب کی
زکاۃ طلب کرتے ہو کیونکہ اونہوں نے سب اسباب جہاد کو جیسے ہتھیار اور گھوڑے اور زرہ وغیرہ جو اونکے پاس ہے خدا کی
راہ میں وقف کر دیا اور مال وقف پر زکاۃ نہیں ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ مال تجارت میں زکات واجب ہے
ورنہ حضرت عمرؓ وغیرہ اسباب کی زکات کیوں خالد سے مانگتے اور آنحضرتؐ کیوں وقف کو بیان کرتے نووی کی شرح
صحیح مسلم میں مرقوم ہے ومعنی الحدیث انہم طلبوا من خالد زکاۃ اعتادہ ظنا منہم انہا للتجارۃ وان الزکاۃ فیہا واجبۃ
فقال لہم لا زکاۃ لکم علی فیہا فقالوا للنبی صلے اللہ علیہ وسلم ان خالدا منع الزکاۃ فقال لہم انکم تظلمونہ لانہ حبسہا ووقفہا
فی سبیل اللہ فلا زکاۃ فیہا انتہی یعنے معنے حدیث کے یہ ہیں کہ صحابہ نے طلب کیا خالد سے اونکے مال وسامان جہاد کی زکاۃ
یہ خیال کر کہ یہ مال تجارت کا ہے اور زکات اسمیں واجب ہے پس کہا خالد نے اونسے کہ میرے مال میں زکاۃ نہیں
واجب ہے پس شکایت کی صحابہ نے آنحضرتؐ سے اور عرض کیا کہ خالد زکات نہیں دیتے ہیں پس فرمایا آپ نے
اونسے کہ تم زیادتی کرتے ہو خالد پر کیونکہ اونہوں نے وہ سب مال وقف کر دیا ہے پس اوسکی زکات نہیں واجب ہے
اور ابن القیم شاگرد رشید ابن تیمیہ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں لکھتے ہیں انہ جعلہا فی اربعۃ اصناف من المال
یعنے اللہ نے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا زکات چار قسم کی مال میں احدہا الزرع والثمار ایک کھیتی کا
غلہ اور پھل وغیرہ الثانیۃ بہیمۃ الانعام دوسرے جانور جیسے بکری گائے اونٹ الثالث الجوہران وہما الذہب والفضۃ
تیسرے سونا چاندی والرابع اموال التجارۃ چوتھے مال تجارت ان سب میں زکات واجب کی گئی اور سنن ابو داؤد
و سنن دار قطنی اور مسند بزار میں سمرۃ بن جندب سے مروی ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یامرنا ان
نخرج الزکوۃ مما نعدہ للبیع یعنے تھے آنحضرتؐ کہ حکم فرماتے تھے ہمکو ساتھ ادا کرنے زکاۃ کے اوس مال سے جو قصد
تجارت کا ہم رکھتے تھے اور اس حدیث کی سند میں اگرچہ ایک راوی سلیمان مجہول ہے مگر اوسکی جہالت کچھ مضر نہیں ہے
سو ظاہر ہے کہ ابن منذر وغیرہ نے اجماع وجوب زکاۃ پر مال تجارت میں نقل کیا ہے اور ظاہر آیت قرآنیہ اور
حدیث صحیحین سابق بھی وجوب پر دلالت کرتی ہے پس حدیث ابو داؤد کی بطور تقویت واستشہاد کے ذکر کی جاتی ہے

نفس ثبوت مسئلہ کچہ اس حدیث پر موقوف نہین تا ضعف اسکی سند کا کچہ ضرر کرے اور وہ جو نواب بھوپال نے
مسک الختام شرح بلوغ المرام مین جو بالکل مطبع اور خادم شوکانی کے ہین اور بمقابلہ تحقیق شوکانی کے کسیکی تحقیق کا ان
لگاکر نہین سنتے ہین شوکانی سے نقل کیا کہ نقل کرنا ابن منذر کا اجماع کا صحیح نہین ہے کیونکہ اس باب مین خلاف
ظاہریہ کا موجود ہے عبارت اونکی یہ ہے شوکانی گفتہ ونقل کردہ ابن منذر اجماع بر زکوۃ در تجارت نیست این نقل
صحیح و اول کسیکہ خلاف مے کنند دران ظاہریہ اند و ایشان اند فرقہ از فرق اہل اسلام انتہی اور پہر یہ بہی تحریر کیا
وشک نیست در عدم وجود دلیل قوی درین باب غیر از اجماع اگر ثابت شود انتہی پس محض مزخرف اور باطل ہے
بڑے عجب کی بات ہے کہ قرآن کی آیت اور حدیث صحیحین کے صاف وجوب زکاۃ تجارت پر دلالت کر رہی ہے باوجود
وہ کہہ رہے ہین کہ اسکی کوئی دلیل قوی نہین ہے سوائے اجماع کے باقی رہی یہ بات کہ اوس آیت کا اور حدیث کا کچہ اور
مطلب کہا جاوے یا کچہ تاویل کیجاوے پس یہ مضر نہین ہے کیونکہ مدار ثبوت احکام کا ظاہر معانی آیات و احادیث پر ہے
اور بلا ضرورت تاویل اوسمین درست نہین ہے اور اگر ایسی آیت یا حدیث جسکا اس باب مین ہوتی کہ دوسرے
مطلب کا احتمال نہ رکہتے ہوتے تو ظاہریہ بسبب انکار وجوب تجارت زکات اور ایسے ہی اونکے مقلد شوکانی کافر ہو جاتے
اسی وجہ سے کہ اوس آیت اور حدیث مین اور ہی مطلب ہو سکتا ہے ان لوگون پر حکم کفر کا نہین کیا گیا اور
یہ قول شوکانی کا کہ نقل ابن منذر کی صحیح نہین ہے کیونکہ اسمین ظاہریہ کا خلاف ہے محض لغو ہے اسوجہ سے کہ
حضرات ظاہریہ بعد ایک مدت دراز کے زمانہ صحابہ اور تابعین وغیرہ کے ظاہر ہوئے اور ابن منذر نے اجماع
ظاہریہ کے قبل کا مراد لیا ہے پس اب انکے خلاف سے اوس اجماع مین کیا نقصان ہو سکتا ہے بلکہ انہین پر
الزام عائد ہوتا ہے اور ابن منذر کی نقل ایسی نہین کہ شوکانی اوسکو غیر معتبر بنا سکے ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک
صفحہ ۱۱۰ قولہ ہدایہ وغیرہ مین لکہا ہے کہ اگر اندہا جماعت کراوے تو نماز مکروہ ہوتی ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا
اس حدیث کا جو کہ سنن ابوداود مین روایت ہے انس سے کہ خلیفہ کیا رسول خدا نے عبداللہ بن ام مکتوم کو کہ
امامت کرین لوگون کی اور تھے وہ اندہے اقول یہ گفتگو آپکی مثل اندہون کی گفتگو کے ہے جو خود نہین
دیکہ سکتے ہین سنی سنائی بات اوڑا دیتے ہین سو ہمیشہ سے کہ گروہ جاہین نہین نے کہین مشرکی پہ نہین بتاؤ
کبہی کچہ فتور ہمیشہ سو آپ ذرا آنکہہ کہول کے دیکہیے اور غور سے سمجہیے کہ مذہب امام کا کیا ہے اور حدیث جسکو
مخالف آپ کہہ رہے ہین کسطرح سے مخالف نہین ہے در مختار مین ہے ویکرہ تنزیہا امامۃ عبد و اعرابی و فاسق
و اعمی الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم انتہی یعنے مکروہ ہے بکراہت تنزیہی امامت کرنا غلام کا اور بدوی کا
اور فاسق کا اور اندہے کا مگر یہ کہ ہو وے سوائے فاسق کے یعنے غلام اور بدوی اور اندہا اعلم القوم یعنے بہ نسبت
اور حاضرین کے اوسکو علم زیادہ ہووے اسوقت مین امامت اندہے وغیرہ کی مکروہ تنزیہی بہی نہین ایسی

اور کتب فقہیہ میں بھی ہو اس سے معلوم ہوا کہ امامت اندھے کی امام اعظم کے نزدیک حرام نہیں ہے صرف مکروہ تنزیہی ہے بخیال اسکے کہ اکثر اندھون میں جہالت ہوا کرتی ہے اور نجاست وغیرہ سے بچنے میں احتیاط کم ہوتی ہے لیکن یہ بھی اوسوقت ہے جب اوس سے بہتر کوئی اور امام ملے اور اگر اندھا سبھون سے زیادہ علم رکھتا ہو تو امامت اوسکی بالکل مکروہ نہیں ہے اور آنحضرت نے جو ابن ام مکتوم کو امام بنا دیا تھا اوس زمانے میں یہ امر ہوا تھا کہ آنحضرت اور صحابہ مدینہ سے سفر کرتے تھے اور مدینہ کے لوگون میں ابن ام مکتوم سے بڑھ کے عالم تھا اسوجہ سے اونکو خلیفہ کر دیا تھا

بحر رائق میں ہے قید کراہۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی انتہی یعنے مقید کیا ہے مکروہ ہونے امامت اندھے کو محیط وغیرہ میں ساتھ اسکے کہ نہووے اندھا بہتر اور لوگون سے اور اگر اندھا اور لوگون سے علم میں زائد ہووے پس اوسکا امام ہونا بہتر ہے اور نہر فائق میں ہے ورد فی الاعمی نص خاص ھو استخلافہ صلے اللہ علیہ وسلم لابن ام مکتوم وعتبان علے المدینۃ وکانا اعمیین لانہ لم یبق من الرجال من ہو اصلح منھما انتہی یعنے وارد ہوئی ہے باب امامت اندھے میں ایک روایت خاص کہ جسمین خلیفہ بنانا آنحضرت کا ابن ام مکتوم اور عتبان کو مروی ہے اور وہ دو اندھے تھے اور وجہ ان دونون کے خلیفہ بنانے کی یہ تھی کہ نہین باقی تھا اوس زمانے میں مدینہ میں وہ شخص جو انسے بہتر ہو بلکہ یہ دونون اور لوگون سے علم میں زائد تھے اسوجہ سے امامت انکی مکروہ نہیں ہوئی بلکہ ایسی صورت میں بہتر ہو گئی قولہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ گانون میں جمعہ پڑھنا درست نہیں سو امام اعظم نے اس مسئلے میں خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور ابوداؤد میں روایت ہے ابن عباس سے کہ تحقیق اول جمعہ کہ پڑھا گیا اسلام میں پیچھے جمعے کے کہ پڑھا گیا مسجد رسول خدا میں البتہ جمعہ ہے کہ پڑھا گیا بیچ جواثے کے کہ گانون بحرین سے ہے **اقول** یہ آپ کی تقریر بمقابلہ تقریرات حنفیہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے یہ مسئلہ کتب حنفیہ میں خوب بشرح وبسط مذکور ہے

ے اونکی عذر کچھ نہیں اسکے سامنے ؎ دریا کے آگے کیا ہے حقیقت حباب کی * حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے

جو تخریج احادیث ہدایہ میں مذکور ہے روی عبد الرزاق عن علی موقوفا لاتشریق ولاجمعۃ الا فی مصر جامع واسنادہ صحیح یعنے روایت کی عبد الرزاق نے حضرت علی سے کہ نہیں ہے تشریق اور نہ نماز جمعہ مگر شہر میں اور اسناد اوسکا صحیح ہے اور ایسی مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے شہر کے ساتھ جمعہ کو خاص کر دیا اور گانون میں جمعہ جائز نہیں رکھا اور ظاہر ہے کہ ایسا مضمون صحابی اپنے اجتہاد ورائے سے نہیں کہہ سکتا ہے پس موافق قاعدہ اصول حدیث کے جیسا کہ سابقا مفصلا مذکور ہو چکا یہ قول حضرت علی کا حکم میں حدیث مرفوع کے ہو گیا باقی وہ حدیث جو آپ نے ذکر کی اوسمین اسیقدر وارد ہے کہ جمعہ کی نماز مقام جواثے میں جو قریب بحرین کے ہے ہوئی اور باوصف اوس روایت میں قریہ کی لفظ کا اطلاق آگیا ہے مگر اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ مقام جواثا گانون تھا شہر نہ تھا اسوجہ سے کہ لفظ قریہ اگرچہ بلغت عرب اسکے معنی گانون کے ہین مگر بہت جگہ

اسکا اطلاق شہر پر بھی آتا ہے قرآن پاک مین ایک مقام پر موجود ہے واذ قلنا ادخلوا ہذہ القریۃ اور دوسرے
مقام پر ہے واسئلہم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اور تیسرے مقام پر ہے واسئل القریۃ التی کنا فیہا اور
چوتھے مقام پر ہے ربنا اخرجنا من ہذہ القریۃ الظالم اہلہا ان چارون مقام مین شہرون پر قریہ کی لفظ کا اطلاق کیا گیا
پس معلوم ہوا کہ صرف کسی جگہ کو قریہ کہنے سے یہ نہین لازم کہ وہ گانون ہووے شہر نہووے البتہ ممکن ہے کہ مجازا شہر
ہووے مگر اوسپر اطلاق قریہ کا آگیا ہو اور بعض مورخین نے اسکی تصریح بھی کی ہے تفصیل اس بحث کی کتب
تفسیر اور کتب فقہ مثل بنایہ و فتح القدیر و بحر رایق و نہایہ و تبیین الحقائق شرح کنز الدقایق وغیرہ مین مذکور ہے
الحاصل یہ حدیث مخالف مذہب امام اعظم نہین ہے اور امام اعظم کا مذہب بھی موافق حدیث کے ہے قولہ
شرح وقایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہو کہ سوا نماز وتر کے اور نمازون مین دعاء قنوت پڑہنی جایز نہین تو امام اعظم
نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ان دو حدیثون کا اقول حنفیہ کے نزدیک صبح مین اور ایسی ہی اور نمازون مین قنوت
سنت نہین سوا وتر کے مگر نوازل مین یعنے جب کوئی واقعہ عظیمہ ہووے جیسے واقعہ جہاد یا طاعون وغیرہ
اوس حالت مین صبح کی نماز مین دوسری رکعت مین بعد رکوع کے دعا پڑہنا واسطے دفع بلا کی درست ہے اور یہی امر
بڑے بڑے صحابہ سے مروی ہے مصنف ابن ابی شیبہ مین حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان کا حال یون مروی ہے انہم کانوا
لا یقنتون فی الفجر یعنے یہ صحابہ صبح مین قنوت نہین پڑہتے تھے اور مصنف مین روایت ہے لما قنت علی فی الفجر انکر الناس
علیہ ذلک فقال انما استنصرنا علی عدونا یعنے جب علی مرتضے نے نماز فجر مین قنوت پڑہی اوس زمانے مین کہ اونمین
اور حضرت معاویہ مین لڑائی در پیش تھی لوگون نے اوسپر انکار کیا پس کہا علی نے کہ یہ دعا نصرت اور فتح کی اپنے دشمن پر
کی اور یہی مصنف مین ابن عباس اور ابن مسعود اور ابن عمر اور ابن زبیر سے مروی ہے انہم کانوا لا یقنتون فی الفجر
یعنے یہ لوگ نماز صبح مین قنوت نہین پڑہتے تھے اور کتاب الآثار مین اسود سے مروی ہے انہ صحب عمر فی السفر والحضر
فلم یرہ قانتا فی الفجر حتے فارقہ یعنے وہ ساتھ رہے عمر بن الخطاب کے سفر اور حالت اقامت مین پس نہین پایا عمر کو
کبھی قنوت پڑہتے ہوے نماز صبح مین اور کتاب الاعتبار مین ابن مسعود سے مروی ہے لم یقنت رسول اللہ صلعم
الا شہرا لم یقنت قبلہ ولا بعدہ یعنے آن حضرت نے صبح مین قنوت نہین پڑہی مگر ایک مہینہ اور شرح معانی الآثار مین ابن عمر
مروی ہے انہ بدعۃ ما فعلہ رسول اللہ غیر شہر ثم ترکہ یعنے قنوت صبح کی نماز مین ہمیشہ پڑہنا بدعت ہے آن حضرت نے
نہین پڑہی دعاے قنوت نماز صبح مین مگر ایک مہینہ پھر چھوڑ دیا آپ نے پڑہنا اوسکا اور یہی اوسمین ابراہیم نخعی سے
روایت ہے کان عبد اللہ لا یقنت فی الفجر واول من قنت فیہا علی کانوا یرون انہ انما فعل ذلک لانہ کان محاربا
یعنے تھے عبد اللہ بن مسعود کہ نہین پڑہتے تھے قنوت نماز صبح مین اور ابتدا اسکی علی مرتضے نے کی اسوجہ سے کہ
وہ محارب تھے ساتھ معاویہ کے پس غرض اونکی فتح و نصرت تھا قنوت پڑہنی تاکہ وہ فتح پاویں یعنی آن حضرت نے نماز صبح

یا سب نمازون مین قنوت پڑہنا مروی ہے وہ سب محمول ہین اوپر قنوت نوازل کے کہ جب کوئی واقعہ خاص واقع ہوتا آپ قنوت پڑہتے پھر ترک کر دیتے نہ یہ کہ آپ ہمیشہ قنوت صبح مین پڑہا کرتے تہے عبارت ابن القیم کی زاد المعاد مین ملاحظہ کیجیے اور اپنے اعتراضات واہیہ سے باز آیئے وقنت فی الفجر بعد الرکوع شہرا ثم ترک القنوت یعنے قنوت پڑہی آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح مین ایک مہینہ پھر چھوڑ دیا اوسکو ولم یکن من ہدیہ القنوت فیہا دائما اور نہ تہا طریقہ آپ کا قنوت پڑہنا صبح مین ہمیشہ ومن المحال ان رسول اللہ کان فی کل غداۃ بعد اعتدالہ من الرکوع یقول اللہم اہدنی فیمن ہدیت ویرفع بذلک صوتہ ویؤمن علیہ اصحابہ دائما الی ان فارق الدنیا ثم لا یکون ذلک معلوما عند الامۃ بل یضیعہ اکثر امتہ وجمہور اصحابہ بل کلہم حتے یقول من یقول انہ محدث یعنے نہین ممکن ہے یہ امر کہ آن حضرت ہمیشہ صبح مین بعد رکوع کے یہ دعاے قنوت اللہم اہدنی الخ بلند آواز سے پڑہتے ہون اور صحابہ ہمیشہ اوسپر آمین آمین کہتے ہون اور ہووے یہ امر معلوم علماے امت کو بلکہ چھوڑ دین اسکو اکثر صحابہ بلکہ کل اور کہین بعض صحابہ کہ یہ نئی بات ہے حاصل یہ ہے کہ اکثر صحابہ سے قنوت نہ پڑہنا ثابت ہی اور بعضون سے اسپر حکم بدعت کا منقول ہے پس آنحضرت کا اگر یہ طریقہ دائمہ ہوتا جیسا کہ شافعیہ اور بعض محدثین سمجہتے ہین کہ ہمیشہ آپ صبح مین یہ دعاے قنوت پڑہتے اور صحابہ آمین آمین کہتے تہے کیون اکثر صحابہ خصوصا حضرات خلفاء اربعہ اس طریقہ کو چھوڑ دیتے اور اسپر حکم بدعت کا کیونکر کرتے پس جب صحابہ سے ثابت ہے کہ اونہون نے اس طریقہ کو چھوڑ دیا معلوم ہوا کہ آن حضرت کا یہ طریقہ دائمہ نہ تہا کما قالہ سعید بن طارق الاشجعی جیسا کہ منقول ہے سعید بن طارق اشجعی سے قلت لابی یا ابت انک قد صلیت خلف رسول اللہ وابی بکر وعمر وعثمان وعلی وکانوا یقنتون فی الفجر فقال ای بنی محدث کہا مین نے اپنے باپ سے کہ آپ نے آن حضرت اور خلفاء اربعہ کے پیچہے نماز پڑہی ہے پس کیا یہ سب قنوت پڑہتے تہے صبح مین پس کہا اونہون نے کہ صبح مین قنوت پڑہنا نئی بات ہے یہ حضرت نہین پڑہتے تہے رواہ اہل السنن واحمد یعنے روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور امام احمد نے قال الترمذی حدیث حسن صحیح کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے وذکر الدارقطنی عن سعید بن جبیر اور روایت کیا ہے دارقطنی نے سعید بن جبیر سے اشہد انی سمعت ابن عباس یقول ان القنوت فی صلوۃ الفجر بدعۃ کہا اونہون نے کہ مین گواہی دیتا ہون اس امر کی کہ مین نے سنا ہی ابن عباس سے کہ وہ کہتے تہے کہ نماز فجر مین قنوت پڑہنا بدعت ہے وذکر البیہقی عن ابی مجلز اور روایت کیا بیہقی نے ابو مجلز سے قال صلیت مع ابن عمر صلوۃ الصبح فلم یقنت فقلت لہ لا اراک تقنت فقال لا احفظہ عن احد من اصحابنا کہا اونہون نے کہ نماز پڑہی مین نے صبح کی ابن عمر کے ساتہ پس نہین پڑہی قنوت اونہون نے پس کہا مین نے کہ مین نے آپکو قنوت پڑہتے نہین دیکہا پس کہا ابن عمر نے کہ نہین یاد کرتا ہون مین اس طریقہ کو کسی شخص سے اپنے اصحاب سے یعنے کسیکو مین نے پڑہتے ہوئے نہین دیکہا بعد اوسکے ابن قیم کہتے ہین ومن المعلوم انہ لو کان

لو کان یقنت کل غداۃ ویدعو بهذا الدعاء ویؤمن الصحابة لکان نقل الامة لذلک کلهم کنقلهم جهره بالقراءۃ فیها وعددها
ووقتها وان جاز علیهم تضییع امر القنوت فیها جاز علیهم تضییع ذلک حاصل اسکا یہ ہے کہ اگر آن حضرت ہر صبح کی نماز میں ہمیشہ
قنوت پڑھتے ہوتے اور صحابہ آمین کہتے روایت حدیث ضرور اس امر کی روایت کرتے اور اسکی نقل میں خلاف واقع ہوتا
جیسا کہ صبح کی نماز میں جہر کرنا اور صبح کی رکعات کا عدد اور اسکا وقت بلا اختلاف منقول ہوا ہے بعد اسکے ابن قیم
لکھتے ہیں والانصاف الذی یرتضیه کل عالم منصف انه جهر واسر وقنت وترک وکان اسراره اکثر من جهره وترکه القنوت
اکثر من فعله وانما قنت للدعاء لقوم وللدعاء علی آخرین ثم ترک لما قدم من دعا لهم واسلم من دعا علیهم وجاؤا تائبین
فکان قنوته لعارض فلما زال ترک القنوت یعنے انصاف کہ جسکو ہر عالم منصف پسند کرتا ہے یہ ہے کہ آن حضرت نے نماز میں
بسم اللہ کبھی پکار کے پڑھی اور کبھی آہستہ اور آہستہ پڑھنا اکثر تھا اور دعائے قنوت صبح میں پڑھی اور کبھی نہیں پڑھی
اور نہ پڑھنا اوسکا اکثر تھا اور نہیں قنوت پڑھی آپ نے مگر واسطے دعاء کے کسی گروہ مسلمانوں کی نجات کے واسطے
یا کسی گروہ کفار پر بد دعا کرنے کی غرض سے پس جب کہ نجات پا گئے وہ لوگ جنکے واسطے آپ دعائے نجات کرتے تھے
یا ایمان لائے وہ کفار جن پر آپ دعا فرماتے تھے چھوڑ دیا آپ نے قنوت پڑھنا پس تھا قنوت پڑھنا آپ کا بسبب
عارض کے نہ ہمیشہ وذکر الامام احمد عن ابن عباس قال قنت رسول اللہ شهرا متتابعا فی الظهر والعصر والمغرب والعشاء
والصبح فی دبر کل صلوۃ اذا قال سمع اللہ لمن حمده من الرکعة الاخیرۃ یدعو علی حی من بنی سلیم علی رعل وذکوان وعصیة
ویؤمن من خلفه ورواہ ابو داؤد یعنے روایت کیا امام احمد اور ابو داؤد نے عبد اللہ بن عباس سے کہ آنحضرت نے
قنوت پڑھا ایک مہینہ کامل پانچوں نمازوں میں آخر رکعت میں بعد رکوع کے بد دعا کرتے تھے آپ اوپر چند قبائل
کفار کے ایک رعل دوسرا ذکوان تیسرا عصیہ اور آمین کہتے تھے سب مقتدی آپکے پیچھے خلاصہ اس مقام میں
یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قنوت صبح وغیرہ میں چند قسم کی حدیثیں وارد ہیں بعض روایات میں تو
یہ ہے کہ آپ ہمیشہ قنوت صبح میں پڑھتے تھے مگر سند اس روایت کی ضعیف ہے جیسا کہ زاد المعاد اور فتح القدیر
میں تحقیق مذکور ہے اور بعض میں یہ ہے کہ آپ قنوت صبح میں نہیں پڑھتے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ہمیشہ
نہیں پڑھتے تھے اور بعض میں یہ وارد ہے کہ جب کوئی ضرورت خاص واقع ہو جاتی اور کسیکے نجات کی دعا یا کسی پر
بد دعا کرنے میں اہتمام مقصود ہوتا تو آپ صبح میں بلکہ پانچوں نمازوں میں دعاء مناسب پڑھتے اور جب ضرورت
مرتفع ہو جاتی تو پڑھنا چھوڑ دیتے اور یہی روایت صحیح ہے اور جس روایت میں مطلقاً آپ کا پڑھنا وارد ہوا ہے
اوس سے یہی مراد ہے بلکہ جسمیں وارد ہوا ہے کہ آپ ہمیشہ پڑھا کرتے اگر وہ روایت صحیح ہو اوس سے بھی مراد یہی ہے
کہ جب کبھی ضرورت ہوتی آپ قنوت پڑھتے اور یہ طریقہ آپکا ہمیشہ رہا نہ یہ کہ آپ بلا ضرورت ہر روز پڑھا کرتے اور یہ
یہی مذہب ہے اکثر حنفیہ کا پس مذہب حنفیہ کا اس باب میں بہت صحیح اور موافق احادیث ہے اور جو لوگ

سو نماز صبح میں قنوت پڑھنا سنت سمجھتے ہیں اونکا قول معتبر نہیں ہی جو اسپر حنیفہ نے مرقوم ہے اخرج عبد الرزاق فی
مصنفه عن ابی جعفر الرازی عن الربیع عن انس لم یزل رسول الله یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا وکذا عند الطبرانی
یہ راوی ضعیف ہو جیسا کہ زاد المعاد میں مذکور ہے
ویعارضه ما عند الطبرانی عن غالب بن فرقد الطحان قال کنت عند انس شهرین فلم یقنت فی صلوة الغداة
والجواب ان المراد بالحدیث الاول انه کان یقنت فیه عند النوازل واختصاصه بالنوازل قد ثبت بحدیث انس نفسه
عند الخطیب فی کتاب القنوت واسناده صحیح قاله فی التنقیح بلفظ کان لا یقنت الا ان یدعو لقوم او علی قوم وحدیث
ابی هریرة عند ابن حبان فی صلوة الصبح الا ان یدعو لقوم او علی قوم واسناده صحیح قاله الحافظ فیکون حدیث انس
المتقدم منسوخا بصریح حدیثه وعلیه یحمل قول من قال من الصحابة به فلا یکون بالنسبة الی النازلة منسوخا بل مستمرا وبه
قال جماعة من اهل الحدیث والذی یوخذ من مجموع الاخبار انه ص کان لا یقنت الا فی النوازل ومن ثم ذهب جمع
من العلماء الی عدم نسخه فیها بل هو امر مستمر مشروع قال فی الملتقط قال الطحاوی انما لا یقنت عندنا فی الفجر من دون
وقوع بلیة فان وقعت فتنة او بلیة فلا باس به وقال ابراهیم الحلبی فی شرح المنیة هو مذهبنا ومذهب الجمهور انتهی حاصل
اس عبارت کا اور ایسے ہی عبارت عینی کا شرح ہدایہ میں ان نزلت بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلوة الفجر وبه قال
الاکثرون واحمد انتهی یہی ہے جو ہمنے سابقا ذکر کیا کہ حنفیہ کے نزدیک اور اکثر علماء محدثین وغیرہ کے نزدیک قنوت
نوازل مسنون ہے اور بدون نوازل نہیں اور یہی امر روایات حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے پس ایسی اعتراض اس
مقام میں امام اعظم پر سراسر مخالفت حدیث کے معنی مہمل ہے **قوله** صفحہ ۱۵۱ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی
زمین اس غرض سے دیوے کسیکو کہ وہ اوسمیں کھیتی کرے اور اوس سے اپنا حصہ مقرر کر لیوے تو جائز نہیں
سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ان دو حدیثوں کا پہلی حدیث صحیح مسلم میں روایت ہے عبد الله بن عمر سے
کہ رسول خدا نے دی یہود خیبر کو درخت کھجور اور زمین اوسکی اس شرط پر کہ محنت کریں وہ اوسمیں اپنے مالوں سے
اور رسول خدا نے لیا آدھا میوہ اوسکا دوسری حدیث الخ **اقول** امام کے مذہب کی سند بھی صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہے
تعجب ہے کہ وہ تو آپکو نہ دکھائی دی اور حدیث مخالف جلدی سے نظر میں آگئی ع اتنی بھی سرکشی نکر اسے بت
خدا سے ڈر بد جاتی ہے یاں سے عرش تک آہ وفغان دل ہر چند کہ اس مسئلے میں ابحاث بہت ہیں کتب مطولہ میں
بتفصیل تمام ثبت ہیں مگر اس مقام پر صرف عبارت موطا امام محمد کی اور اوسکے حاشیہ تعلیق ممجد کی سمجھدار کیواسطے
کفایت کرتی ہے موطا میں امام محمد نے پہلے اوس حدیث کو جسکو آپ مخالف مذہب امام کہ رہے ہیں ذکر کیا اور بعد اسکے
یہ لکھا لا باس بمعاملة النخل علی الشطر والثلث والربع وبمزارعة الارض البیضاء علی الشطر والثلث والربع وکان ابو حنیفة
یکره ذلک ویذکر ان ذلک هو المخابرة التی نهی عنها رسول الله صلی الله علیه وسلم انتهی حاصل اسکا یہ ہے کہ کھجور کے درختوں کو
کسیکو دینا اس طور پر کہ وہ اوسمیں محنت کرے اور جو میوہ اوسمیں نکلے اوسمیں دونوں شریک ہوں خواہ نصفا

یا تہائی یا ربع یعنے مالک درخت اپنا حصہ آدھا مقرر کر لیوے یا تہائی یا چوتھائی اور ایسیہی خالی زمین کو واسطے کھیتی کے دینا
اور کچھ حصہ اپنا مقرر کرنا آدھا ہو یا چوتھائی یا تہائی یہ دونوں صورتیں امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہین
اور تھے امام ابو حنیفہ کہ مکروہ جانتے تھے ان دونون کو اور کہتے تھے کہ یہی صورتین ہین مخابرہ کی کہ ان حضرت نے اوس سے
ممانعت فرمائی ہے اور عبارت تعلیق مجدد کی یہ ہے المساقاۃ بلغۃ اہل المدینۃ عبارۃ عن دفع الاشجار الکروم او النخیل او غیر ذلک
الی من یقوم باصلاحہا علی ان یکون لہ سہم معلوم من ثمرہا ویقال لہا المساقاۃ ایضا یعنے مساقاۃ اصطلاح اہل مدینہ کہتے ہین
درخت انگور یا کھجور یا کسی اور میوہ کے درختون کو کسی ایسے شخص کے دینے کو کہ وہ اوسکا اہتمام کرے اور پانی وغیرہ اوسمین
سینچا کرے باین شرط کہ اوسکے پھلون کا ایک حصہ معینہ مالک درختون کو ملے اور اسی معاملہ کو مساقاۃ بھی کہتے ہین
وہو عقد جائز عندہما وعلیہ الفتوی اور یہ معاملہ جائز ہے ابو یوسف اور محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے حنفیہ کے
نزدیک وبہ قال احمد واکثر العلماء اور یہی مذہب ہے امام احمد اور اکثر علماء کا وحجتہم فی ذلک حدیث معاملۃ خیبر اور دلیل
انکی حدیث معاملہ خیبر ہے والمزارعۃ عبارۃ عن عقد علی الارض البیضاء ای الخالیۃ عن الزرع ببعض معین ما یخرج منہ
اور مزارعت عبارت ہے عقد کرنے سے خالی زمین پر باین طور کہ وہ زمین کسیکو کھیتی کے واسطے دیوے اور جو کچھ اوسمین
کھیتی سے غلہ پیدا ہووے اوسمین ایک حصہ اپنے واسطے مقرر کر لیوے وبجوازہ قال الجمہور اور ساتھ جائز ہونے
ایسے معاملہ کے قائل ہین اکثر علماء روی عند ابن ابی شیبۃ وغیرہ عن علی وابن مسعود وسعد وجماعۃ من التابعین
ممن بعدہم اور مروی ہے مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ مین جواز اس معاملے کا حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود اور سعد بن
ابی وقاص اور ایک جماعت تابعین سے وقد ورد فی بعض روایات معاملۃ خیبر العقد علی الزرع ایضا اور وارد ہوا ہے
بعض روایات قصہ معاملہ خیبر مین کہ ان حضرت نے زمین بھی یہود کو کھیتی کے واسطے دی تھی اور اپنا حصہ ٹھہرا لیا تھا
واما ابو حنیفۃ فحکم بفسادہما مستدلا بالنہی عن المخابرۃ اور ابو حنیفہ نے حکم کیا ہے فاسد ہونے کا ان دونون معاملہ کا اور دلیل
اونکی یہ ہے کہ ان حضرت نے مخابرہ سے ممانعت کی اور مخابرہ کے معنی یہی ہین کہ کسیکو زمین کھیتی کے واسطے دینا یا کھجور
وغیرہ کے درخت دینا تا وہ اوسکا اہتمام کرے اور غلہ اور پھلون مین دونون کی شرکت ہووے ورد ذلک من حدیث
جابر عند مسلم وزید بن ثابت عند ابی داود ورافع بن خدیج عند مسلم وغیرہ یعنے وارد ہوئی ممانعت مخابرہ سے صحیح مسلم مین
بروایت جابر اور رافع بن خدیج کے اور سنن ابو داود مین بروایت زید بن ثابت کے اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ امام نے
جو ایسے معاملہ سے ممانعت کی ہے اپنی رائے سے نہین کی بلکہ اپنے موافق حدیث ہی پیش کی لیکن اونکا موافق جو
حدیث ہو اوسکو نہ دیکھنا اور جو اونکے مخالف ہو اوسکو لکھ دینا خالی از تعصب نہین ہے ہان اسمین شبہہ نہین ہے
کہ اس مسئلہ مین مذہب صاحبین کا جو موافق جمہور ہے قوی ہے اسیوجہ سے حنفیہ کے نزدیک فتوی بھی اسی پر ہے
کہ یہ دونون صورتین درست ہین مگر یہ امر آخر ہے مجتہدین کے اختلافات مین کبھی ایک مجتہد کا قول قوی ہوتا ہے کہین

دوسرے مجتہد کا قوی ہوتا ہی اس سے یہ کہنا کہ فلان مجتہد نے خلاف قرآن یا حدیث کے کیا ہی جائز ہے کسی مجتہد کی شان
نہین ہے کہ دیدہ و دانستہ خلاف حدیث اور قرآن کے کرے یا اپنی راے کو احکام شرعیہ مین باوجود وارد ہونے حدیث اور
قرآن کے دخل دیوے اور جو لوگ اس امر کو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہین کہ وہ اپنی راے کو بہت دخل دیتے تھے
اور حدیث اور قرآن کو ترک کر دیتے تھے وہ لوگ جھوٹے مفتری ہین جیسا کہ عبد الوہاب شعرانی نے میزان مین اور ملا معین نے
دراسات اللبیب مین اور ابن عبد البر اور ابن حجر وغیرہ نے اپنے کتب مین اسکو بتفصیل تمام بیان کیا ہے قولہ ۱۴۱
ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ اگر کسی سے سنتین فجر کی نہ پڑہی گئی ہون تو پڑہنا اوسکا نہ تو بعد فرض صبح کے
قبل نکلنے آفتاب کے جائز ہی اور نہ بعد نکلنے آفتاب کے جائز ہے اور یہ مذہب ہی امام اعظم اور اونکے شاگرد ابو یوسف کا سوا امام
اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے ان دو حدیثون کا پہلی حدیث ابن حبان نے قیس سے روایت کی کہ تحقیق اوسنے
پڑہی نماز ساتھ رسول خدا کے صبح کی اور نہ پڑہی تہین اوسنے دو رکعتین فجر کی یعنے سنتین پس جب سلام پھیرا رسول خدا نے
کھڑا ہوا پس پڑہی دو رکعتین فجر کی یعنی سنتین اور رسول خدا دیکھتے تہے اوسکی طرف اور نہ انکار کیا اوسپر دوسری
حدیث ترمذی مین روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول خدا نے جو شخص کہ نہ پڑہے دو رکعتین فجر کی یعنے سنتین
پس چاہیے کہ پڑہے اون دونون کو بعد اسکے کہ بلند ہو آفتاب اقول ع بے ثباتی ہے نہایت حسن بے ناموس کو
پایداری ہوتی ہے کم شمع بے فانوس کو ؛ قبل طلوع آفتاب کے بعد نماز فرض صبح کے سنت فجر کا ادا کرنا جو امام اعظم
کے نزدیک مکروہ ہے اوسکے موافق حدیث صحاح ستہ مین موجود ہی صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ابو سعید خدری سے
روایت ہے قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ بعد الصبح حتے تطلع الشمس ولا صلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس
یعنے فرمایا رسول خدا صلعم نے نہ پڑہی جاوے کوئی نماز نفل بعد نماز صبح کے تا بہ طلوع آفتاب اور نہ بعد نماز عصر کے تا بہ غروب
آفتاب چونکہ اس حدیث مین مطلقاً نماز نفل سے ممانعت آئی ہے اور ظاہر ہے کہ سنت فجر کی نفل ہے فرض و
واجب نہین ہی اسوجہ سے امام اعظم وغیرہ نے حکم ممانعت کا دیا اور حدیث قیس کا یہ جواب ہی کہ وہ حدیث اباحت
وجواز پر دلالت کرتی ہے اور حدیث صحیحین کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور جب دو حدیثون مین اس قسم کا تخالف
ہو کہ ایک سے کسی فعل کا جواز معلوم ہوتا ہو اور دوسرے سے اوسکی ممانعت تو عمل حدیث ممانعت پر احتیاطاً لازم ہی
جیسا کہ کتب اصول فقہ و اصول حدیث مین بشرح و بسط مذکور ہے آپ نے اس مقام پر چالاکی کی کہ صحیحین کی حدیث
ہرگاہ موافق امام اعظم تھی اوس سے کنارہ کشی کر کے صحیح ابن حبان سے مدد مانگی اور ایک حدیث اوسکی جو جواز پر
دلالت کرتی ہی لکھدی تا عوام کے نزدیک وقعت آپ کی معلوم ہووے اگرچہ اس حرکت سے عوام نے آپ کو بڑا
عالم سمجھ لیا ہو مگر خواص کے نزدیک آپکی جہالت غریبہ ظاہر ہو گئی باقی رہا دوسرا مسئلہ اوسمین بہی آپنے فریب دیا
یا امام اعظم کی طرف عدم جواز اداے سنت کو بعد طلوع آفتاب کے منسوب کر دیا حالآنکہ اونکے نزدیک بعد طلوع آفتاب کے

سنت پڑھ لینا نہ حرام ہے نہ مکروہ البتہ ضرور نہیں ہے جیسا کہ عینی کی شرح ہدایہ میں ہے قولا ابدا لا نقضیہما عند
ابی حنیفۃ وابی یوسف وقال محمد احب الی ان نقضیہما الی وقت الزوال یعنی نہ قضا کی جاوے سنت فجر کی بعد طلوع آفتاب کے
امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اور کہا امام محمد نے بہتر ہے میرے نزدیک یہ کہ پڑھ لے اوسکو بعد طلوع آفتاب کے
دوپہر تک قال الحلوانی ان فضلے ومن تابعہما لا خلاف بینہم کما علوانی اور رفیقاء وغیرہ نے کہ حقیقت میں کچھ خلاف نہیں
درمیان محمد کے اور درمیان ابو حنیفہ کے فان محمدا یقول احب الی ان یقضی وان لم یفعل فلا شئ علیہ وہما یقولان لیس
علیہ ان یقضی وان فعل لا باس بہ انتہی یعنی تحقیق امام محمد نے کہا کہ بہتر ہے یہ کہ قضا کرے اور اگر نہ پڑھیگا تو کچھ گناہ نہیں ہے
اور وہ دونوں یعنی ابو یوسف اور ابو حنیفہ کہتے ہیں نہیں لازم ہے اوسپر پڑھنا اور اگر پڑھ لیگا تو کچھ حرج نہیں اور یہی
مطلب ہی اس عبارت رد المحتار کا قیل ہذا قریب من الاتفاق لان قولہ احب الی دلیل علی انہ لو لم یفعل لا لوم علیہ وقالا
لا یقضی وان قضی فلا باس بہ کذا فی الخبازیۃ انتہی اور ایسی اور کتب فقہ میں بھی ہے پس اب اس حدیث ترمذی میں جسکو
آپ مخالفت سمجھی اور مذہب امام اعظم میں کیا مخالفت رہی اسوجہ سے کہ اس حدیث سے مراد یہ نہیں ہے کہ بعد طلوع آفتاب
کے سنت کا پڑھ لینا فرض یا ضروری ہے تا مخالفت مذہب امام کی لازم آوے علاوہ ازیں اس حدیث کے ثبوت میں
جسقدر شبہ ہے خود ترمذی نے اوسکے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے آپنے بڑا کمال کیا کہ حدیث تو لکھدی اور باقی
عبارت ترمذی کی کہا لی واہ رے تدین اور واہ رے دعوائے حقانیت اگر اسیکا نام حقانیت اور تدین ہے
تو ایسی حقانیت آپکو مبارک رہے اور ہمکو خدا ایسی مکاری سے محفوظ رکھے عبارت ترمذی کی یہ ہے حدثنا عقبۃ
بن مکرم العمی البصری خبر دی ہمکو عقبہ بن مکرم بصری نے حدثنا عمرو بن عاصم کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو عمرو بن عاصم نے
کہا اونہوں نے کہ حدثنا ہمام خبر دی ہمکو ہمام نے عن قتادۃ اونہوں نے روایت کی قتادہ سے عن النضر بن انس
اونہوں نے نضر بن انس عن بشیر بن نہیک اونہوں نے بشیر بن نہیک سے عن ابی ہریرۃ اونہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے قال
قال رسول اللہ کہا اونہوں نے کہ فرمایا رسول خدا نے من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس جو نہ پڑھے دو
سنتیں صبح کی پس پڑھ لے اونکو بعد طلوع آفتاب کے قال ابو عیسیٰ کہا ابو عیسیٰ ترمذی نے ہذا حدیث لا نعرفہ الا من ہذا
الوجہ یہ حدیث نہیں پہونچی ہے ہمکو مگر اسی سند سے اور دوسری کوئی سند اسکی نہیں ہے ولا نعلم احدا روی ہذا الحدیث
بہذا الاسناد نحو ہذا الا عمرو بن عاصم الکلابی والمعروف من حدیث قتادۃ عن النضر بن انس عن بشیر بن نہیک عن
ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ من ادرک رکعۃ من صلوۃ الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح انتہی یعنی نہیں
جانتے ہیں ہم کہ روایت کیا اس حدیث کو ہمام سے اس اسناد سے کسی نے مگر عمرو بن عاصم کلابی نے اور مشہور روایت
قتادہ سے ساتھ اسی اسناد کے دوسری حدیث ہے قولہ (۱۳) صاحب ہدایہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے
کسی عورت سے اور مہر مقرر کرے اوسکا برس دن کی خدمت کرنی یا پڑھانا قرآن کا تو یہ مہر باندھنا اوسکو کافی ہوگا

اور مہر مثل دینا آویگا اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا اور اونکے شاگرد ابو یوسف کا سوا امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ
بخاری اور مسلم مین روایت ہے **اقول** امام ابو حنیفہ رحمہ کا عمل کلام پروردگار عالم پر ہے کہ سورہ نساء مین بعد بیان اون عورتون کے جنسے نکاح
حرام ہے ارشاد ہوتا ہے واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم حاصل اسکا یہ ہے کہ ماسوا اون عورتون کے اور عورتون کے ساتھ نکاح کرنا تمکو
حلال ہے ساتھ دینے مال کے اس سے معلوم ہوا کہ ہر نکاح مین مہر مال دینا ضرور ہے اگرچہ بوقت نکاح مقرر ہوا تو اوسکا دینا ضرور ہے اور اگر مقرر نہو تو
مہر مثل دینا ضرور ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی نکاح مال کے مہر مین دینے سے خالی نہین ہو سکتا ہے باقی وہ حدیثین جنکو آپ مخالف
سمجھے ہین اون مین کہین یہ نہین ہے کہ قرآن پڑھانا یا برس دن کی خدمت کرنا مہر مقرر ہوا ہان اگر صاف اون مین یہ امر ہوتا کہ قرآن
پڑھانا مہر ہے تو البتہ اعتراض مخالفت کی گنجایش تھی تفصیل اس مسئلہ کی شروح صحیح بخاری وغیرہ مین موجود ہے **تنبیہ** مولف
ظفر مبین نے جسقدر مسائل حنفیہ وغیرہ لکھکے اونپر اعتراض مخالفت قرآن اور حدیث کا کیا اونمین اکثر مسائل اس قسم
کی ہین کہ حضرات ائمہ سے منقول نہین ہین بلکہ فقہائی بطور تخریج اور استنباط کی قواعد ائمہ سے اپنی کتب مین درج
کیے ہین انمین سے اگر بعض مسائل کسی حدیث صحیح کی مخالف واقع ہوگئی تو ائمہ پر اسوجہ سے اعتراض کرنا خالی حماقت سے نہین ہے کیونکہ حضرات
مجتہدین کی یہ شان نہین ہے کہ جان بوجھ کر کوئی فتوی مخالف قرآن و حدیث کے دین جو قواعد کلیہ انہون نے منضبط کر دیے اوس سے
اگر کسی فقیہ نے کوئی حکم استخراج کر کے لکھدیا تو اسمین ائمہ کا کیا قصور ہے نہ کہ اون فقہا پر اعتراض ہی صحیح نہین ہے اسوجہ سے کہ جائز ہے
کہ وہ حدیث صحیح اونکو نہ پہونچی ہو اگر حدیث صحیح اونکو پہونچتی تو وہ کبھی مخالفت نکرتے اور بعض مسائل اس قسم کی ہین کہ ائمہ نے پہلے اوس
قسم کا فتوی دیا اوس حالت مین کہ کوئی حدیث مخالفہ اونکو نملی اور جب اونکی تلامذہ یا اور اتباع کو حدیث صحیح ملگئی تو اونہون نے
اوس قول امام پر فتوی نہین دیا بلکہ خلاف اوسکی جو موافق حدیث کی تھا اوسپر فتوی دیا ایسے مسائل کے سبب سے ائمہ پر طعن کرنا ہرگز جائز نہین اور
بہت سے مسائل اس قسم کی ہین کہ اونمین موافق اقوال ائمہ صحیح حدیثین موجود ہین اور بعض حدیثین مخالف اوسکے بھی صحاح مین موجود ہین اونپر
اعتراض کرنا کہ جو حدیث بظاہر مخالف ہوا اوسکو لکھدیا اور جو موافق ہوا اوسکو چھوڑ دیا خالی عداوت و شرارت سے نہین ہے اور بعض مسائل اس
قسم کے ہین کہ کسیطرح سے مخالف حدیث صحیح کی نہین ہین مگر مولف ظفر مبین نے اپنی سمجھ ناقص سے اونکو مخالف ٹہرا کے اعتراض کر دیا تفصیل ان سب
امور کی بطور نمونہ کی جا بجا جواب مسائل سابقہ سے واضح ہوگئی اور کیفیت استعداد حضرات غیر مقلدین کی خوب کھل گئی مثل ان لوگون کی ایسی ہے جیسے
ایک شخص کاتب قرآن تھا مگر درست اور دیانت سے بے بہرہ تھا جب وہ قرآن نقل کرنے لگا اور مقام ذکر موسی صعقا تک پہونچا اپنی حماقت
سے سمجھا کہ یہ عبارت غلط ہے کیونکہ موسی کا خر ہونا نہین سنا البتہ یہ مشہور ہے کہ خر عیسی اگر بمکہ رود چون بیاید ہنوز خر باشد پس اوسنے
بلا تردد حکم غلط کا کر کے موسی کی جگہ پر عیسے لکھدیا یا اوس شخص کی مثل ہے جس سے لوگون نے کہا کہ تو نماز کیون نہین پڑھتا ہے اوسنے فی الفور جواب دیا
کہ مین خدا کی حکم کے خلاف ہرگز نکرونگا حق تعالی خود فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوة پس ایسی ہی سمجھ بوجھ سے اعتراض کرنا اور
سلف صالحین کو مطعون کرنا تو بہت آسان ہے مگر ثمرہ اسکی حرمان اور خسران ہے آپ اسیقدر پر کفایت کرتے ہین اور باقی مسائل کی جوابات کا جسکو
شوق ہو وہ کتب حنفیہ کو دیکھے اور یہ سمجھ لے کہ مولف ظفر مبین کی مطاعن قابل اعتبار نہین ہین اور چونکہ مولف ظفر مبین نے جا بجا ائمہ مجتہدین [illegible]

لیتے ہین اور بہت سے امور صحیحہ و فضائل واقعیہ کا انکار کیا ہے اسوجہ سے اون اقوال کی تردید بعد ذکر نقصانکے صحیحہ حضرات ائمہ کو ضروری سمجھکے اسطرف توجہ کرتے ہین **قولہ** امام اعظم کے مقلدین حدیث پر چلنے والون کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہین کہ امام اعظم کے پاس حدیث کی کتابون کے کئی صندوق تھے اور امام اعظم نے سوائے جماعت صحابہ کے تین سو تابعین مشائخ سے سماع حدیث کی کی اور اونکے مسند کی روایت پانچسو آدمیون نے کی ہے اور سب استاد امام اعظم کے چار ہزار آدمی ہین اس بات کو شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفر السعادت مین نقل کیا ہے سو جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ تو شیخ عبدالحق وغیرہ حنفیہ کے خانہ ساز باتین ہین بجز بعض متعصب امام اعظم کے مقلدون کے کوئی نہین مانتا اور ایسی بناوٹی دل سے تراشی ہوئی باتون کو سچا کوئی نہین جانتا ہے **اقول** مناقب امام اعظم کے صرف حنفیہ نہین لکھتے ہین ناگمان ہو کہ اونہون نے اپنے دل سے گڑھ لیا ہے بلکہ محدثین بھی ان مناقب کے بیان مین شریک ہین ابو عبداللہ شمس الدین محمد ذہبی مؤلف میزان الاعتدال فی اسماء الرجال وغیرہ تذکرۃ الحفاظ مین لکھتے ہین ابوحنیفۃ الامام الاعظم فقیہ العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التیمی مولاہم الکوفی مولدہ سنۃ ثمانین یعنے امام اعظم ابوحنیفہ فقیہ اہل عراق کے نام انکا نعمان ہے اور اونکے باپ کا نام ثابت اور اونکے باپ کا نام زوطا ہے کوفہ کے رہنے والے ولادت اونکی سن اسی ہجری مین ہوئی رای انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم علیہم الکوفۃ رواہ ابن سعد عن سیف بن جابر انہ سمع اباحنیفۃ یقولہ دیکھا امام اعظم نے حضرت انس بن مالک رض کو چند مرتبہ جب کہ آئے انس کوفہ مین روایت کیا اس امر کو ابن سعد نے سیف ابن جابر سے کہ اونہون نے اس امر کو ابوحنیفہ سے سنا وحدث عن عطاء ونافع وعبدالرحمن بن ہرمز الاعرج وسلمۃ بن کہیل وابی جعفر محمد بن علی وقتادۃ وعمرو بن دینار وابی اسحق وخلق کثیر اور روایت کیا ابوحنیفہ نے احادیث کو عطا اور نافع اور عبدالرحمن اعرج اور سلمہ بن کہیل اور ابوجعفر امام باقر محمد بن زین العابدین اور عمرو بن دینار اور ابو اسحق سبیعی اور سوائے انکے اور جماعت سے وتفقہ بہ زفر بن الہذیل وداود الطائی والقاضی ابو یوسف ومحمد بن الحسن واسد بن عمرو والحسن بن زیاد اللؤلؤی ونوح الجامع وابو مطیع البلخی وعدۃ اور علم سیکھا انسے زفر بن ہذیل اور داود طائی نے جو کبار اولیاء اللہ سے ہین اور قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن اور نوح جامع اور ابو مطیع بلخی وغیرہم نے وکان قد تفقہ بحماد بن ابی سلیمان وغیرہ اور علم دین سیکھا امام نے حماد بن سلیمان وغیرہ سے وحدث عنہ وکیع ویزید بن ہارون وسعد بن الصلت وابو عاصم وعبدالرزاق وعبیداللہ بن موسی وابو نعیم وابو عبدالرحمن وبشر کثیر اور روایت کیا امام سے وکیع اور یزید بن ہارون اور سعید بن صلت اور ابو عاصم اور عبدالرزاق اور عبیداللہ بن موسے اور ابو نعیم اور ابو عبدالرحمن اور سوائے انکے اور لوگون نے وکان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویتکسب اور تھے ابوحنیفہ امام متقی عالم باعمل بڑے عابد بڑے مرتبہ والے نہین قبول کرتے تھے بسبب کمال ورع واحتیاط کے تحفہ اور ہدایا بادشاہون کے بلکہ تجارت کرتے تھے اور رزق حلال سے کسب کر

کسب معیشت کرتے تھے قال ضرار بن صرد کہا ضرار بن صرد نے سئل یزید بن ہارون پوچھا کسی نے یزید بن ہارون سے ایما
افقہ الثوری او ابو حنیفہ ان دونوں میں کون بڑے فقیہ تھے سفیان ثوری یا ابو حنیفہ فقال پس جواب دیا یزید نے
ابو حنیفۃ افقہ وسفیان احفظ للحدیث یعنے ابو حنیفہ فقہ میں زیادہ ہیں اور سفیان ثوری احادیث کی بڑی یاد رکھنے والے
ہیں وقال ابن المبارک ابو حنیفۃ افقہ الناس اور کہا عبد اللہ بن مبارک نے ابو حنیفہ بڑے فقیہ تھے وقال الشافعی
الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ اور کہا امام شافعی نے سب لوگ فقہ میں محتاج ہیں امام ابو حنیفہ کے وروی
احمد بن محمد بن القاسم بن محرز اور روایت کیا احمد بن محمد بن قاسم بن محرز نے عن یحیی بن معین یحیی بن معین کہ
نقاد رجال حدیث سے ہیں اور جملہ محدثین انکی توثیق کو معتبر سمجھتے ہیں اور جس راوی کو وہ ثقہ کہدیں اسکو معتمد
سمجھتے ہیں قال کہا انہوں نے امام ابو حنیفہ کے حق میں لا باس بہ لم یکن متہما یعنے نہیں کچھ خلل ہے انکی روایات میں
بلکہ وہ ثقہ ہیں اور نہیں ہیں متہم بالکذب وغیرہ اور یحیی بن معین کا کسی کو لا باس بہ کہدینا بمنزلہ ثقہ کہدینے کے ہے
جیسا کہ مقدمہ ابن الصلاح اور مختصر ابن جماعہ وغیرہ کتب اصول حدیث میں مسطور ہے اور تفصیل اسکی سعی مشکور
فی رد المذہب الماثور میں مذکور ہے جسکو شوق ہو دیکھ لے پس بتصریح یحیی بن معین ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہ
روایات حدیث میں ثقہ ہیں کسی طرح کا انمیں ضعف نہیں ہے ولقد ضربہ یزید بن عمر بن ہبیرۃ علی القضاء فابی ان
یکون قاضیا اور مارا امام کو یزید بن ہبیرہ نے اور مجبور کیا انکو قبول عہدہ قضا پر پس نمانا انہوں نے اور بسبب
غایت ورع و احتیاط کے عہدہ قضا کو پسند نہ کیا وروی بشر بن الولید عن ابی یوسف قال کنت امشی مع ابی حنیفۃ
فقال واللہ لا یتحدث الناس عنی بما لم افعل فکان یحیی اللیل صلوۃ ودعاء وتضرعا اور روایت کیا بشر بن ولید نے
امام ابو یوسف سے کہا انہوں نے کہ میں امام کے ساتھ تھا کہ ایک شخص نے راہ میں انکو دیکھ کے کہا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں
تمام رات نہیں سوتے ہیں پس کہا ابو حنیفہ نے نہ نسبت کیجاوے میری طرف وہ عبادت جو میں نہیں کرتا ہوں پس
اوس روز سے ابو حنیفہ تمام رات جاگتے تھے اور نماز و اذکار و دعاء وغیرہ میں مصروف رہتے تھے قلت مناقب
ہذا الامام قد افردتہا فی جزء یعنے کہتا ہوں میں کہ مناقب اور فضائل اس امام میں ایک رسالہ مستقل میں نے
لکھا ہے وکان موتہ فی رجب سنۃ ۱۵۰ خمسین ومائۃ انتہی اور ہوا انتقال ابو حنیفہ کا رجب میں سنہ ۱۵۰ ایک سو پچاس ہجری میں
ور السیہی مناقب امام کے ذہبی نے کاشف میں اور یافعی شافعی مورخ نے مرآۃ الجنان میں اور ابن خلکان شافعی نے
اپنی تاریخ میں اور ابن عبد البر محدث مالکی نے اپنی کتاب الانتقاء میں اور ابن الاثیر محدث جزری شافعی نے جامع الاصول
میں اور شارح صحیح مسلم محی الدین نووی محدث شافعی نے تہذیب الاسماء واللغات میں اور مولف مشکوۃ نے اسماء رجال مشکوۃ
میں اور ابو اسحق شیرازی شافعی نے اپنے طبقات میں اور عبد الوہاب شعرانی شافعی نے میزان میں اور یواقیت میں
اور کشف الغمہ میں اور امام غزالی شافعی نے احیاء العلوم میں وغیرہم نے بتفصیل تمام مذکور کیے ہیں اور بہت سے

محدثین اور مقلدین مذاہب اربعہ نے مناقب امام مین رسائل مستقلہ لکھے ہین ایک رسالہ ذہبی کا دوسرا رسالہ مجد الدین شیرازی شافعی صاحب قاموس کا تیسرا رسالہ ابن حجر مکی شافعی کا مسمے بہ الخیرات الحسان فی مناقب النعمان چوتھا رسالہ جلال الدین سیوطی محدث شافعی کا مسمے بہ تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ پانچوان رسالہ علی القاری کا مسمے بہ عقود المرجان چھٹا رسالہ طحاوی کا مسمے بہ قلائد عقود الدرر والعقیان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان ساتوان رسالہ ابن العینی کا الروضۃ العالیہ المنیفہ فی مناقب ابی حنیفہ آٹھوان رسالہ محمد بن احمد شعبی کا نوان رسالہ موفق مکی کا دسوان رسالہ محی الدین عبد القادر قرشی کا مسمے بہ بستان فی مناقب النعمان گیارہوان رسالہ جار اللہ زمخشری کا مسمے بہ شقائق النعمان فی مناقب النعمان بارہوان رسالہ عبد اللہ حارثی کا مسمے بہ کشف الاسرار تیرہوان رسالہ یوسف ابو المظفر بغدادی کا چودہوان رسالہ ابن العینی کا مسمے بہ الانتصار لامام ائمۃ الامصار پندرہوان رسالہ ابو عبد اللہ صیمری کا سولہوان رسالہ احمد بن صلت حمانی کا سترہوان رسالہ محمد بزازی کا اٹھارہوان رسالہ ابو القاسم عبد اللہ سعدی کا انیسوان رسالہ المواہب الشریفہ فی مناقب ابی حنیفہ بیسوان رسالہ تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان اکیسوان رسالہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف دمشقی کا مسمے بہ عقود الجمان فی مناقب النعمان بائیسوان رسالہ زکریا بن یحیے کا تیئیسوان رسالہ ابو احمد شعبی کا چوبیسوان رسالہ شمس الدین احمد سیواسی کا پچیسوان رسالہ ابو جعفر شبرا ماری کا انکے سوا اور بھی بہت رسائل ہین جنمین فضائل امام اعظم کے مذکور ہین بالجملہ جو شخص فضائل امام سے انکار کرے وہ یا تو محض جاہل ہے یا متعصب فاجر ہے اور انکار اوسکا ایسا ہے جیسے روافض فضائل حضرات شیخین سے انکار کرتے ہین یا خوارج مناقب حضرت عثمان اور حضرت علی سے انکار کرتے ہین یا یہود و نصاری اور کفار حسب پرست فضائل خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے ہین اور جو حنفیہ فضائل ذکر کرتے ہین اون سب کو فسانہ سازیان حنفیہ کی کہنا اور اون سب کو غیر معتبر سمجھنا جیسا کہ غیر مقلدین کہا کرتے ہین محض نا سمجھی کی بات ہے ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ کیون یہ لوگ جملہ فضائل امام کو غیر معتبر سمجھتے ہین ظاہرا اسکے چند وجوہ معلوم ہوتے ہین مگر وہ سب وجوہ مردود ہین ایک یہ کہ بعض حنفیہ اپنے رسائل مناقب مین بعض فضائل ایسے لکھتے ہین کہ خلاف عقل و نقل ہین جواب ہان یہ صحیح ہے مگر یہ امر کچھ خاص حنفیہ کے ساتھ نہیں بلکہ بعض شافعیہ بھی فضائل اپنے امام کے غلط لکھ گئے اور محدثین بھی مناقب بعض صحابہ مین مبالغات کر گئے تھے یہ طریقہ اونہین لوگون کا رہا جو غیر معتبر تھے یا متعصب تھے اونکی ایسے مناقب کو اعتبار نکرنے سے یہ نہین لازم ہے کہ سب فضائل یکقلم اوڑا دیے جاوین دوسرے یہ کہ ہر مذہب والا اپنے امام کی تعریف کیا کرتا ہے اور بسبب حسن اعتقاد کے اپنے مقتدی کو سب سے افضل سمجھا کرتا ہے بنا برعلیہ جو حنفیہ مناقب اپنے امام کے لکھتے ہین اونپر اعتماد نہین ہوسکتا ہے جواب اولا تو یہ طریقہ جمیع مقلدین کا نہین ہوتا ہے بلکہ جو اونمین جاہل و رطب و یابس ہوتے ہین اور علم وسیع نہین رکھتے مین اونکا یہ شیوہ ہوتا ہے ثانیا اس سے یہ نہین لازم کہ جملہ حنفیہ

اونکے امام کے حق مین غیر معتبر سمجہا جاوے گو اونکا شمار مصنفین اور محققین مین ہو ثانیاً یہ کہ یہ شبہہ تو جب ہو کہ صرف حنفیہ ہی امام کے مناقب لکہہ گئے ہوں اور ہرگاہ ایک جم غفیر شافعیہ اور حنبلیہ اور مالکیہ او محدثین کا ذکر فضائل امام مین شریک ہی پس یہ اشتباہ محض لغو ہو ثالثاً یہ کہ اگر ایسی شبہہ معتبر ہو تو لازم آتا ہے کہ محدثین جو اوصاف بخاری اور مسلم وغیرہ لکہہ گئے وہ بہی قابل اعتبار ہوں باین خیال کہ ہر شخص اپنے گروہ والوں کو اچہا کہتا ہے اوسکا اعتبار نہین ہوتا ہے بلکہ لازم آتا ہے کہ اہل سنت جسقدر مناقب حضرات شیخین کے لکہہ گئے وہ سب اسی خیال خام سے غیر معتبر ہو جاوین تیسرے یہ کہ جسقدر مناقب حنفیہ نے اپنی کتابون مین لکہے ہین وہ سب بے سند ہین اسوجہ سے اونکا اعتبار نہین ہے جواب ہرگاہ ایک جم غفیر محدثین بہی اونکے شریک ہین پس بے سند ہونا ان مناقب کا کیا ضرر کریگا اور اگر ایسی بے سند بات مطلقاً غیر معتبر ہوا کرے تو لازم آتا ہے کہ جتنے محدثین بخاری اور مسلم اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی اور امام مالک اور امام احمد اور امام شافعی وغیرہ کے فضائل لکہہ گئے وہ سب خانہ ساز اور بے سند بنا کے غیر معتبر کردیے جاوین بہلا بتاؤ تو کہ تذکرۃ الحفاظ مین اور سیر النبلاء مین ذہبی نے اور طبقات الحفاظ مین سیوطی نے جو فضائل ان حضرات کے لکہے ہین اون باتون کی سند کہان ہے مقدمہ فتح الباری مین جو مناقب امام بخاری کے کئی جزو لکہے ہین اونکی روایت مسلسل کہان ہے علاوہ ازین اس بنا پر لازم آتا ہے کہ اکثر کتابین اسماء رجال کی لغو ہو جاوین کیونکہ اونمین محدثین کے اقوال جرح اور تعدیل رواۃ حدیث مین سب کی سند مذکور نہین فرمایئے تو میزان الاعتدال مین جتنے اقوال قدماء کے منقول ہین اونکی اسانید کس کتاب مین ہین کاشف اور تہذیب التہذیب اور تعجیل المنفعۃ برجال الاربعہ اور اسعاف المبطا برجال الموطا وغیرہ مین جو اکابر محدثین کی حکایات مسطور ہین اونکو کسنے مسلسل روایت کیا ہی ارباب تواریخ و طبقات و تراجم جو حالات علماء کے درج کر گئے وہ سب بے سند ہین ابن تیمیہ اور ابن قیم کے جتنے حالات لکہے بے سند لکہے ابن حجر عسقلانی اور سخاوی اور ذہبی اور ابن الملقن اور ابن الصلاح اور نووی اور زین الدین عراقی اور جلال الدین بلقینی اور سیوطی اور ابن رجب اور ابن عبد الہادی اور سوا اسکے اور بڑے بڑے محدثین کے جتنے حالات لکہے سب بے سند لکہے پس لازم آتا ہی کہ یہ خانہ ساز باتین بنا کے اوڑا دیے جاوین اور تمام امور مندرجہ کتب تواریخ و اسماء رجال کے غیر معتبر سمجہ لیے جاوین ہمکو یقین ہے کہ اس امر کو کوئی غیر مقلد کیا بلکہ کوئی ذی العقل بہی گوارا نہ کریگا پس اس امر کو پسند نکرنا اور امام اعظم کے مناقب کو خانہ ساز باتین کہدینا بجز مکر و دغابازی اور کیا ہی قولہ ۱۹۰ دیکہو صحابہ سے امام اعظم کی سماع ثابت ہونے سے محققین نے انکار کیا ہے اور اوسکا رد لکہدیا ہے

چنانچہ کہا ملا علی قاری حنفی نے شرح نخبۃ الفکر مین عن السخاوی المعتمد انہ لا روایۃ للامام عن احد من الصحابۃ بصغرہ فی زمن مراکہ اباہم یعنی روایت ہی سخاوی سے کہ لائق اعتماد کے یہ بات ہی کہ ابو حنیفہ کو کسی صحابہ سے اونکے زمانہ صحابہ مین خورد سن ہونے کی سبب سے روایت نہین ہے اقول امام کا صحابہ سے احادیث کا سننا خود حنفیہ مین مختلف فیہ ہی

بعضے سماعت ثابت کرتے ہین) بعضے انکار کرتے ہین رد المحتار مین بعض محدثین سے منقول ہی ما وقع لبعضهم انه اثبت
سماعه من جماعة من الصحابة رده عليه صاحبه الشيخ الحافظ قاسم الحنفي والظاهر ان سبب عدم سماعه ممن ادركه من الصحابة انه

اول امره اشتغل بالاكتساب حتى ارشده الشعبي لما رأى من باهر نجابته الى الاشتغال بالعلم انتهى حاصل اسکا یہ ہے کہ بعضی نے امام کی سماعت احادیث کو صحابہ سے ثابت کیا ہے اور قاسم بن قطلوبغا حنفی نے کہ عینی کے معاصر تھے اونکے اقوال کو رد کر دیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ سبب نہ سننے امام کا صحابہ سے باوجود اسکے کہ زمانہ صحابہ کا اونہون نے پایا اور بعض صحابہ سے ملاقات بھی کی یہ ہے کہ ابتدا مین امام کسب تجارت مین مشغول ہوتے تھے اور تحصیل علم کی طرف توجہ نہین کی تھی اور جب شعبی نے انکی نجابت و ذکاوت کو دیکھا انکو تحصیل علم کی ہدایت کی پس جب انھون نے قصد تحصیل علم کا کیا زمانہ صحابہ کا گذر گیا تھا اسوجہ سے انکو نوبت صحابہ سے سماعت کی نہین آئی الحاصل اگر سماعت امام کی صحابہ سے نہ ثابت ہو کچھ حرج نہین ہے صرف زمانہ صحابہ کو پانا اور بعض صحابہ سے ملاقات کرنا اور زمرہ تابعین مین داخل ہونا اونکے امتیاز و فضیلت کے واسطے وافی ہے امام اعظم کے زمانہ مین اور جتنے مشاہیر مجتہدین بلاد متفرقہ مین تھے کسیکو شرف صحبت صحابہ نہین حاصل ہوا اگر ہوا تو امام کو حاصل ہوا ملا علی قاری شرح نخبة الفکر مین بعد تحقیق اس امر کے کہ تابعی وہ شخص ہے جسنے صحابہ کو دیکھا ہو روایت اونسے کی ہو یا نہ کی ہو لکھتے ہین قلت کہتا ہون مین وبهذا يندرج الامام الاعظم في سلك التابعين فانه قد رأى انس بن مالك وغيره من الصحابة یعنے اسی بیان سے معلوم ہوا کہ امام اعظم تابعین مین داخل ہین اسوجہ سے کہ اونہون نے حضرت انس وغیرہ کو دیکھا ہے على ما ذكره الشيخ الجزري في اسماء رجال القراء جیسا کہ ذکر کیا ہے اس امر کو شیخ جزری مصنف حصن حصین نے اپنی کتاب اسماء رجال القراء مین والامام التوربشتي اور امام توربشتی نے في تحفة المسترشد اپنی کتاب تحفة المسترشد مین وصاحب كشف الكشاف في سورة المؤمنين اور مصنف کشف الکشاف نے تفسیر سورہ مومنون مین وصاحب مرآة الجنان اور مؤلف مرآة الجنان نے وغيرهم من العلماء المتبحرين اور سوا اسکے اور علماء متبحرین نے فمن نفى انه تابعي فاما من التتبع القاصر او التعصب الفاتر انتهى پس جسنے انکار کیا اونکی تابعیت کا پس یا تو یہ انکار بسبب قصور تتبع کے ہو یا بسبب تعصب کے اگر کوئی جاہل کہے کہ ملا علی قاری حنفی ہین اونکی یہ بات خانہ ساز ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ وہ گو حنفی ہین مگر اونہون نے جزری سے نقل کیا ہے اور وہ محدثین شافعیہ مین ہین اور ایسے ہی یافعی مؤلف مرآة الجنان سے نقل کیا ہے اور وہ کبار اولیاء اکثر اور علماء شافعیہ مین معدود ہین اور ایسے ہی صاحب کشف الکشاف علماء شافعیہ سے ہین پس معلوم ہوا کہ یہ بات حنفیہ کی خانہ ساز نہین ہے بلکہ ایک امر جدا سا ہے کہ جسکا اقرار ہر موافق و مخالف کر رہا ہے اب اور بھی چند عبارات اجلۂ محدثین کی اور علماء متبحرین کی ملاحظہ کیجئے اور اپنی جہالتون سے باز آئیے ذہبی جو اکابر محدثین اور علماء شافعیہ سے ہین تذکرة الحفاظ مین لکھتے ہین رأى انس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة انتهى یعنے دیکھا ابو حنیفہ نے حضرت انس کو چند مرتبہ جب وہ کوفہ مین آئے اور [illegible] شافعی [illegible]

شرح صحیح بخاری میں باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب میں لکھتے ہیں وہذا مذہب الجمہور من الصحابۃ اور یہ یعنے جائز ہونا
نماز کا ایک کپڑے میں بشرطیکہ ستر چھپ جاوے مذہب ہے اکثر صحابہ کا کابن عباس وعلی ومعاویۃ وانس وخالد بن
الولید وابی ہریرۃ وعائشۃ وام ہانی مثل عبد اللہ بن عباس اور علی مرتضے اور معاویہ اور انس اور خالد بن الولید اور
ابوہریرۃ اور عائشہ اور ام ہانی رضی اللہ عنہم ومن التابعین الحسن البصری وابن سیرین والشعبی وابن المسیب وعطاء
وابو حنیفۃ اور یہی مذہب ہے اکثر تابعین کا مثل حسن بصری اور ابن سیرین اور عامر شعبی اور سعید بن مسیب اور عطاء
اور ابو حنیفہ کے ومن الفقہاء ابو یوسف ومحمد والشافعی ومالک واحمد فی روایۃ واسحق بن راہویہ انتہی اور یہی مذہب ہے
فقہاء میں سے ابو یوسف اور محمد اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق بن راہویہ کا اور ذہبی کاشف میں لکھتے ہیں
رای انسا وسمع عطاء والاعرج وعکرمۃ وعنہ ابو یوسف ومحمد انتہی یعنے دیکھا ابو حنیفہ نے انس کو اور روایت کیا احادیث
کو عطاء اور اعرج اور عکرمہ سے اور اونسے روایت کی ابو یوسف اور محمد نے اور یافعی شافعی مرآۃ الجنان میں لکھتے ہیں
رای انسا وروی عن عطاء انتہی یعنے دیکھا ابو حنیفہ نے انس کو اور روایت کیا عطاء سے اور یہی یافعی لکھتے ہیں
کان قد ادرک اربعۃ من الصحابۃ ہم انس بن مالک بالبصرۃ وعبد اللہ بن ابی اوفی بالکوفۃ وسہل بن سعد الساعدی
بالمدینۃ وابا الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ یعنے تھے امام ابو حنیفہ کہ پایا تھا اونہوں نے چار صحابہ کو یعنے اونکے زمانے میں چار
صحابی موجود تھے انس بصرہ میں اور عبد اللہ بن ابی اوفی کوفہ میں اور سہل بن سعد ساعدی مدینہ میں اور ابو الطفیل
عامر بن واثلہ مکہ میں قال بعض اصحاب التواریخ لم یلق احدا منہم ولا اخذ عنہم واصحابہ یقولون لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی
عنہم یعنے کہا بعض مورخین نے نہیں ملاقات کی ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے اور نہ روایت کیا اونسے کوئی حدیث اور
حنفیہ کہتے ہیں کہ امام نے ملاقات کی ایک جماعت صحابہ سے اور روایت کی اونسے وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انہ
رای انس بن مالک انتہی اور ذکر کیا ہے خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں کہ ابو حنیفہ نے دیکھا ہے انس کو اور ملا علی قاری
طبقات حنفیہ میں لکھتے ہیں قد ثبتت رویتہ لبعض الصحابۃ واختلف فی روایتہ عنہم والمعتمد ثبوتہا کما بینتہ فی سند الامام
شرح مسند الامام فہو من التابعین الاعلام انتہی یعنے ثابت ہوئی ہے رویت ابو حنیفہ کی بعض صحابہ کو اور اختلاف
کیا گیا ہے اونکی روایت کرنے میں صحابہ سے اور معتبر یہ ہے کہ روایت ثابت ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اسکو
سند الامام شرح مسند امام ابو حنیفہ میں پس ہوئی وہ زمرۂ تابعین سے اور ابن جوزی علل متناہیہ میں لکھتے ہیں
قال الدارقطنی ابو حنیفۃ لم یسمع من احد من الصحابۃ وانما رای انس بن مالک بعینہ انتہی یعنے کہا دارقطنی نے ابو حنیفہ
نے نہیں سنا کسی صحابی سے جز این نیست کہ دیکھا ہے اونہوں نے انس کو اپنی آنکھ سے اور سیوطی تبییض الصحیفۃ
فی مناقب ابی حنیفۃ میں لکھتے ہیں قد الف الامام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد الطبری المقری الشافعی جزءا فیما
رواہ ابو حنیفۃ عن الصحابۃ لکن قال حمزۃ السہمی سمعت الدارقطنی یقول لم یلق ابو حنیفۃ احدا من الصحابۃ الا انہ رای

ان نہ بہیر ولم یسمع منہ انتہی یعنے تصنیف کیا ہے ابو معشر عبد الکریم طبری شافعی نے ایک رسالہ بیان میں اون
روایات کے جو ابو حنیفہ نے صحابہ سے کی ہین لیکن کہا حمزہ سہمی نے کہ سنا مینے دارقطنی سے کہ کہتے تھے نہین ملاقات
کی ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے یعنے اونکی صحبت و ملازمت نہین کی مگر یہ کہ دیکھا ہے اونہون نے انس کو اور نہین سنا
حدیث اونسے اور یہی تبییض الصحیفہ مین ہے فقد وقفت سئلی فتیا رفعت الی الشیخ ولی الدین العراقی یعنے مطلع ہوا مین
ایک فتوے پر کہ پیش کیا گیا خدمت مین ولی الدین عراقی ابن زین الدین عراقی کے اور اوسمین یہ سوال تھا ہل روی
ابو حنیفہ عن احد من الصحابۃ وہل یعد فی التابعین کیا روایت کی ہے ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے اور کیا اونکا شمار تابعین
مین ہے یا نہین فاجاب پس جواب دیا ولی عراقی نے الامام ابو حنیفۃ لم یصح لہ روایۃ عن احد من الصحابۃ وقد رای انس
بن مالک ابو حنیفہ کا روایت کرنا کسی صحابہ سے درجہ صحت تک نہین پہونچا اور تحقیق دیکھا ہے اونہون نے انس کو
ورفع ہذا السوال الی الحافظ ابن حجر اور پیش کیا گیا یہ سوال حافظ ابن حجر عسقلانی مولف تقریب و فتح الباری وغیرہ
کی خدمت مین فاجاب پس جواب دیا اونہون نے ادرک ابو حنیفۃ جماعۃ من الصحابۃ لانہ ولد بالکوفۃ سنۃ ثمانین من الہجرۃ
وبہا یومئذ عبد اللہ بن ابی اوفی فانہ مات بعد ذلک وبالبصرۃ یومئذ انس پایا ہے امام نے چند صحابہ کو کیونکہ ولادت
اونکی کوفہ مین سن اسی ہجری مین ہوئی اور کوفہ مین اوس زمانے مین عبد اللہ بن ابی اوفی موجود تھے کیونکہ
اونکا انتقال بعد سن اسی کے ہوا ہے اور بصرہ مین اوس زمانے مین انس موجود تھے وقد اورد ابن سعد بسند لا باس
اور تحقیق روایت کیا ہے ابن سعد نے کتاب الطبقات مین ایسی سند سے کہ لا باس بہ ہے یعنے غیر معتبر نہین ہے ان ابا حنیفۃ
رای انسا یہ امر کہ ابو حنیفہ نے دیکھا انس کو وکان غیر ہذین من الصحابۃ بعدۃ من البلاد احیاء اور تھے سوا ان
دو صحابی کے اوس زمانے مین چند شہرون مین وقد جمع بعضہم جزء فیما ورد من روایۃ ابی حنیفۃ عن الصحابۃ اور تحقیق
تصنیف کیا ہے بعض علماء نے ایک رسالہ اون روایات مین کہ ابو حنیفہ نے صحابہ سے کی ہین ولکن لا یخلو اسنادہ
من ضعف ولیکن نہین خالی ہے سند اون روایات کی ضعف سے یعنے بعض روایات امام ابو حنیفہ کے ما بعد انہین ضعیف ہین
والمعتمد علے ادراکہ ما تقدم وعلی رویتہ لبعض الصحابۃ ما اوردہ ابن سعد فی الطبقات فہو بہذا الاعتبار من طبقۃ التابعین
اور معتبر باب ادراک مین وہی ہے جو پہلے ہم لکھ چکے یعنے ابو حنیفہ کے زمانے مین صحابہ موجود تھے اور باب روایت
مین روایت ابن سعد کی ہے کہ انس کو اونہون نے دیکھا ہے پس ابو حنیفہ اس اعتبار سے طبقۂ تابعین سے ہین
کیونکہ تابعی ہونے مین مجرد دیکھنا کسی صحابی کا کافی ہے گو روایت اور کثرت ملازمت و صحبت نہو ولم یثبت ذلک لاحد
من ائمۃ الامصار المعاصرین لہ اور نہین ثابت ہوئی یہ فضیلت تابعیت کی کسیکو اون ائمہ سے جو ہمعصر ابو حنیفہ کے تھے
کالاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرۃ والثوری بالکوفۃ ومسلم بن خالد الزنجی بمکۃ واللیث بن سعد بمصر انتہی جیسے اوزاعی
شام مین اور دونون حماد یعنے حماد بن سلمہ اور حماد بن زید بصرہ مین اور سفیان ثوری کوفہ مین اور مسلم زنجی مکہ مین

لیث بن سعد مصر مین کہ یہ سب زمانہ ابوحنیفہ مین تھے مگر کسی کو دیکھنا صحابہ سے
محی الدین نووی تہذیب الاسماء واللغات مین لکھتے ہین وقال الخطیب البغدادی فی التاریخ ابوحنیفۃ امام اصحاب الرای
وفقیہ اہل العراق رای انس بن مالک انتہی یعنے کہا خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ مین کہ ابوحنیفہ امام ہین اصحاب
رای کے اور فقیہ ہین اہل عراق کے دیکھا ہے اونہون نے انس رض کو اور ابن عابدین شامی ردالمحتار مین لکھتے ہین وعلی کل فہو
من التابعین وممن جزم بذلک الحافظ الذہبی والحافظ العسقلانی وغیرہما انتہی یعنے ہر تقدیر پر کہ امام کا روایت کرنا صحابہ سے
ثابت ہو یا نہ ثابت ہو پس وہ طبقہ تابعین سے ہین اور اون لوگون سے کہ جزم کیا اونہون نے اور تصریح کی ہے ساتھ
تابعیت امام کے ذہبی اور ابن حجر عسقلانی ہین کہ اونہون نے اونکے تابعی ہونے کو مرجح سمجھا ہے الحاصل کتب اصول فقہ
وحدیث مین محقق ہو چکا ہے کہ تابعی ہونے مین صرف رویت کسی صحابی کی کافی ہے خواہ سماعت حدیث اوس سے
ہوئی ہو یا نہ اور خواہ کثرت مصاحبت ومجالست ہوئی ہو یا نہ اور امام ابوحنیفہ کا انس کو دیکھنا ثابت ہے پس
اونکی تابعیت مین کیونکر شبہہ ہو سکتا ہے ہمکو بڑا تعجب ہے کہ مؤلف ظفر مبین نے بے سمجھے بوجہ تقلید مؤلف
معیار الحق کی کی اور صفحہ ۱۹۱ اور صفحہ ۱۹۲ مین راہ سفاہت اختیار کی بشرارت وعداوت سے عوام کو مغالطہ
دینے اور بہکانے لگے اولا ایک عبارت ملا علی قاری کی شرح نخبۃ الفکر سے کہ اوسمین سخاوی سے منقول ہے
کہ معتمد یہ ہے کہ ابوحنیفہ کو کسی صحابی سے روایت نہین ہے نقل کر دی باین غرض کہ عوام اس عبارت کو دیکھ کے
سمجھ جاوین کہ ملا علی قاری حنفی بھی منکر روایت ہین اور دوسری عبارت ملا علی قاری کی شرح نخبہ کی اور نیز
عبارت اونکی طبقات حنفیہ مین اور عبارت اونکی شرح مسند ابوحنیفہ مین انکی نظر قاصر مین نہ گذری جنسے صاف معلوم ہوتا ہے
کہ اونکے نزدیک قول معتبر یہ ہے کہ ابوحنیفہ کو صحابہ کی رویت بھی حاصل ہے اور روایت احادیث بھی اونسے ثابت ہے
ثانیا اسوجہ سے کہ مثل مؤلف معیار الحق کے ایک عبارت نووی کی تہذیب الاسماء واللغات کی نقل کر دی جسمین
طبقات ابواسحق شیرازی سے منقول ہے کہ امام کے زمانے مین چار صحابی موجود تھے انس بصرہ مین اور عبداللہ بن ابی اوفی
اور سہل بن سعد اور ابوالطفیل مگر امام نے کسی سے کوئی حدیث روایت نہین کی اور اسکے بعد کی عبارت نووی کی جو اوپر
منقول ہو چکی ہے جسمین تابعیت امام کا اثبات ہے صرف بغرض فریب دہی دونون نے اوڑا دی واہ حضرت واہ یہ تو مکر و
فریب اور اوسپر نام اپنی کتاب کا ظفر مبین اور معیار الحق رکھنا آپ ہی کا کام ہے شاید یہ حضرات یہ سمجھتے ہین کہ ہم جو
لکھ دینگے اوسپر لوگ ایمان لاوینگے اور سواے ہمارے اور ایسے علماء نہین ہین کہ ان امور پر واقف ہونگے سو یہ
انکی غلط فہمی ہے خدا کے فضل سے ابھی تک مقلدین مذاہب اربعہ مین ایسے ایسے فضلاء موجود ہین کہ ان حضرات کو
صد بار سبق تعلیم کرین اور انکے ہر ہر مکر وفریب کو ظاہر کر دین ثالثاً اسوجہ سے کہ باتباع مؤلف معیار الحق ایک عبارت
تذکرۃ الموضوعات کی لکھدی جو کان فی ایام ابی حنیفۃ اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالک بالبصرۃ وعبداللہ بن ابی اوفی

بالکوفة وسهل بن سعد الساعدی بالمدینة وابو الطفیل عامر بن واثلة بمکة ولم یلق واحدا منهم الا اخذ عنه واصحابه یقولون انه لقی جماعة من الصحابة وروی عنهم ولم یثبت ذلک عند اہل النقل اور اوسکا ترجمہ یون کر دیا یعنے ابو حنیفہ کے زمانے مین چار صحابی موجود تہے انس بن مالک بصرہ مین اور عبد اللہ بن ابی اوفی کوفہ مین اور سہل بن سعد ساعدی مدینہ مین اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ مکہ مین لیکن ملاقات ابو حنیفہ کی انمین سے ایک سے بہی ثابت نہین ہے اور نہ انسے اونہون نے کچہ لیا ہے اور جو ابو حنیفہ کے اصحاب کہتے ہین کہ اونہون نے ایک جماعت صحابہ سے ملاقات کی ہے اور انسے روایت بہی اونہون نے کی سو یہ بات اہل نقل کے نزدیک ثبوت کو نہین پہونچی اور دونون امام اور معتقد یہ نسمجہے کہ یہ عبارت اونکی واسطے کچہ مفید نہین اور غرض اونکی کہ ابو حنیفہ تابعی نہین اور روایت اونکی صحابہ سے ثابت نہین اس عبارت سے حاصل نہین ہوتی چند وجوہ سے ایک یہ کہ کبہی ملاقات کا اطلاق اوسوقت کے ساتہ خاص کیا جاتا ہے جب کسی سے زیادہ صحبت ہو اور اوسکی مجلس مین حاضری کا اتفاق چند مرتبہ ہو اور نوبت کلام کی آئی ہو اور اگر صرف دو ایک مرتبہ کسیکو دیکہہ لیا اور نوبت اوسنے بات چیت اور صحبت ومجالست کی نہین آئی وہ ملاقات نہین سمجہی جاتی ہے اکثر یہ ہوتا ہے کہ اگر ایسے شخص سے پوچہیے کہ اوسنے کسی رئیس کو دیکہا ہو مگر نوبت حضوری دربار کی نہ آئی ہو کہ آپنے فلان رئیس سے ملاقات کی تو وہ نفی کا جواب دیتا ہے کہ نہین اور اگر پوچہیے کہ آپنے اونکو دیکہا ہے تو کہتا ہے کہ ہان ایسے ہی دوکاندارون سے جنکی نظر سے صدہا بازاری گذرتے ہین پوچہیے کہ آپنے فلان فلان سے جو ادہر سے گذر گئے ملاقات کی وہ کہتا ہے نہین اور اگر پوچہیے کہ آپنے اونکو دیکہا ہے تو کہتا ہے کہ ہان ایسے ہی امام مسجد اور واعظ سے کہ اوسکے ساتہ صدہا لوگ شریک نماز و وعظ ہوتے ہین پوچہیے کہ آپنے فلان فلان سے ملاقات کی تو کہتا ہے کہ نہین اور اگر کہیے کہ تمنے اونکو دیکہا ہے تو کہتا ہے کہ ہان اور موافق انہین محاورات کے دارقطنی نے امام ابو حنیفہ کے حق مین ارشاد کیا ہے لم یلق ابو حنیفة احدا من الصحابة الا انه رای انس بعینه جیسا کہ سابقاً منقول ہو چکا یعنے ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہین کی مگر یہ کہ انس کو دیکہا ہے پس بنا برعایہ عبارت تذکرة الموضوعات سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اسیقدر کہ ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہین کی اور نہ روایت کی اس سے یہ نہین لازم کہ مطلق دیکہنا بہی نہ ثابت ہو اور مدار تابعیت بمذہب صحیح صرف کسی صحابی کو دیکہہ لینا ہے بالمقصد ہو یا اتفاقاً ہو نوبت روایت ومجالست وملاقات ومصافحہ وغیرہ کی آئی ہو یا نہ آئی ہو پس اس عبارت سے اگر ثابت ہوگا تو ابو حنیفہ کا روایت نہ کرنا صحابہ سے ثابت ہوگا لیکن نفی تابعیت کا اس عبارت سے ہرگز ثبوت نہین ہوتا ہے پس سند گردانا اس عبارت کو نفی تابعیت مین جیسا کہ مؤلف معیار سے سرزد ہوا محض غلط ہے دوسرے یہ کہ لفظ ذلک کا اس عبارت مین اشارہ ہے طرف مجموع ملاقات اور روایت کے اور مطلب یہ ہے کہ حنفیہ کہتے ہین کہ ابو حنیفہ نے صحابہ سے ملاقات کی اور روایت بہی اونسے کی سو یہ بات ائمہ نقل کے نزدیک ثابت نہین ہوئی پس اس سے اگر ثابت ہوا تو انکار مجموع ملاقات اور روایت کا ثابت ہوا

نہ انکار صرف ملاقات کا اور تیز انکار صرف رویت کا تعبیر تشے ہے یہ کہ بتصریحات محدثین صرف ابو حنیفہ کا انس کو دیکھنا ثابت ہے اور حضور کے انکے اور کسی صحابی سے ملاقات کرنا نہین ثابت ہے اور بہت سے حنفیہ کا یہ قول ہے کہ ابو حنیفہ نے چند صحابہ سے ملاقات کی اور صاحب تذکرہ نے انکار اگر کیا ہے تو ایک جماعت صحابہ سے ملاقات کا کیا ہے نہ ایک سے بھی ملاقات الحاصل اس عبارت سے تابعیت امام کی اور انکار روایت انس کا نہین ثابت ہے علاوہ برین عبارات سابقہ سے معلوم ہو چکا کہ بڑے بڑے محدثین مذاہب مختلفہ نے امام کی تابعیت کو اور اونکے انس کے دیکھنے کو ثابت کیا ہے جیسے ملا علی قاری اور عینی اور یافعی اور ذہبی اور تورپشتی اور جزری اور قسطلانی اور سیوطی اور ابن حجر عسقلانی اور ولی عراقی اور خطیب بغدادی اور دارقطنی اور نووی اور ابن سعد وغیرہم پس اگر بالفرض والتسلیم عبارت محمد طاہر پٹنی مولف تذکرۃ الموضوعات سے نفی تابعیت ثابت ہوتی تو بمقابلہ ان اکابر محدثین اونکے قول کو کون معتبر کریگا بجز جاہل یا متعصب کے فائدہ مولف معیار نے معیار مین لکھا یہ چارون صحابی امام کے زمانہ مین موجود تھے لیکن ملاقات امام کی کسی سے یا روایت کرنی اونسے نزدیک اکثر ائمہ نقل کے ثابت نہین ہوتی ہے جیسا کہ ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار جنکی تحقیق سے فن حدیث و اعتبار مین علماء خوب واقف ہین تذکرہ موضوعات مین فرماتے ہین انتہی ناظرین منصفین پر مخفی نہ رہیگا کہ یہ تقریر بالکلیہ ہماری تقریرات سے اوڑ گئی ہم پوچھتے ہین کہ کیا مولف مجمع البحار اون محدثین سے بڑہ کے ہین جنکا ذکر ہو چکا علاوہ ازین لفظ اکثر کا نشان عبارت تذکرہ مین کہین نہین ہے یہ آپ نے کہان سے بڑہا دی آپکی جلالت قدر و رفعت فکر کا مقتضی یہ ہے کہ آپ اس تحقیق سے رجوع فرما دین اور اپنے حواری و انصار کو سمجھا دین ورنہ من سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرہا و وزر من عمل الی یوم القیامۃ آپکو خوب معلوم ہے آئندہ اختیار بدست مختار والسلام

مدعی ۱۹

قولہ اور حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی نے امام اعظم کو چھٹے طبقہ مین شمار کیا چنانچہ تقریب التہذیب مین ہے النعمان بن ثابت الکوفی ابو حنیفۃ الامام یقال اصلہ من فارس ویقال مولی بنی تیم فقیہ مشہور من السادسۃ یعنے نعمان بیٹا ثابت کا کوفی کا رہنے والا امام ابو حنیفہ کوئی کہتا ہے کہ یہ اصل مین فارسی ہین اور کوئی کہتا ہے کہ یہ بنی تیم کے آزاد کردہ غلام ہین یہ فقیہ مشہور ہین لیکن چھٹے طبقہ سے ہے اور چھٹا طبقہ ان لوگون کا ہے جنکو کسی صحابی سے ملاقات نہین ہوئی چنانچہ ابن حجر خود مقدمہ کتاب مین فرماتے ہین السادسۃ من عاصر الخامسۃ لکن لم یثبت لہم لقاء احد من الصحابۃ کا مہنا جرج

اقول سہ آدمیت بھی نہین آپ کو مس ز کیہ لیا چہ خوب سا دیکھ لیا آپ کو بس دیکھ لیا ۔ ایک عبارت سے کسی عالم کے استثنا و کرنا اور بڑے بڑے عالمون کے قول کو چھوڑ دینا بلکہ اوسی عالم کے قول کو جو اپنے مخالف ہو ترک کر دینا بعید از انسانیت ہے آپ مولف معیار کے مقلد بنکے ایک عبارت ابن حجر کی لکھ کے تابعیت امام کو اوڑانے لگے اور یہ نہ سمجھے کہ مدعیون تابعیت کو یہ قول کسی طرح مضر نہین ہے بدو وجہ اول یہ کہ عبارات سابقہ سے معلوم ہو چکا کہ اکابر محدثین نے جیسے نووی اور خطیب بغدادی اور دارقطنی اور ابن جوزی اور ذہبی وغیرہ نے اثبات اس امر کا کیا ہے

کہ امام نے حضرت انس کو دیکھا ہے پس ان سب کے اقوال کو یک قلم واگذاشت کر دینا اور صرف ایک عبارت ابن حجر سے
استناد کرنا خلاف عقل ونقل ہے دوسرے یہ کہ خود ابن حجر عسقلانی امام کے تابعیت کا اقرار کر رہے ہین اور اپنے
فتاوے مین رویت انس کو معتبر سمجھتے ہین جیسا کہ سیوطی کی تبییض الصحیفہ سے سابقًا ہم نقل کر چکے ہین پس اوس
فتوے کا اعتبار نہ کرنا اور تقریب کی عبارت کو سند گرداننا باوجود اسکے کہ ابن حجر مولف تقریب اور صاحب فتوے مذکورہ
ایک ہی ہے اور کلام اونکا جواب سوال مین موافق اقوال اجلہ محدثین واکابر محققین کے ہے خالی سفاہت وشرارت
عداوت سے نہین ہے اگر یہ شبہ ہووے کہ سیوطی کی نقل پر اعتماد نہین تو جواب اوسکا یہ ہے کہ سیوطی اون علمار سے
نہین ہین کہ نقل اونکی معتبر نرکھی جاوے اور اونکے اقوال پر اعتماد نہ کیا جاوے بلکہ بڑے بڑے علمار کو اونکی جلالت قدر
واعتبار نقل کا اعتراف ہے محمد بن عبد الباقی زرقانی کی شرح مواہب لدنیہ مین ہے السیوطی حجۃ فی النقل انتہی یعنے سیوطی نقل
اقوال ومذاہب مین حجت ہے اور نقل اوسکی معتبر ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ اس مضمون کو ابن حجر سے کسی اور نے بجز سیوطی
کے نقل نہین کیا اسوجہ سے اس نقل مین ضعف ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر صرف سیوطی ناقل ہوتے تو بھی قول اونکا
معتبر سمجھا جاتا چہ جائیکہ اس مقام مین اور علما بھی اس نقل مین شریک ہین اور ابن حجر کی طرف نسبت تابعیت امام
کے کرتے ہین ابن عابدین شامی رد المحتار مین لکھتے ہین وممن جزم بذلک الحافظ الذہبی والحافظ العسقلانی وغیرہما
قال العسقلانی انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بہا سنۃ ثمانین ولم یثبت ذلک لاحد من ائمۃ الامصار
المعاصرین لہ کالاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرۃ والثوری بالکوفۃ ومالک بالمدینۃ واللیث بن سعد بمصر انتہی یعنے اون
علمار سے کہ جزم کیا اونھون نے ساتھ تابعی ہونے ابوحنیفہ کے حافظ ذہبی اور حافظ عسقلانی ہین کہا ابن حجر عسقلانی
نے پایا امام نے چند صحابہ کو کہ تھے کوفہ مین بعد ولادت امام کے کوفہ مین کہ سن اسی مین ہوے اور نہین ثابت ہوئی یہ فضیلت
کسی امام کو ائمہ معاصرین ابوحنیفہ سے جیسے اوزاعی ملک شام مین اور حماد بن زید اور حماد بن سلمہ بصرہ مین اور سفیان
ثوری کوفہ مین اور مالک مدینہ طیبہ مین اور لیث بن سعد مصر مین اور ابن حجر مکی ہیتمی اپنے رسالہ الخیرات الحسان
فی مناقب النعمان مین لکھتے ہین صح کما قال الذہبی یعنے صحیح ثابت ہے جیسا کہ کہا ذہبی نے کہ انہ رای انس بن مالک
وہو صغیر تحقیق امام ابوحنیفہ نے دیکھا ہے انس کو حالت صغر سنی مین وفی روایۃ مرارا اور ایک روایت مین ہے
کہ چند مرتبہ دیکھا واکثر المحدثین علی ان التابعی من لقی الصحابی وان لم یصحبہ وصححہ النووی کابن الصلاح اور مذہب
اکثر محدثین کا یہ ہے کہ تابعی وہ شخص ہے کہ ملاقات کرے صحابی سے اگر چہ اوس سے زیادہ صحبت نہ ہوئی ہو تصحیح کی اس
مذہب کی نووی اور ابن صلاح نے پس ہر گاہ ابوحنیفہ کا ایک صحابی کو دیکھنا بطور صحیح ثابت ہوا بمذہب اکثر محدثین اونکی
تابعیت مین اشتباہ نہین رہا وجاء من طرق انہ روی عن انس احادیث ثلاثۃ اور وارد ہوا ہے چند طرق سے کہ ابوحنیفہ
نے روایت کی ہین انس سے تین حدیثین لکن قال ائمۃ الاحادیث مدارہا علی من اتہمہ الائمۃ بوضع الاحادیث

لیکن کہا ائمہ حدیث نے کہ مدار اون سب روایتوں کا ایسے شخص پر ہی کہ وہ نزدیک ائمہ احادیث کے متہم
بالوضع ہے یعنے بعد امام ابوحنیفہ کے اونکی روات میں ایک راوی غیر معتبر ہے پس روایت کرنا امام کا انس سے
بطور صحیح ثابت نہوا البتہ مجرد رویت کا ثبوت بطور صحیح ہوگیا وفی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر اور فتاوی شیخ الاسلام
ابن حجر عسقلانی میں ہی انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بہا سنۃ ثمانین فہو من طبقۃ التابعین
ولم یثبت ذلک لاحد من ائمۃ الامصار المعاصرین لہ کالاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرۃ والثوری بالکوفۃ ومالک
بالمدینۃ واللیث بن سعد بمصر انتہی تحقیق پایا ابوحنیفہ نے ایک جماعت صحابہ کو کہ تہی کوفہ میں بعد ولادت امام کے
پس وہ طبقہ تابعین سے ہیں اور نہیں ثابت ہوئی یہ فضیلت کسی امام کو معاصرین ابوحنیفہ سے جیسے اوزاعی
شام میں اور حماد بن سلمہ اور حماد بن زید بصرہ میں اور ثوری کوفہ میں اور مالک مدینہ میں اور لیث بن سعد مصر میں
تمام ہوا کلام ابن حجر عسقلانی کا بعد اسکے ابن حجر مکی کہتے ہیں وح فہو من اعیان التابعین الذین شملہم قولہ تعالی
یعنے پس ابوحنیفہ اجلہ تابعین سے ہیں اور داخل ہیں اون لوگوں میں جنکی توصیف اس آیت میں ہی والذین اتبعوہم
باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنات تجری من تحتہا الانہار ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ابن حجر عسقلانی
کی عبارت جو سیوطی نے نقل کی ہی اس نقل میں وہ متفرد نہیں ہیں بلکہ اور علماء بہی اوسکو عسقلانی سے نقل کرتے ہیں
اور اگر کوئی جاہل مقلد اختیار الحق سد انتصار الحق یہ کہے کہ سیوطی نے جو عبارت تابعیت کی ابن حجر سے نقل کی وہ
ابن حجر مولف تقریب کی نہیں ہے بلکہ ابن حجر مکی کی یا کسی اور ابن حجر کی ہے تو جواب اوسکا چند طور پر ہے
ایک یہ کہ علماء امت محمدیہ میں مشہور بہ ابن حجر دو عالم گذر گئے ایک ابن حجر عسقلانی جو سیوطی کے استاذ الاستاذ ہیں
اور ۸۵۲ھ میں اونکا انتقال ہے فتح الباری شرح صحیح بخاری اور تہذیب التہذیب اور تقریب اور لسان المیزان
اور نخبہ اور شرح نخبہ اور سوائے انکے بہت سے رسائل حدیث وفقہ میں اونکی تصانیف سے ہیں دوسرے ابن حجر
مکی کہ جنکی تصانیف سے خیرات حسان اور الایضاح والبیان لما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان اور شرح ارشاد
اور تحفۃ المحتاج شرح منہاج وغیرہ ہیں اور سوائے ان دو کے کوئی اور عالم اس لفظ سے مشہور نہیں ہے
اور سیوطی نے جو عبارت ابن حجر کی لکہی وہ یقیناً ابن حجر عسقلانی مولف شرح نخبہ وتقریب وغیرہ کی ہی نہ ابن حجر
مکی کی اور ہر چند کہ یہ امر ہر عالم پر ظاہر ہوگا اور بجز جاہل غبی کے کسی سے مخفی نرہیگا مگر بنظر دفع شبہات
قاصرین ودفع مکاید جاہلین ہم اسکی وجہیں بہی بیان کیے دیتے ہیں اول وجہ یہ ہے کہ اوس عبارت کو
سیوطی نے اس لفظ سے ذکر کیا ورفع ہذا السوال الی الحافظ ابن حجر فاجاب الخ جیسا کہ سابقاً مذکور ہو چکا اور
یہ ظاہر ہے کہ ان علماء کی عبارت میں حافظ ابن حجر کا اطلاق سوائے عسقلانی کے دوسرے پر نہیں آتا ہی
جیسا کہ تتبع عبارات علماء سے واضح ہے اور ابن حجر مکی کا شمار حفاظ حدیث میں نہیں ہے کہ اطلاق حافظ کا

اونپر درست ہوا ہے بلکہ وہ فقہا سے شافعیہ مین شمار کیے گئے ہین دوسری وجہ یہ کہ جو شخص تصانیف سیوطی کو دیکھتا ہوگا اوسکو خوب معلوم ہو جائیگا کہ سیوطی اپنی تمام تصانیف مین جیسے مرقاۃ الصعود شرح سنن ابو داؤد اور مصباح الزجاجہ شرح سنن ابن ماجہ اور زہر الربی شرح مجتبے اور توشیح شرح صحیح بخاری اور دیباج شرح صحیح مسلم اور تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک اور تدریب الراوی شرح تقریب النواوی وغیرہ صدہا مقامات مین ابن حجر عسقلانی کے لطائف و فوائد نقل کرتے ہین اور ابن حجر مکی سے کسی کتاب مین اونہون نے ایک امر بھی نقل نہین کیا تیسری وجہ یہ ہے کہ سوا سیوطی اور علماء تصریح کر گئے کہ وہ کلام ابن حجر عسقلانی کا ہے نہ مکی کا چوتھی وجہ یہ ہے کہ ابن حجر مکی خود اپنے رسالہ خیرات حسان مین اوس عبارت کو ابن حجر عسقلانی کی طرف منسوب کر گئے پانچوین وجہ یہ ہے کہ سیوطی کا نقل کرنا ابن حجر مکی سے کسی امر کو محالات عقلیہ سے ہے اسوجہ سے کہ انتقال سیوطی کا ۹۱۱ نو سو گیارہ ہجری مین ہوا جیسا کہ تمام کتب تواریخ مین مذکور ہے اور ابن حجر مکی کی ولادت ۹۰۹ نو سو نو ہجری مین ہوئی جیسا کہ نور سافر باخبار القرن العاشر مین مسطور ہے ولد فی رجب سنۃ تسع و تسعمائۃ یعنے پیدا ہوئے ابن حجر مکی سنہ نو سو نو مین اور انتقال اونکا ۹۷۴ نو سو چوہتر مین ہوا اور یہی نور سافر مین ابن حجر مکی کے حال مین خود اونہین سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہین ولدت قبل وفاتہ بنحو من ثلاث سنین انتہی یعنے پیدا ہوا مین قبل وفات سیوطی کے قریب تین برس کے پس معلوم ہوا کہ تاریخ وسال انتقال جلال الدین سیوطی مین ابن حجر مکی تین برس کے سن تک نہین پہونچے تھے اور طفل مکتب بھی نہین ہوسکے تھے چہ جائیکہ قابل اسکے ہون کہ کسی فتوے کا جواب اونسے صادر ہووے اور سیوطی اوسکو اپنی تصانیف مین درج کرین پس معلوم ہوا کہ یہ احتمال کہ نسخہ الصحیحہ مین جس ابن حجر کی عبارت مذکور ہے جائز ہے کہ وہ ابن حجر مکی ہو نہ عسقلانی ایسا احتمال ہے جیسے کوئی کہے کہ صحیح بخاری جو متداول ہے بخاری کی تصنیف نہین ہے بلکہ کسی اور کی ہے یا کوئی کہے کہ شرح نخبہ ابن حجر عسقلانی کی نہین ہے بلکہ مکی کی یا کوئی کہے کہ تحفۃ المحتاج ابن حجر مکی کی نہین بلکہ عسقلانی کی ہے اس قسم کے احتمالات بیان کرنے سے مبلغ علم ان لوگون کا معلوم ہوگیا جنہون نے انکو ذکر کیا خلاصہ کلام یہ ہے کہ نقل سیوطی و ابن حجر مکی تو ثابت ہوگیا کہ ابن حجر عسقلانی بھی تابعیت امام کے قائل ہو گئے اور اونکو طبقہ تابعین مین شمار کر گئے باقی رہی عبارت اونکی تقریب کی جسمین اونہون نے امام ابو حنیفہ کو اوس طبقہ مین شمار کیا جنسے صحابہ سے ملاقات نہین ہوئی اونمین اور اس عبارت مین جو مثبتہ تابعیت ہے اگرچہ بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن اوسکا دفع چند طور سے ہوسکتا ہے ایک یہ کہ کبھی ایک شخص کو دو اعتبار سے دو طبقون مین شمار کرتے ہین جیسے مخضرمین یعنے وہ لوگ جنہون نے زمانہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا اور اتفاق حضوری کا نہوا کبھی صحابہ کے ساتھ ذکر کیے جاتے ہین اور کبھی تابعین مین شمار کیے جاتے ہین پس ہوسکتا ہے کہ چونکہ امام کی نفس رویت ایک صحابی سے

ثابت ہے اور زیادہ ملاقات ور وایت نہین ثابت ہے اسوجہ سے اونکو کبھی طبقہ تابعین سے شمار کیا اور
کبھی اوسکے بعد کے طبقہ مین دوسری یہ کہ ممکن ہے تا زمان تصنیف تقریب اونکی نزدیک تابعیت امام محقق نہوئی ہو
اسوجہ سے اونہون نے طبقہ تبع تابعین مین اونکو ذکر کیا بعد اوسکے جب ثبوت تابعیت ہو گیا اونکو طبقہ تابعین سے
شمار کر دیا واللہ اعلم قولہ[۱۹] اب اگر کوئی کہے کہ ملاقات کرنی ابو حنیفہ کی صحابہ مذکورین سے بروایت اعلام الاخبار اور
طحاوی ثابت ہے سو جواب اوسکا یہ ہے کہ اس باب مین جتنی روایتین حنفیہ لاتے ہین سب واہیات اور موضوع
ہین صحیح ایک بھی نہین بیان انکا معیار الحق مین مفصل موجود ہے جسکو منظور ہو دیکھ لے اقول معیار الحق کی رد
انتصار الحق عرصہ ہوا کہ مطبوع ہو کے ناظرین کے ملاحظہ سے گذر چکی ہے کسی کتاب مردود کا حوالہ دینا اور اوسکے دیکھنے کا
تصنیف مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری ۱۲
شوق دلانا خالی فریب سے نہین اور امام کی ملاقات صرف بروایت اعلام الاخبار اور طحاوی سے نہین ثابت ہے
بلکہ بتصریح ایک جماعت محدثین معتبرین کہ جنکے قول و نقل پر سب کے نزدیک اعتماد ہے ثابت ہے جیسا کہ سابقاً مفصلاً
معلوم ہو چکا قولہ اور یہ جو حنفیہ کہتے ہین کہ امام نے تین سو تابعین مشائخ سے سماع حدیث کی ہے اور سب امام کے
استاذ علم کے چار ہزار آدمی ہین سو اس بات کو سید محمد صدیق حسن خان صاحب جو آج کل بباعث کثرت تصانیف
بہت علماؤن پر سبقت لے گئے ہین اپنی کتاب اتحاف النبلا مین رد کرتے ہین اور فرماتے ہین ولہذا جمعے از اہل
حدیث گفتہ اند کہ بضاعت وے در حدیث مزجاۃ است یعنے قلیل و آنکہ گفتہ اند کہ مشائخ وے بچہار ہزار کس میرسند
محتاج بسند است انتہی اقول اس مقام پر کلام ہے بچند وجوہ ایک یہ کہ نواب بھوپال آپکی زعم مین جہان افضل ہون مگر
بہ نسبت شیخ عبد الحق دہلوی وغیرہ فقہا و محدثین حنفیہ کے اونکی فضیلت عشر عشیر بھی نہین ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک
پس کلام حنفیہ کے رد اگر کسی محقق حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی یا کوئی محدث کے کلام سے نقل کرتے البتہ کسیقدر اوسکا
اعتبار ہوتا ایک طفل مکتب اگر کسی عالم محقق کے قول کو ناسمجھی سے رد کر دے تو اوسکا کب اعتبار ہوگا دوسری یہ کہ
کثرت تصانیف باعث فضیلت کی نہین ہے مگر جب کہ وہ تصانیف جامع رطب و یابس نہون اور ایسی تصانیف
کہ اونمین رطب و یابس صحیح و غلط مجتمع ہو اور مقصود اوسکے مؤلف کو تنقیح اور تحقیق نہو کسیطرح سے باعث
فضیلت نہین ہو سکتے ہین تصانیف نواب صاحب ممدوح اغلاط اور مسامحات سے مالامال ہین جسکو شوق ہو وہ
ابراز الغی کو جسمین اونکی تصانیف کی کیفیت اور اونکے مبلغ علم کی وقعت اچھی طرح سے منکشف کی گئی ہے دیکھ لے
تیسری یہ کہ جواب ابراز الغی مین بعض انصار نواب صاحب نے باشارہ اونکے یہ امر صاف لکھدیا ہے کہ
صاحب الاتحاف ناقل غیر ملتزم الصحۃ یعنے صاحب اتحاف النبلاء ناقل ہے ملتزم صحت نہین ہے اور منشا
اسکا یہ ہوا کہ سابق مین مؤلف ابراز الغی نے تصانیف نواب بھوپال کی اغلاط متفرقاً اپنی تصانیف مین لکھی تھی
نواب ممدوح نے اون اغلاط کے جوابات مین ایک رسالہ مسمیٰ بہ شفاء الغی مولوی محمد بشیر سہسوانی اور ملا عبد الکریم کشمیری

مرحوم کی امداد و اعانت سے لکھوا کے مشتہر کیا اور اوسمین جابجا اعتراضات کا جواب یون دیا کہ فلان امر نواب صاحب
نے کشف الظنون سے اور فلان امر فلان کتاب سے نقل کیا ہے اور ناقل پر اعتراض نہین ہو سکتا ہے اوسکے
جواب مین ابراز الغی مین یہ بحث کی گئی کہ دو حال سے خالی نہین یا تو نواب صاحب محض ناقل ہین کہ جسکو صرف
کسی کتاب سے کسی بات کا نقل کر دینا منظور ہوتا ہے اور اس سے کچھ غرض نہین کہ وہ بات صحیح ہو یا غلط ہو اور التزام
صحت اوسکو نہین ہوتا ہے اور یا اونکو نقل التزام صحت مقصود ہے شق اول تو شان علما سے بعید ہے کیونکہ
ہر عالم پر واجب ہے کہ جس امر کو کسی سے نقل کرے اوسکی صحت و عدم صحت کو دیکھ لے اور غلط کے غلط ہونے پر تصریح
کر دے تا عوام اوسکے دیکھنے سے خراب اور گمراہ نہو جاوین اور بر تقدیر ثانی اونکو اعتراضات سے نجات نہین ہے کیونکہ
جب کسی عالم نے کسی امر کو کسی سے نقل کیا اور خود اوسکی صحت کا التزام کیا تو وہ محض ناقل نہین رہا بلکہ صحیح ہونے کا
اوس مضمون کے مدعی ہو گیا پس تمام اعتراضات اوسپر وارد ہونگے اور سب کا بار اوسکے ذمہ عاید ہوگا الغرض جب
انصار مؤلف اتحاف النبلاء اور مؤلف اتحاف نے دیکھا کہ اختیار تقدیر ثانی مین بڑی مشکل ہے کیونکہ تصانیف
نواب صاحب مین صدہا باتین غلط ہین اور اونکا بار اوٹھانا نہین ممکن ہے اسوجہ سے صاف بے باکانہ لکھدیا
کہ صاحب اتحاف محض ناقل ہے اوسکو اس سے بحث نہین کہ وہ امور جو اپنی تصانیف مین درج کرتا ہے صحیح ہین یا
غلط ہین پس اب اونہون نے اپنی زبان سے اقرار کر لیا کہ وہ حاطب اللیل ہین اور تصانیف اونکی سب غیر معتبر ہین
اور اون کتابون سے کسی امر کو نقل کرنا یا اوسپر اعتماد کرنا نہین درست ہے کیونکہ اونکو خود ہی التزام صحت نہین ہے
اور ایسے لوگون کی تصانیف جنمین رطب و یابس سب کچھ موجود ہو اور اونکے مصنف کو صحیح اور غلط مین امتیاز کرنا
مقصود نہو اور صرف صحیح باتین لانا منظور نہو بلکہ یہ منظور ہو کہ جو کچھ ملے وہ غلط ہو یا صحیح ضعیف ہو یا قوی حق ہو یا باطل
جمع کر دین اور حجم تصنیف کو بڑہاوین بتصریح محققین غیر معتبر ہوتی ہین اور اس قابل نہین ٹھہرتی ہین کہ اونکی کسی
امر پر اعتبار کیا جاوے اور کسی مضمون مین اوسپر اعتماد کیا جاوے اسیوجہ سے فقہا لکھتے ہین کہ قنیہ تصنیف
زاہدی اور حاوی زاہدی اور سراج وہاج شرح مختصر قدوری اور جامع الرموز شرح مختصر وقایہ اور خزانۃ الروایات
اور مطالب المومنین یہ سب کتابین بسبب اسکے کہ جامع رطب و یابس ہین غیر معتبر ہین انپر اعتماد کرنا نہین درست ہے
تصنیف مولوی عبد الحی صاحب ۱۲
زیادہ وہ تفصیل اس بحث کی نافع کبیر مین اور جواب ابراز الغی کے رد مین جو بالفعل شہر لکھنؤ مین مؤلف ابراز الغی
تالیف کر رہے ہین موجود ہے جسکو شوق ہو دیکھ لے اور خوب اس امر کو سمجھ لے کہ مؤلف اتحاف نے اپنے ہاتھ سے
اپنے سر مین آپ ہی کلہاڑی ماری الحاصل ایسی تصانیف غیر منقحہ و غیر معتبرہ کی کثرت کسیطرح باعث فضیلت نہین ہے
بلکہ نیکی برباد گناہ لازم بعوض فضیلت کے فضیحت حاصل ہوتی ہے جو منتہی یہ کہ کثرت تصانیف اسوجہ سے موجب
فضیلت ہوتی ہے کہ اوسمین مؤلف کی وسعت نظر و قوت علم و تحقیق کی کیفیت منکشف ہوتی ہے اور یہ امر تصانیف

پہر بالیہ قنوجیہ مین مفقود ہے اسوجہ سے کہ یہ تصانیف جیسا کہ زبانی بعض ثقات و صادقین آئینہ کانچ بال
سے معلوم ہوا دو قسم پر منقسم ہین بعض تو ایسی ہین کہ اونہین نواب صاحب نے ایک دو کتاب علماء سابقین کو لیکے
ملخص کر دیا اور کچھ تھوڑا سا گھٹا بڑھا کے اپنا نام نامی درج کر دیا جیسے دو رسالے اونکے جنت اور نار ہین ہین وہ دونون
بالکل بدور سافرہ فی احوال الآخرۃ تالیف سیوطی سے ماخوذ ہین اور جیسے رسالہ اونکا علامات قیامت ہین کہ وہ بالکل
الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ تصنیف برزنجی سے ملخص ہے اور جیسے ابجد العلوم و اتحاف النبلاء وغیرہ کہ وہ بالکل کشف
الظنون اور مقدمہ ابن خلدون سے مسروق ہین اور بعض ایسی ہین کہ اونکے انصار اونکو جمع کرتے ہین ادہر ادہر سے
نقل کرکے ایک مجموعہ بناتے ہین اور بعد اونکے اس محنت کی نواب صاحب اپنا نام درج فرماتے ہین پس اس طرح کی
تصانیف بہلا کیونکر باعث فضیلت کی ہو سکتی ہین الحاصل آپ کا نقل کرنا کلام صاحب اتحاف النبلاء سے کہ حنفیکی
کتابین سب غیر معتبر ہین اور اوسکی تائید کے واسطے نواب صاحب کی فضیلت بسبب کثرت تصانیف کے ثابت
کرنا محض باطل و مہمل ہے پانچوین یہ کہ یہ قول فاضل قنوجی کا کہ آنکہ گفتہ اند کہ مشائخ وے بچہار ہزار کس می رسند
محتاج سند ست محض مہمل ہے اسوجہ سے کہ کتب رجال و تواریخ محدثین مین علماء حدیث و رواۃ حدیث کے احوال
لکھتے ہین کہ انکے اتنے شیوخ ہین اور اتنے شاگرد ہین ان سب کی سند کہان ہے تقریب التہذیب اور تہذیب الکمال
اور تہذیب التہذیب مین دیکھو ایک ایک راوی محدث کا نام لکھکے اوسکے اساتذہ کا نام مرقوم ہے بعد اوسکے اونکے
تلامذہ کا ذکر ہے بعد اوسکے اقوال علماء کی اوسکے جرح و تعدیل مین مذکور ہین اب فاضل قنوجی سے کوئی پوچھے کہ بتاؤ تو
ان سب باتون کی سند کہان ہے مقدمہ فتح الباری مین حافظ ابن حجر عسقلانی نے بخاری کی مناقب مین چار جز کے
قدر لکھے ہین اور صدہا اونکے مشائخ اور تلامذہ کا ذکر کیا ہے بہلا ہمکو کوئی بتاوے تو کہ ان باتون کی سند کہان ہے
اور اگر کوئی کہدے کہ یہ سب باتین خانہ ساز محدثین کی ہین انکا کیا اعتبار ہے تو اسکا کیا جواب ہے الغرض
جس طرح سے امام کے مناقب اور تعداد مشائخ جو کتب حنفیہ مین مذکور ہے محتاج سند ہین ایسیہی مناقب بخاری اور
تعداد اونکے مشائخ کی اور تمام احوال رواۃ و محدثین سب محتاج بسند ہین پہر کیا سبب ہے کہ وہ سب باتین تو بے سند
مقبول ہو جاوین اور مناقب امام کے بے سند غیر معتبر سمجہ لیے جاوین چہٹی یہ کہ یہ قول فاضل قنوجی کا کہ جمعے از
اہل حدیث گفتہ اند کہ بضاعت وے در حدیث مزجاۃ است یا تو مراد اس سے یہ ہے کہ ابو حنیفہ روایت حدیث مین
غیر معتبر ہین اور یا یہ مراد ہے کہ بہ نسبت اور ائمہ کے اونکی روایتین کم ہین شق اول محض غلط ہے اور شق دوم کچہ مضر
نہین ہے حضرات صحابہ مین افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایتین بہت کم ہین پہر کیا اس سے
اونکی فضیلت مین نقصان لازم آگیا ایسیہی اگر امام کی روایتین کم ہوئین تو کیا حرج ہوا ابو عبد اللہ ذہبی جنکا
قول بالاتفاق محدثین مقبول ہے تذکرۃ الحفاظ مین لکھتے ہین روی احمد بن محمد بن القاسم عن یحیی بن معین

قال لاباس به ولم يكن متهما انتهى يعنے احمد بن محمد بن قاسم نے روایت کیا ہے یحیے بن معین سے کہ قول
باب توثیق مین معتبر ہے کہ اونہون نے امام ابوحنیفہ کے حق مین فرمایا لاباس به ولم یکن متهما
توثیق سے ہے اور خیرات حسان مین ابو عمر یوسف بن عبد البر مالکی شارح موطا سے کہ اکابر محدثین
الذین رووا عن ابی حنیفة ووثقوه واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه یعنے جن لوگون نے ابوحنیفہ سے حدیث
لین اور اونکی توثیق کی وہ بہت زائد ہین اون لوگون سے جنہون نے اونپر طعن کی اور یہی اوسمین ہے
الامام علی بن المدینی یعنے تحقیق کہا علی بن مدینی نے جو اکابر محدثین مین ہین اور بخاری کے استاد
روی عنه الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وہشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وہو ثقة لا
شعبة حسن الرای فیه امام ابوحنیفہ سے روایت کیا سفیان ثوری اور عبد اللہ بن مبارک اور حماد بن زید
اور عباد بن العوام اور جعفر بن عون وغیرہ نے اور ابوحنیفہ ثقہ ہین اور تھے شعبہ خوش عقیدہ اونکے حق
یحیے بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفة واصحابه فقیل له اکان یکذب قال لا انتہی اور کہا یحیے بن معین
اصحاب یعنے محدثین کمی کرتے ہین ابوحنیفہ کے حق مین اور اونکے اتباع کے حق مین پس پوچھا اونسے کسی نے کیا
ابوحنیفہ جھوٹ روایت کرتے تھے جواب دیا یحیے بن معین نے کہ نہین اور عبد الوہاب شعرانی کہ جنکا قول مقلدین
وغیر مقلدین سب مانتے ہین میزان کبرے مین تحریر کرتے ہین مذہبه اول المذاہب تدوینا وآخرها انقراضا
بعض اہل الکشف یعنے مذہب ابوحنیفہ کا اول ہے سب مذاہب مشہورہ سے اور سب کے آخر تک رہیگا
بعض ارباب کشف نے کہا ہے قد اختاره الله اماما لدینه وعباده ولم تزل اتباعه فی زیادة فی کل عصر الی یوم
تحقیق پسند کیا ہے اور برگزیدہ کیا اونکو پروردگار نے واسطے امامت اپنے دین کے اور اپنے بندون کے اور
متبعین اونکے زیادہ ہوتے رہے ہر زمانے مین اور ایسی قیامت تک زیادتی رہیگی فرضی اللہ عنه وعن
وعن کل من لزم الادب معه ومع سائر الائمة پس راضی ہووے اللہ تعالے اونسے اور اونکے مقلدین سے اور
اوس شخص سے جو لازم لے ادب کو ساتھ اونکے اور ساتھ جمیع ائمہ کے اور یہی میزان شعرانی مین ہے وقد تتبعت بحمد
اقواله واقوال اصحابه لما الفت کتاب ادلة المذاہب یعنے تحقیق کی مین نے ابوحنیفہ کے اقوال کی اور اونکے مقلدین
اقوال کی جب کہ تصنیف کیا مین نے کتاب ادلة المذاہب فلم اجد قولا من اقواله او اقوال اتباعه الا وہو مستند الی
او حدیث او اثر اوالی مفہوم ذلک او حدیث ضعیف کثرت طرقه اوالی قیاس صحیح علی اصل صحیح پس نہین پایا مین نے
کسی قول کو اونکے اور اونکے مقلدین کے اقوال سے مگر یہ کہ وہ مستند ہے طرف کسی آیت یا کسی حدیث یا کسی قول
صحابی کے یا کسی حدیث ضعیف کی طرف کہ طرق اوسکے کثیر ہون یا کسی قیاس صحیح کی طرف غرض کوئی قول اونکا از
سنن عقل سے نہین ہے اور یہی اوسمین ہے کان ابو مطیع یقول کنت یوما عند الامام ابی حنیفة فی جامع المسجد فدخل

سفیان الثوری ومقاتل بن حیان وحماد بن سلمة وجعفر الصادق وغیرہم من الفقہاء فکلموا الامام ابا حنیفة وقالوا
قد بلغنا انک تکثر من القیاس فی الدین وانما نخاف منه علیک فان اول من قاس ابلیس فناظرہم الامام ابو حنیفة
من بکرة من نہار الجمعة الی الزوال وعرض علیہم مذہبه وقال انی اقدم العمل بالکتاب ثم بالسنة ثم باقضیة الصحابة مقدما
ما اتفقوا علیه علی ما اختلفوا فیه وح اقیس فقاموا کلہم وقبلوا یدیه ورکبته وقالوا له انت سید العلماء فاعف عنا فیما
مضی منا من وقیعتنا فیک بغیر علم فقال غفر الله لنا ولکم حاصل اسکا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ ایک روز بیٹھے تھے
جامع مسجد کوفہ مین پس آئے اونکے پاس سفیان ثوری اور مقاتل بن حیان اور حماد بن سلمہ اور امام جعفر صادق
اور سوائے اونکے اور فقہاء پس کہا اون سب نے ابو حنیفہ سے کہ ہمکو خبر پہونچی ہے کہ آپ قیاس بہت کیا کرتے ہین
پس مناظرہ کیا اونسے ابو حنیفہ نے صبح جمعہ سے دوپہر تک اور بیان کیا اپنے طریقہ کو کہ مین مسائل کو قرآن سے
نکالتا ہون بعد اوسکے حدیث سے بعد اوسکے عمل کرتا ہون ساتھ احکام صحابہ کے اور اونمین سے جو متفق علیہ
صحابہ کا ہو اوسکو مقدم کرتا ہون مختلف فیہ پر بعد اسکے قیاس کرتا ہون جب امام ابو حنیفہ نے یہ بیان کیا سب
علماء کھڑے ہوئے اور ابو حنیفہ کے ہاتھ کا بوسہ دیا اور کہا کہ آپ سردار ہین علماء مین پس معاف کیجیے ہمارے
قصور کو اور ہماری غیبت وشکایت کو جو بے سمجھے ہمنے آپ کی کی پس فرمایا امام نے حق جلشانہ ہمارے اور تمہارے
گناہ بخشے اور بہی اوسیمین ہے وما کان کتبه الخلیفة ابو جعفر المنصور الی الامام ابی حنیفة بلغنی انک تقدم
القیاس علی الحدیث فقال لیس الامر کما بلغک یا امیر المومنین انما اعمل اولا بکتاب الله ثم بسنة رسول الله ثم باقضیة
ابی بکر وعمر وعثمان وعلی ثم باقضیة بقیة الصحابة ثم اقیس بعد ذلک اذا اختلفوا یعنی لکہا خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی
امام ابو حنیفہ کی طرف کہ خبر پہونچی ہے ہمکو کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہین پس جواب لکہا امام نے کہ یہ امر
غلط ہے مین اول عمل کرتا ہون ساتھ قرآن کے پہر ساتھ حدیث کے پہر ساتھ اقوال واحکام خلفاء اربعہ کے پہر ساتھ
فتاوی باقی صحابہ کے بعد اسکے جب کوئی حکم ان سب مین نہین پاتا ہون قیاس کرتا ہون اور بہی اوسیمین ابو جعفر
شیزاماری سے منقول ہے انما الروایة الصحیحة عن الامام تقدیم الحدیث ثم الآثار ثم یقیس بعد ذلک فلا یقیس الا بعد ان لم
یجد ذلک الحکم فی الکتاب والسنة واقضیة الصحابة فہذا ہو النقل الصحیح عن الامام ولا خصوصیة للامام ابی حنیفة
فی القیاس بشرطه المذکور بل جمیع العلماء یقیسون فی مضائق الاحوال اذا لم یجدوا فی المسئلة نصا من کتاب ولا سنة
ولا اجماع ولا اقضیة الصحابة یعنی امام ابو حنیفہ سے روایت صحیح یہ ہے کہ وہ مقدم کرتے تہے حدیث کو پہر آثار صحابہ کو
پہر قیاس کرتے تہے بعد اسکے پس نہین قیاس کرتے تہے وہ مگر بعد اسکے کہ حکم مسئلہ کا قرآن اور حدیث اور فتاوی صحابہ
مین نہ پاوین اور اس امر مین امام کی خصوصیت نہین بلکہ سب علما قیاس کرتے تہے ایسے وقت جب نہین پاتے تہے
مسئلہ مین کوئی نص صریح قرآن وحدیث سے اور نہ اجماع اور نہ فتاوی صحابہ سے اور بہی اوسیمین ہے فعلم ان الامام

لا نقیس ابدا مع وجود النص کما یزعمه بعض المتعصبین علیه وانما نقیس عند فقد النص یعنے پس معلوم ہوا یہ امر کہ ابو حنیفہ
کبھی قیاس نہین کرتے تھے باوجود ملنے نص کے جیسا کہ گمان کرتے ہین بعض متعصبین بلکہ قیاس نہین کرتے ہین مگر وقت
نہ ملنے کسی نص کے وان وقع اننا وجدنا للمسئلۃ التی قاس فیہا نصا من کتاب او سنۃ فلا یقدح ذلک فیہ بعدم استحضارہ
ذلک حال القیاس ولو انہ استحضرہ لما احتاج الی قیاس اور اگر اتفاقا کسی مسئلہ قیاسی ابو حنیفہ کی کوئی نص قرآن
اور حدیث کے مخالف معلوم ہووے پس یہ امر ابو حنیفہ پر باعث اعتراض نہین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ بوقت قیاس
وہ نص امام کو نہ ملی یا خیال اوسکا نہ ہوا اور اگر اوسکا اونکو خیال ہوتا تو ہرگز قیاس نہ کرتے وقد کان ابو حنیفۃ یشترط
فی الحدیث المنقول عن رسول اللہ قبل العمل بہ ان یرویہ عن ذلک الصحابی جمع اتقیاء عن مثلہم وہکذا یعنے تھے ابو حنیفہ
کہ شرط کرتے تھے نقل حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین یہ کہ روایت کرے اوس حدیث کو صحابی سے ایک گروہ عادل
اور اتقیاء کا اور پھر اوس سے پھر ایک گروہ اتقیاء کا پس جب تک یہ شرط پائی نہین جاتی تھی ابو حنیفہ اوسکو روایت
نہین کرتے تھے اسیوجہ سے روایت حدیث اونسے بقلت واقع ہوئی اور یہی اوس مین ہے دا عتقادنا واعتقاد
کل منصف فی الامام ابی حنیفۃ بقرینۃ ما ردیناہ انفا من ذم الرای والتبری عنہ ومن تقدیمہ النص علے القیاس انہ
لو عاش حتے دونت احادیث الشریعۃ وبعد رحیل الحفاظ فی جمعہا من البلاد والثغور وظفر بہا لاخذ بہا وترک کل
قیاس قال فی مذہبہ وکان القیاس قل فی مذہبہ کما قل فی مذہب غیرہ بالنسبۃ الیہ لکن لما کانت ادلۃ الشریعۃ
متفرقۃ فی عصرہ مع اتباع التابعین وتابع التابعین فی المدائن والقری والثغور کثیر القیاس فی مذہبہ بالنسبۃ الی غیرہ
من الائمۃ ضرورۃ لعدم وجود النص فی تلک المسائل التی قاس فیہا بخلاف غیرہ من الائمۃ فان الحفاظ کانوا
قد رحلوا فی طلب الاحادیث وجمعہا فی عصرہم من المدائن والقری ودونوہا فجاوبت احادیث الشریعۃ فہذا کان
سبب کثرۃ القیاس فی مذہبہ وقلتہ فی مذاہب غیرہ حاصل اسکا یہ ہے کہ مسائل ابو حنیفہ مین بنسبت اور ائمہ کے
جیسے شافعی اور مالک اور احمد وغیرہ جو کثرت قیاس کے معلوم ہوتی ہے اوسکا یہ سبب نہین ہے کہ ابو حنیفہ
قیاس کو نص پر مقدم کرتے تھے کیونکہ عبارات سابقہ سے معلوم ہو چکا کہ وہ قیاس جب کرتے تھے جب حکم
مسئلہ کو قرآن اور حدیث اور اجماع اور آثار صحابہ سے نہین پاتے تھے اور نہ یہ سبب ہے کہ اونکی دستگاہ
حدیث مین کم تھی بلکہ یہ وجہ ہے کہ امام کے زمانے مین کتب حدیث مدون نہین ہوئی تھین اور احادیث تابعین
وتبع تابعین کے پاس متفرق بلاد مین تھین اور جمع کرنا اونکا اور سفر کرنا حفاظ حدیث کا بقصد جمع کرنے احادیث
کے متفرق شہرون سے نہین تھا پس اسی وجہ سے احادیث اونکو کم ملین پس جس مسئلہ مین حدیث نہ ملی اونہون نے
اجتہاد کر کے حکم دیا اور بعد ابو حنیفہ کے کتب حدیث تصنیف ہوئین اور ائمہ نے سفر دور دراز واسطے جمع کرنے
احادیث کے علماء سے بلاد متفرقہ سے اختیار کیا پس اونکے زمانے مین بکثرت احادیث ملین اور حاجت

قیاس کی کم ہوئی اور اعتقاد منصف کا ابوحنیفہ کے باب مین یہ ہے کہ اگر وہ پاتے وہ زمانہ جسمین احادیث باکثرت
ملتین اور کتب حدیث تالیف ہوئین البتہ اونکے مذہب مین بھی قیاس کم ہوتا جیسا کہ اور ائمہ کے مذاہب مین کم ہوا
پس کثرت اجتہاد و قیاس امام سے مجبوری واقع ہوئی اور اگر پاتے وہ نصوص اوسقدر جسقدر اور ائمہ نے پائین تو
اوسقدر کثرت اونکے مذہب مین نہ ہوتی اور یہی اوسمین ہے فنعلم مما قررناه ان کل من اعترض علی شیء من اقوال الامام
ابی حنیفة کالفخر الرازی فانما ہو لخفاء مدارک الامام علیہ یعنی پس معلوم ہوا مضامین سابقہ سے کہ جسنے اعتراض کیا
ابوحنیفہ کے کسی قول پر جیسے فخر الدین رازی شافعی مؤلف تفسیر کبیر وغیرہ نہین ہے اعتراض اوسکا مگر بسبب مخفی ہونے
مدارک امام کے اوسپر اور یہی اوسمین ہے اعلم یا اخی انی طالعت بحمد الله ادلة المذاہب الاربعة وغیرہا لاسیما ادلة مذہب
الامام ابی حنیفة فانی خصصته بمزید اعتناء وطالعت علیہ کتاب تخریج احادیث الہدایة للزیلعی وغیرہ من الشروح فرایت
ادلتہم وادلة اصحابہ بالبین صحیح او حسن او ضعیف کثرت طرقہ حتی لحق بالحسن او الصحیح فی صحة الاحتجاج بہ من ثلاثة طرق او اکثر
الی عشرة وقد احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارة وبالحسن اخری وہذا النوع من الضعیف
یوجد کثیر فی السنن الکبری للبیہقی التی الفہا بقصد الاحتجاج لاقوال الائمة واقوال اصحابہم فانہ اذا لم یجد حدیثا صحیحا او
حسنا یستدل بہ لقول ذلک الامام او قول احد من مقلدیہ یصیر یروی الحدیث الضعیف من کذا کذا طریقا ویکتفی بذلک
ویقول ہذه الطرق یقوی بعضہا بعضا فبتقدیر وجود ضعف فی بعض ادلة اقوال ابی حنیفة واقوال اصحابہ فلا خصوصیة لہ
فی ذلک بل الائمة کلہم شارکوه ولا یلوم الا علی من یستدل بحدیث واه بمجرد جاء من طریق واحد وہذا لا یکاد احد فی ادلة
احد من المجتہدین فانما منہم یستدل بالضعیف الا اشتہر وجبیہ من عدة طرق انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ مین نے سب مذاہب
کی ادلہ کی تحقیق کی خصوصا ادلہ مذہب ابوحنیفہ کی کہ اوسکی تنقیح مین مین نے زیادہ اہتمام کیا اور تخریج احادیث
ہدایہ زیلعی وغیرہ کو دیکھا پس معلوم ہوا کہ بعض دلیلین مذہب ابوحنیفہ اور حنفیہ کی تو احادیث صحیحہ ہین اور بعض
احادیث حسنہ اور بعض احادیث ضعیفہ مگر ایسی کہ طرق اوسکے بہت ہین یہانتک کہ حسن اور صحیح کے ساتھ ملحق ہو گئے اور
قابل احتجاج ہین اور اس قسم کی احادیث ضعیفہ سنن بیہقی مین بہت ہین کہ جسکو بیہقی نے بقصد ذکر ادلہ مذاہب
تصنیف کیا ہے اور اوسمین اوسکی عادت ہے کہ حدیث ضعیف کو چند طرق سے روایت کر کے حکم تقویت کا دیتا ہے
اور اوسکے ساتھ استدلال کرتا ہے پس برتقدیر وجود ضعف کے بعض ادلہ حنفیہ مین اس امر مین کچھ خصوصیت
انکی نہین ہے بلکہ سب ارباب مذاہب اسمین شریک ہین اور یہی اوسمین ہے وقد من الله علی بمطالعة
مسانید الامام ابی حنیفة الثلاثة من نسخة صحیحة علیہا خطوط الحفاظ فرایتہ لا یروی حدیثا الا عن خیار التابعین
العدول الثقات الذین ہم من خیر القرون کالاسود وعلقمة وعطاء وعکرمة ومجاہد ومکحول والحسن البصری واضرابہم
فکل الرواة الذین بینہ وبین رسول الله عدول ثقات اعلام اخیار ولیس فیہم کذاب ولا متہم بکذب انتہی اخذ تحقیقہ

احسان کیا پروردگار نے مجھپر ساتھ سماعت تین مسند ابو حنیفہ کے اور نسخے اونکے صحیح تھے اور نیز تحریرات حفاظ حدیث
کی موجود تہین پس پایا مین نے اوسمین کہ نہین روایت کرتے ہین وہ حدیث کو مگر ثقہ تابعین سے کہ عادل اور ثقہ ہین
جیسے اسود اور علقمہ اور عطا اور عکرمہ اور مجاہد اور مکحول اور حسن البصری وغیرہ پس سب رواۃ حدیث درمیان ابو حنیفہ
کے اور درمیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عادل اور ثقہ ہین اور کوئی اونمین جہوٹا روایت مین نہین ہے
اور نہ متہم اور یہی اوسمین ہے روی الامام ابو جعفر الشیزاماری بسندہ المتصل الی ابی حنیفۃ یعنے روایت کیا
ابو جعفر شیزاماری نے سند متصل سے امام ابو حنیفہ کی طرف انہ کان یقول کہ کہتے تھے ابو حنیفہ کذب واللہ وافترى
علینا من یقول عنا اننا نقدم القیاس علے النص وہل یحتاج بعد النص الی قیاس یعنے جہوٹ کہا اور افترا کیا
اوسنے جو ہماری طرف نسبت اس امر کی کرتا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہین اور نہین احتیاج ہے
قیاس کی بعد وجود نص کے اور یہی اوسمین رسالہ شیزاماری سے منقول ہے وکان رح یقول نحن لا نقیس الا
عند الضرورۃ الشدیدۃ وذلک اننا ننظر اولا فی دلیل تلک المسئلۃ من الکتاب والسنۃ او اقضیۃ الصحابۃ فان
لم نجد دلیلا قسنا وفی روایۃ اخری عن الامام انا ناخذ اولا بالکتاب ثم بالسنۃ ثم باقضیۃ الصحابۃ ونعمل بما یتفقون علیہ
فان اختلفوا قسنا حکما علے حکم وفی روایۃ اخری انا نعمل اولا بکتاب اللہ ثم بسنۃ رسول اللہ ثم باحادیث ابی بکر وعمر
وعثمان وعلی وفی روایۃ اخری انہ کان یقول ما جاء عن رسول اللہ فعلے الراس والعین بابی ہو وامی ولیس لنا مخالفتہ
وما جاءنا عن اصحابہ تخیرنا وما جاء عن غیرہم فہم رجال ونحن رجال انتہی حاصل ان سب روایتوں کا یہ ہے کہ امام
ابو حنیفہ قیاس نہین کرتے تہے مگر بضرورت شدیدہ پہلے حکم کو قرآن سے تلاش کرتے تہے اگر کوئی آیت سے وہ حکم
نہ معلوم ہوا تو احادیث نبویہ پر عمل کرتے تہے اگر احادیث نبویہ بہی نہ ملین تو آثار صحابہ پر عمل کرتے تہے اگر وہ
متفق علیہ صحابہ کا ہو اور اگر مختلف فیہ ہو تو اقوال صحابہ سے کسی قول کو اختیار کرتے تہے اگر ان سب سے حکم
نہ ثابت ہوا اور ضرورت اجتہاد کی پڑی اوس وقت قیاس کرتے تہے اور یہی اوسمین ہے جمیع ما استدل
بمذہبہ اخذہ عن خیار التابعین وانہ لا یتصور فی سندہ شخص متہم بکذب وان قیل بضعف بعض من ادلۃ مذہبہ فذا
بالضعف انما ہو بالنظر للرواۃ النازلین عن سندہ بعد موتہ وذلک لا یقدح فیما اخذ بہ الامام عندہ کل من [illegible]
فی الرواۃ وہو صاعد الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وکذلک نقول فی ادلۃ مذہب اصحابہ فلم یستدل احد منہم بحدیث
ضعیف فرد لم یات الا من طریق واحدۃ ابدا کما تتبعنا ذلک انما یستدل احدہم بحدیث صحیح او حسن او ضعیف کثرت
طرقہ حتی ارتفع لدرجۃ الحسن وذلک امر لا یختص باصحاب الامام ابی حنیفۃ بل لسائرہم فیہ جمیع المذاہب کلہا انتہی
حاصل اسکا یہ ہے کہ جتنے احادیث کہ ابو حنیفہ نے اون سے استدلال کیا ہے وہ سب تابعین ہادیین سے
مروی ہین اور اونکی سند مین امام سے تا بہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی شخص متہم او نکاذب نہین ہے

اور کوئی دلیل اونکی ضعیف معلوم ہو پس وہ بسبب ضعف اون روات کے ہی جو بعد ابو حنیفہ کے ہین اور
اس سے اونکی دلیل مین کچھ نقصان لازم نہین آتا ہے اور اسیطرح دلیلین مقلدین ابو حنیفہ کی حدیث
صحیح اور حسن اور ضعیف کہ جسکی طرق کثیر ہون ہین اور اس طریقہ مین اونکے سب مذہب والے شریک ہین
کچھ اونکی خصوصیت نہین ہے اور بھی میزان شعرانی مین ہے روی ابو جعفر الشیزاماری عن شقیق البلخی
روایت کیا ہے ابو جعفر شیزاماری نے شقیق بلخی سے انہ کان یقول ابو حنیفۃ من اورع الناس واعلم الناس
واعبد الناس واکرم الناس واکثرہم احتیاطا فی الدین وابعدہم عن القول بالرای فی دین اللہ وکان لا یضع مسئلۃ
فی العلم حتے یجمع اصحابہ علیہا ویعقد علیہا مجلسا فاذا اتفق اصحابہ کلہم علے موافقتہا للشریعۃ قال لابی یوسف غیرہ
ضعہا فی الباب الفلانی انتہی کہتے تھے شقیق کہ تھے ابو حنیفہ سب آدمیون مین بڑے متقی اور بڑے پرہیزگار اور
بڑے زاہد اور بڑے عالم اور بڑے محتاط امور دینیہ مین اور بہت دور ہونے والے دخل دینے عقل سے دین مین
اور تھے کہ نہین حکم دیتے تھے کسی مسئلہ مین یہانتک کہ اپنے سب تلامذہ کو جمع کرتے اور سبھون کے سامنے پیش کرتے
پس جب سب اتفاق کرتے کہ یہ امر موافق شرع کے ہے اوسوقت ابو یوسف یا کسی اور اپنے شاگرد سے
کہتے کہ اس مسئلہ کو فلان باب مین درج کرو اور بھی اوسی مین ہے وروی بسندہ الی ابراہیم بن عکرمۃ روایت
کیا شیزاماری نے اپنی سند سے ابراہیم بن عکرمہ سے انہ کان یقول کہ وہ کہتے تھے ما رایت فی عصری کلہ عالما
اورع ولا ازہد ولا اعبد ولا اعلم من الامام ابی حنیفۃ نہین دیکھا مین نے اپنے زمانے مین کوئی عالم بڑا زاہد اور عابد
اور بڑا عالم ابو حنیفہ سے بڑھ کے وروی الشیزاماری ایضا عن عبد اللہ بن المبارک اور روایت کیا شیزاماری نے
عبد اللہ بن مبارک سے قال دخلت الکوفۃ فسألت علماءہا من اعلم الناس فی بلادکم ہذہ فقالوا کلہم الامام
ابو حنیفۃ کہا اونہون نے کہ پہونچا مین کوفہ مین پس پوچھا مین نے وہان کے علماء سے کہ کون ہے بڑا عالم ان شہرون
مین پس سبھون نے بالاتفاق جواب دیا کہ ابو حنیفہ فقلت لہم من اورع الناس فقالوا کلہم الامام ابو حنیفۃ پس
کہا مین نے کہ کون ہے بڑا پرہیزگار ان بلاد مین پس سبھون نے کہا کہ ابو حنیفہ فقلت لہم من ازہد الناس فقالوا
کلہم الامام ابو حنیفۃ پس کہا مین نے کہ کون ہے بڑا زاہد ان اطراف مین پس سبھون نے کہا کہ ابو حنیفہ فقلت لہم
من اعبد الناس واکثرہم اشتغالا بالعلم فقالوا کلہم الامام ابو حنیفۃ پس پوچھا مین نے کہ کون ہے بہت عبادت
کرنیوالا اور اکثر علم کے ساتھ شغل کرنے والا پس سبھون نے جواب دیا کہ ابو حنیفہ فما سألتہم عن خلق من الاخلاق
الحسنۃ الا وقالوا کلہم لا نعلم احدا تخلق بذلک غیر الامام ابی حنیفۃ بعد اوسکے نہین پوچھا مین نے اونسے کسی عمدہ صفت کو
مگر اونہون نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک یہ صفت سوا ابو حنیفہ کے کسی مین نہین ہے ان عبارات سے
واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ کی علو مرتبت و رفعت درجت کے تمام فقہاء و محدثین و اولیاء اللہ مقر ہین اور جو اونکی طرف

نسبت کرتے ہین کہ وہ قیاس بہت کرتے تھے اور حدیث کو چھوڑ دیتے تھے یا یہ کہ اونکو علم حدیث مین بضاعت کم تھی یا یہ کہ اونکے مذہب مین احتیاط کم ہے وہ سب متعصب جھوٹے ہین اب تھوڑی سی عبارت نووی شارح صحیح مسلم کی کہ قول اونکا تمام علماء کے نزدیک مقبول ہے اور تحقیق اونکے جملہ محدثین کے نزدیک معتبر ہے یہی نقل کی جاتی ہے جس سے کیفیت منقبت ابوحنیفہؒ کی زیادہ منکشف ہوتی ہے تہذیب الاسماء واللغات مین وہ لکھتے ہین قال الخطیب البغدادی کہا خطیب بغدادی نے جو اجلہ محدثین سے ہین اپنی تاریخ مین ابوحنیفۃ التیمی فقیہ اہل العراق یعنے ابوحنیفہ فقیہ ہین اہل عراق کے رای انس بن مالک دیکھا اونہون نے حضرت انسؓ صحابی کو وسمع عطاء بن ابی رباح وابا اسحق السبیعی ومحارب بن دثار والہیثم بن حبیب الصواف وقیس بن مسلم ومحمد بن المنکدر ونافعا مولے ابن عمر وہشام بن عروۃ ویزید الفقیر وسماک بن حرب وعلقمۃ بن مرثد وعطیۃ العوفی وعبد العزیز بن رفیع وعبد الکریم ابا امیۃ وغیرہم اور سنا ابوحنیفہ نے احادیث کو عطاء اور ابو اسحق اور محارب بن دثار اور ہیثم بن حبیب اور قیس بن مسلم اور محمد بن المنکدر اور نافع اور ہشام بن عروہ اور یزید اور سماک بن حرب اور علقمہ بن مرثد اور عطیہ عوفی اور عبد العزیز بن رفیع اور عبد الکریم وغیرہ سے وروی عنہ ابو یحیے الحمانی وہشیم بن بشر وعباد بن العوام وعبد اللہ بن المبارک ووکیع بن الجراح ویزید بن ہارون وعلی بن عاصم ویحیے بن نصر وابو یوسف القاضی ومحمد بن الحسن وعمرو بن محمد العنقزی وہوذۃ بن خلیفۃ وابو عبد الرحمن المقری وعبد الرزاق بن ہمام وآخرون اور روایت کیا ابوحنیفہ سے احادیث کو ابو یحیے حمانی اور ہشیم بن بشر اور عباد بن عوام اور عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح اور یزید بن ہارون اور علی بن عاصم اور یحیے بن نصر اور قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن اور عمرو بن محمد اور ہوذہ بن خلیفہ اور ابو عبد الرحمن مقری اور عبد الرزاق بن ہمام وغیرہ نے قال الخطیب ہو من اہل الکوفۃ نقلہ ابو جعفر المنصور الی بغداد فاقام بہا حتے مات کہا خطیب نے کہ وہ کوفہ کے رہنے والون سے ہین بلایا اونکو خلیفۂ وقت ابو جعفر منصور نے بغداد مین پس وہین اونہون نے اقامت کی یہانتک کہ انتقال کیا وروی الخطیب باسنادہ الی اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ قال انا جدی من ابناء فارس الاحرار واللہ ما وقع علینا رق قط اور روایت کیا خطیب نے بسند ابوحنیفہ کے پوتے اسمعیل بن حماد سے کہ اونہون نے کہا ہمارے آباء اجداد اصل فارس کے تھے اور سب حر تھے کبھی اونمین غلامی کی صفت نہین آئی وباسنادہ عن عبد اللہ بن عمرو الرقی قال اور روایت کیا خطیب نے اپنی سند سے عبد اللہ بن عمرو رقی سے کہ کہا اونہون نے کلم ابن ہبیرۃ ابا حنیفۃ ان یلی قضاء الکوفۃ فابی علیہ فضربہ مائۃ سوط وعشرۃ اسواط فی کل یوم عشرۃ اسواط وہو علے الامتناع فلما رای ذلک خلی سبیلہ وکان ابن ہبیرۃ عاملا علے العراق فی زمان بنی امیۃ یعنے ابن ہبیرہ نے جو حاکم تھے بلاد عراق مین سلاطین بنی امیہ کیطرف سے امام ابوحنیفہ کو عہدہ قضاء سپرد کرنیکا قصد کیا اور ان سے اصرار کیا امام نے بوجہ کمال احتیاط ونہایت اتقاء اوس سے انکار کیا ابن ہبیرہ نے

ایکسو دس تازیانہ ابوحنیفہ کو مارے ہر روز دس دس تاکہ وہ اس عہدہ کو قبول کر لیں مگر اونہون نے نہ قبول کیا

وعن الربیع بن عاصم اور روایت کی ربیع بن عاصم سے قال ارسلنی یزید بن عمر بن ہبیرۃ فقدمت علیہ بابی حنیفۃ فاراده علی بیت المال فابی فضربہ اسواطا کہا اونہون نے بھیجا مجکو یزید بن عمر بن ہبیرہ نے ابوحنیفہ کے پاس پس لے آیا مین اونکو ابن ہبیرہ کے پاس پس قصد کیا اوسنے کہ سپرد کرے اونکے بیت المال کو پس نہ مانا ابوحنیفہ نے پس مارا ابن ہبیرہ نے اونکو چند کوڑون سے

وعن اسمعیل بن سالم البغدادی قال اکرہ ابوحنیفۃ علی الدخول فی القضاء فلم یقبل وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذلک بکی وترحم علی ابی حنیفۃ اور روایت کی اسمعیل بن سالم بغدادی سے کہا اونہون نے جبر کیا گیا ابوحنیفہ پر واسطے قبول کرنے عہدہ قضا کے پس نہ مانا اونہون نے اور تھے امام احمد حنبل کہ جب ذکر کرتے تھے اس کیفیت کا روتے تھے اور ابوحنیفہ کیواسطے دعاے رحمت کرتے تھے

وباسناده الی بشر بن الولید الکندی قال اشخص المنصور ابو جعفر امیر المومنین اباحنیفۃ یعنی من الکوفۃ الی بغداد فاراده ان یولیہ القضاء فابی فحلف علیہ لیفعلن فحلف ابوحنیفۃ ان لایفعل فحلف المنصور لیفعلن فحلف ابوحنیفۃ ان لایفعل فقال الربیع الحاجب الا تری امیر المومنین یحلف فقال ابوحنیفۃ امیر المومنین علی کفارۃ ایمانہ اقدر منی علی کفارۃ ایمانی فامر بہ الی الحبس فی الوقت والصحیح انہ توفی وھو فی السجن اور روایت کیا خطیب نے بسند بشر بن ولید کندی سے کہ بلایا سلطان زمان ابوجعفر منصور نے ابوحنیفہ کو کوفہ سے بغداد مین اور ارادہ کیا کہ اونکو قاضی بناوین پس انکار کیا ابوحنیفہ نے پس قسم کھائی بادشاہ نے کہ تمکو ضرور ہم قاضی کرینگے پس قسم کھائی ابوحنیفہ نے کہ ہرگز مین قاضی نہونگا پھر قسم کھائی بادشاہ نے اور قسم کھائی ابوحنیفہ نے پس کہا ربیع دربان بادشاہ نے ابوحنیفہ سے کہ تمکو بادشاہ کی قسم کا بھی لحاظ نہین ہے پس جواب دیا ابوحنیفہ نے کہ بادشاہ قسم کے کفارہ دینے پر قادر ہے اور مین اپنی قسم کے کفارہ دینے پر قادر نہین ہون پس اوسیوقت بادشاہ نے امام کو قید خانے مین داخل کیا اور امام قید خانے مین رہے یہانتک کہ رحلت کی

وباسناده الی مغیث قال قال خارجۃ بن یزید دعا ابو جعفر اباحنیفۃ الی القضاء فابی علیہ فحبسہ ثم دعابہ فقال لہ اترغب عما نحن فیہ قال اصلح اللہ امیر المومنین لا اصلح للقضاء فقال لہ کذبت ثم عرض علیہ الثانیۃ فقال ابوحنیفۃ قد حکم علی امیر المومنین انی لا اصلح للقضاء لانہ نسبنی الی الکذب فان کنت کاذبا فلا اصلح وان کنت صادقا فقد اخبرت امیر المومنین انی لا اصلح للقضاء فرده الی الحبس یعنے روایت کیا خطیب نے بسند مغیث سے کہا اونہون نے کہ کہا خارجہ بن یزید نے بلایا ابوجعفر نے ابوحنیفہ کو قاضی بنانے کے واسطے پس انکار کیا اونہون نے پس قید کیا اونکو پھر ایک روز بلایا اونکو اور کہا کہ کیا تم انکار کرتے ہو کہا ابوحنیفہ نے مین قابل قضا کے نہین ہون پس کہا ابوجعفر نے تم جھوٹے ہو پس کہا ابوحنیفہ نے کہ آپ کے کلام سے ثابت ہوگیا کہ مین قابل قضا کے نہین ہون کیونکہ آپ نے مجکو جھوٹا کہدیا پس اگر مین جھوٹا ہون تو قابلیت قضا کی نہین رکھتا ہون کیونکہ جھوٹا قاضی

نہین ہوسکتا ہے اور اگر مین سچا ہون تو آپ سے مین پہلے کہہ چکا کہ مین قابل قضا کے نہین ہون ہو اب

الی الربیع بن یونس قال رایت امیر المومنین المنصور ینازل ابا حنیفۃ فی امر القضاء وہو یقول اتق اللہ ولا ترع فی امانتک

الا من یخاف اللہ فقال لہ کذبت انت تصلح فقال قد حکمت علی نفسک کیف یحل لک ان تولی قاضیا علی امانتک

کذاب یعنے روایت کیا خطیب نے بسند ربیع بن یونس سے کہا اونہون نے دیکہا مین نے امیر المومنین

کو گفتگو کرتے تھے ابو حنیفہ سے قاضی بنانے کے باب مین اور وہ جواب دیتے تھے کہ خدا سے خوف کرو اور

نہ بناؤ مگر اوسکو جو خدا سے ڈرتا ہو اور مین قابل اسکے نہین ہون پس کہا منصور نے کہ تم جھوٹے ہو تم قابل

ہو پس کہا ابو حنیفہ نے کیونکر درست ہے تمکو کہ قاضی بناؤ جھوٹے کو وقال ابو حنیفۃ دخلت علی ابی جعفر امیر

فقال لی یا ابا حنیفۃ عمن اخذت العلم قلت عن حماد یعنے ابن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی عن عمر بن الخطاب

وعلی بن ابی طالب وعبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عباس فقال ابو جعفر بخ بخ استوثقت یا ابا حنیفۃ اور

گیا مین پاس ابو جعفر کے پس کہا اونہون نے کس سے تمنے علم حاصل کیا کہا مین نے حماد بن ابی سلیمان سے

ابراہیم نخعی سے اونہون نے حضرت عمر اور حضرت علے اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس

ابو جعفر نے تیری سند مضبوط تمنے حاصل کی ودخل ابو حنیفۃ یوما علی المنصور فقال المنصور ہذا عالم اہل

ابو حنیفہ ایک روز منصور کے پاس پس کہا منصور نے کہ یہ شخص اس زمانہ مین عالم ہے تمام

مہران قال رای ابو حنیفۃ فی النوم کانہ ینبش قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فبعث من سال

محمد بن سیرین من صاحب ہذہ الرؤیا ولم یجبہ عنہا ثم سالہ الثانیۃ فلم یجبہ عنہا ثم سالہ الثالثۃ فقال صاحب ہذہ الرؤیا

یثور علما لم یسبقہ الیہ احد قبلہ اور روایت کیا خطیب نے ہشام بن مہران سے کہ دیکہا ابو حنیفہ نے خواب مین

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس کہودتے ہین پس بہیجا ایک شخص کو محمد بن سیرین کے پاس

بڑے معبر تھے کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے اوس شخص نے یہ خواب محمد بن سیرین سے بیان کیا اونہون

چند مرتبہ پوچہا کہ کسنے یہ خواب دیکہا ہے مگر اوس شخص نے نام امام کا نہین بتایا پس کہا محمد بن سیرین نے

کہ جسنے یہ خواب دیکہا ہے وہ شائع کریگا علم کو کہ قبل اوسکے وہ [illegible] کسیکو نصیب نہین ہوا ہوگا وعن ابن عیینۃ

قال ما مقلت عینی مثل ابی حنیفۃ اور روایت کیا ابن عیینہ سے کہا اونہون نے نہین دیکہا میری آنکہ نے

مثل امام ابو حنیفہ کے وعن ابن المبارک قال کان ابو حنیفۃ آیۃ کہا عبد اللہ بن مبارک نے کہ تھے ابو حنیفہ ایک نشان

علم وغیرہ کے وعن سہل بن مزاحم قال بذلت الدنیا لابی حنیفۃ فلم یردہا وضرب علیہا بالسیاط فلم یقبلہا اور روایت کیا

سہل بن مزاحم سے کہا اونہون نے صرف کی گئی اور متوجہ کی گئی دنیا ابو حنیفہ کی طرف لیکن اونہون نے قصد

نکیا اور کوڑے لگائے گئے اونکو تاکہ وہ دنیا قبول کرین مگر اونہون نے انکار کیا وعن مسعر بن کدام قال

ما احسد احدا بالكوفة الا رجلين ابا حنيفة فی فقهه والحسن بن صالح فی زهده اور روایت کیا مسعر بن کدام سے کہا مہوں
نہیں رشک کرتا ہوں کوفہ میں کسیکا مگر ابو حنیفہ کے فقہ کا اور حسن بن صالح کے زہد کا وعن الفضیل بن عیاض قال
كان ابو حنيفة فقيها معروفا مشهورا بالورع معروفا بالافضال على من يطيفه صبورا على تعليم العلم بالليل والنهار
كثير الصمت قليل الكلام حتى ترد مسئلة فی حلال وحرام اور روایت کیا فضیل بن عیاض سے کہا اونہوں نے
تھے ابو حنیفہ بڑے فقیہ مشہور ساتھ پرہیزگاری کے اور ساتھ احسان کرنے کے مہانوں پر بڑی کوشش کرنیوالے
تعلیم علم میں شب و روز اور تھے کہ اکثر چپ رہتے تھے اور بہت کم گفتگو کرتے تھے یہانتک کہ کوئی مسئلہ حلال اور
حرام کا آجاوے وعن ابی یوسف قال انی لا دعو لابی حنیفة قبل ابوی اور روایت کیا ابو یوسف سے کہ میں دعا
کیا کرتا ہوں ابو حنیفہ کے واسطے قبل اپنے والدین کے وعن ابی بکر بن عیاش قال اور روایت کیا ابو بکر بن
عیاش سے کہا اونہوں نے مات اخو سفیان الثوری فاجتمع الناس الیه لعزائه فجاء ابو حنیفة فقام الیه سفیان
واکرمه واقعده مکانه وقعد بین یدیه انتقال کیا سفیان ثوری کے بھائی نے پس لوگ آگئے اونکے پاس تعزیت
کے واسطے پس آئے ابو حنیفہ پس کھڑے ہوگئے سفیان ثوری اور تعظیم کی اونکی اور بٹھایا ابو حنیفہ کو اپنی جگہ پر
اور خود مودب ہو کے سامنے اونکے بیٹھے وعن ابن المبارک قال ما رایت فی الفقه مثل ابی حنیفة اور روایت
کیا ابن مبارک سے کہا اونہوں نے نہیں دیکھا میں نے مہارت فقہ میں مثل ابو حنیفہ کے وعن ابن المبارک قال
اور روایت کیا عبد اللہ بن مبارک سے کہا اونہوں نے رایت مسعرا فی حلقة ابی حنیفة جالسا بین یدیه یسئله ویستفید
منه وما رایت احدا قط تکلم فی الفقه احسن من ابی حنیفة دیکھا میں نے مسعر بن کدام کو مجلس ابو حنیفہ میں پوچھتے
تھے اونسے مسائل اور علم حاصل کرتے تھے اور نہیں دیکھا کسیکو بہتر گفتگو کرنے والا ابو حنیفہ سے بڑھ کے
وعن ابی نعیم قال کان ابو حنیفة صاحب غوص فی المسائل اور روایت کیا ابو نعیم سے کہا اونہوں نے تھے ابو حنیفہ
صاحب فکر وغور طلب مسائل میں وعن وکیع قال اور روایت کیا وکیع سے کہ کہا اونہوں نے مالقیت افقه من
ابی حنیفة ولا احسن صلوة منه نہیں دیکھا میں نے کوئی فقیہ اور خوب نماز پڑھنے والا ابو حنیفہ سے بڑھ کے
وعن النضر بن شمیل قال اور روایت ہے نضر بن شمیل سے کہ کہا اونہوں نے کان الناس نیاما عن الفقه
حتی ایقظهم ابو حنیفة تھے آدمی سب سوتے اور غافل فقہ سے پس جگایا اور ہوشیار کیا اونکو ابو حنیفہ نے
وعن الشافعی الناس عیال ابی حنیفة فی الفقه اور روایت کیا امام شافعی سے کہ سب لوگ محتاج ہیں ابو حنیفہ
کے فقہ میں وعن جعفر بن الربیع قال اور روایت کیا جعفر بن ربیع سے کہا اونہوں نے اقمت علی ابی حنیفة
خمس سنین فما رایت اطول صمتا منه فاذا سئل عن الشئ من الفقه تفتح وسال کالوادی قیام کیا میں نے
ابو حنیفہ کے پاس پانچ برس پس نہیں دیکھا چپ بیٹھنے والا اونسے زیادہ کوئی پس جب کوئی امر فقہ سے

سوال کرتا اب جواب دیتے اور اسطرح سے بیان کرتے جیسے پانی بہتا ہے وعن ابراہیم بن عکرمۃ قال ما رایت
اورع ولا افقہ من ابی حنیفۃ اور روایت کیا ابراہیم بن عکرمہ سے کہ نہین دیکھا مین نے کوئی پرہیزگار اور متقی
اور فقیہ ابوحنیفہ سے بہتر ہ کے وعن یحیی بن ایوب الزاہد قال اور روایت کیا یحیی بن ایوب زاہد سے کہا اونہون نے
کان ابوحنیفۃ لا ینام اللیل تھے ابوحنیفہ تمام رات نہین سوتے تھے وعن زافر بن سلیمان قال اور روایت کیا
زافر بن سلیمان سے کہا اونہون نے کان ابوحنیفۃ یحیی اللیل برکعۃ یقرء فیہا القرآن تھے ابوحنیفہ کہ شب بیداری
کرتے تھے اور ایک رکعت مین تمام قرآن پڑہتے تھے وعن اسد بن عمرو قال اور روایت کیا اسد بن عمرو سے
کہا اونہون نے صلی ابوحنیفۃ بوضوء العشاء صلوۃ الفجر اربعین سنۃ وکان عامۃ اللیل یقرء القرآن فی رکعۃ وکان
یسمع بکاؤہ حتی یرحمہ جیرانہ وحفظ علیہ انہ ختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ الاف مرۃ ابوحنیفہ نے
عشا کی وضو سے صبح کی نماز پڑہی ہے چالیس برس تک اور اکثر ایک رکعت مین سارا قرآن پڑہتے تھے
اور روتے تھے شب کو یہانتک کہ اونکے ہمسایہ کے لوگ اونکے رونے پر رحم کرتے تھے اور جس مقام مین
ابوحنیفہ نے انتقال کیا وہان سات ہزار ختم قرآن کے اونہون نے کیے اور یہی تہذیب الاسماء نووی مین ہے
عن الحسن بن عمارۃ انہ غسل اباحنیفۃ حین توفی وقال غفر اللہ لک لم تفطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تتوسد یمینک
باللیل منذ اربعین سنۃ وقد اتعبت من بعدک اور روایت کیا حسن بن عمارہ سے کہ اونہون نے جب غسل دیا
ابوحنیفہ کو کہا اللہ تمہاری مغفرت کرے تیس برس تک آپ نے افطار نکیا علی الاتصال روزہ رکھا کیے اور
شب کو چالیس برس تک عبادت مین رہے ایک لمحہ نہین سوئے وعن ابن المبارک ان اباحنیفۃ صلی
خمسا واربعین سنۃ الصلوات الخمس بوضوء واحد وکان یجمع القرآن فی رکعتین اور ابن المبارک سے روایت
کی کہا ابوحنیفہ نے پینتالیس برس تک پنج وقتہ نماز ایک وضو سے پڑہی اور تھے کہ تمام قرآن پڑہتے تھے
دو رکعت مین وعن ابی یوسف قال بینا انا امشی مع ابی حنیفۃ سمع رجلا یقول لرجل ہذا ابوحنیفۃ لا ینام
اللیل فقال ابوحنیفۃ لا یتحدث عنی بما لا افعلہ فکان یحیی اللیل صلوۃ ودعاء وتضرعا اور امام ابو یوسف سے
روایت کی کہا اونہون نے مین چلا جاتا تہا امام ابوحنیفہ کے ساتھ کہ اونہون نے سنا ایک شخص کو کہ کہتا ہے
دوسرے سے یہ ابوحنیفہ ہین کہ تمام رات نہین سوتے ہین پس فرمایا ابوحنیفہ نے نہ نسبت کیا جاوے
میری طرف وہ امر کہ مجہ مین وہ نہین ہے پس اوس روز سے تمام رات جاگتے تھے اور نماز اور دعا و تضرع
مین مصروف رہتے تھے وعن مسعر بن کدام قال دخلت لیلۃ المسجد فرایت رجلا یصلی فاستحلیت قراءتہ
فقرء سبعا فقلت یرکع ثم قرء الثلث ثم النصف فلم یزل یقرء حتی ختمہ کلہ فی رکعۃ فنظرت فاذا ہو ابوحنیفۃ اور
روایت کی مسعر بن کدام سے کہا اونہون نے گیا مین ایک شب کو مسجد مین پس دیکہا مین نے ایک شخص کو

کہ نماز پڑھتا تھا پس یہ خوش معلوم ہوئی مجکو اوسکی تلاوت قرآن پس سننے لگا مین پس پڑھا اوسنے ساتوان
حصہ قرآن مین نے خیال کیا کہ اب رکوع کریگا مگر اوسنے رکوع نکیا اور پڑھتا گیا یہانتک کہ ایک تہائی قرآن تک
پہونچا پہر نصف تک پہر صبح پڑھتا گیا یہانتک کہ کل اوسنے ایک رکعت مین پڑھا پس غور کیا مین نے کہ یہ کون شخص ہے
پس معلوم ہوا کہ ابو حنیفہ تھے وعن زائدة قال صلیت مع ابی حنیفة فی مسجد العشاء وخرج الناس ولم یعلم انی
فی المسجد فقام فافتتح الصلوٰة فقرء حتی بلغ ہذہ الآیة فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم فلم یزل یرددہا حتی
اذن المؤذن لصلوٰة الصبح اور زائدہ سے روایت کی کہ مین نے ابو حنیفہ کے ساتھ عشا کی نماز ادا کی اور بعد نماز کے
لوگ سب چلے گئے مگر مین بیٹھا رہا اور ابو حنیفہ نے سمجھا کہ اب کوئی مسجد مین نہین ہے پس نماز شروع کردی
اور اوسمین سورہ طور پڑھنے لگے جب اس آیت تک پہونچے فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم ایسی خشیت
اونپر طاری ہوئی کہ تمام شب اسی آیت کو مکرر پڑہا کیے یہان تک کہ صبح کی اذان ہوگئی وعن القاسم بن معن
ان ابا حنیفة قام لیلة بہذہ الآیة بل الساعة موعدہم والساعة ادہی وامر فلم یزل یرددہا ویبکی ویتضرع اور قاسم
بن معن سے روایت کی کہ ابو حنیفہ نے ایک شب کو اس آیت کی بل الساعة موعدہم الخ جو سورہ قمر مین ہے تکرار کی
اور روتے رہا کیے یہانتک کہ صبح ہوگئی وعن مکی بن ابراہیم قال جالست الکوفیین فما رأیت فیہم اورع من ابی حنیفة
اور مکی بن ابراہیم سے روایت کی کہا اونہون نے ملاقات کی مین نے اہل کوفہ سے اور صحبت کی زمانہ کے علماء کی
پس نہین دیکہا مین نے کسیکو پرہیزگار ابو حنیفہ سے بڑہکے وعن وکیع قال کان ابو حنیفة جعل علی نفسہ ان
لا یحلف باللہ فی عرض کلامہ الا تصدق بدرہم فحلف فتصدق ثم جعلہ علی نفسہ ان حلف ان یتصدق بدینار وکان اذا حلف
فی عرض الکلام تصدق بدینار وکان اذا انفق علی عیالہ نفقة تصدق بمثلہا وکان اذا اکتسی ثوبا جدیدا کسی بقدر
ثمنہ الشیوخ العلماء وکان اذا وضع بین یدیہ الطعام اخذ منہ ضعف ما یاکل فجعلہ علی الخبز ثم یعطیہ لفقیر اور روایت کی
وکیع سے کہ تھے ابو حنیفہ کہ کمال احتیاط سے قسم سچی بھی نہین کہاتے تھے اور اونہون نے نذر کرلی تھی کہ اگر مین کبھی
اثنائے گفتگو مین خدا کی قسم کہاؤن تو مین ایک درہم صدقہ کرونگا پس ایکمرتبہ اتفاقًا قسم کہا گئے پس ایک
درہم صدقہ کیا بعد اوسکے نذر کی کہ اب اگر کبھی قسم کہاؤن تو ایک دینار صدقہ کرونگا پس بعد اسکے جب کبھی
قسم کہاتے ایک دینار صدقہ کرتے اور تھی کہ جب کسیقدر اپنے اہل وعیال پر صرف کرتے تھے اوسیقدر فقراء کو
کردیتے اور جب کبھی نیا کپڑا پہنتے بقدر قیمت اوسکے اور علماء کو کپڑے پہناتے اور جب کہانا کہاتے دوحصہ
اوسکا جسیقدر کہاتے فقیر کو دیتے وعن ربیع الضیا قال کان ابو حنیفة عظیم الامانة وکان یؤثر رضاء اللہ
علی کل شیء ولو اخذتہ السیوف فی اللہ لاحتملہا اور یہی روایت ہے وکیع سے کہ تھے ابو حنیفہ بڑے امانتدار اور
مقدم رکہتے تھے خوشنودی پروردگار کو ہر چیز پر اور اگر راہ خدا مین واجراء شریعت مین اونپر تلوارین پڑتین

اوسکے متحمل ہوجاتے تھے وعن قیس بن الربیع قال کان ابوحنیفۃ ورعا فقیہا کثیر البر والصلۃ لکل من لجا الیہ کثیر الافضال
علی اخوانہ وکان یبعث البضائع الی بغداد فیشتری بہا الامتعۃ ویحملہا الی الکوفۃ فیجمع الارباح من سنۃ الی سنۃ فیشتری
بہا حوائج الاشیاخ المحدثین واقواتہم وکسوتہم وجمیع حوائجہم ثم یدفع باقی الدنانیر من الارباح الیہم فیقول انفقوا فی حوائجکم
ولا تحمدوا الا اللہ فانی ما اعطیتکم من مالی شیئا ولکن من فضل اللہ علی فیکم وہذہ ارباح بضاعتکم فانہ ہو واللہ مما یجریہ اللہ
لکم علی یدی اور روایت کی قیس بن ربیع سے کہ تھے ابوحنیفہ بڑے متقی اور بڑے فقیہ بہت احسان کرنے اپنے
بہائیون پر اور ہر اوس شخص پر جو کہ مضطر ہو اور بہیجتے تھے مال واسطے خرید اسباب کے طرف بغداد کے اور وہ
اسباب جب کوفہ مین آتا تو اوسکو فروخت کرتے تھے اوسمین جسقدر نفع ہوتا تھا سال بسال اوسکو جمع کرکے
اوس سے کہانے کا سامان اور کپڑے وغیرہ ضروریات خرید کرکے محدثین اور علماء کو تقسیم کردیتے تھے اور باقی
دنانیر بہی اونہین کو دیتے تھے اور کہتے تھے کہ نہ شکر کرو تم مگر اللہ کا کہ یہ مال میرا نہین بلکہ تمہین سب کا ہے کہ
میرے ذریعہ سے اللہ نے تمکو پہونچایا ہے وعن حفص بن حمزۃ القرشی قال کان ابوحنیفۃ ربما مر بہ الرجل فیجلس
الیہ بغیر قصد ولا مجالسۃ فاذا قام سال عنہ فان کان بہ حاجۃ وصلہ وان مرض عادہ حتی یجرہ الی مواصلتہ وکان
اکرم الناس مجالسۃ اور روایت کی حفص بن حمزہ سے کہ ابوحنیفہ کے پاس جب کوئی اجنبی آتا اور اتفاقا اونکے
پاس بیٹہتا جب وہ اوٹہنے لگتا تو ابوحنیفہ اوسکا حال دریافت کرتے اور کمال حسن خلق کے ساتہ پیش آتے پس
اگر معلوم ہوتا کہ اوسکو کچہ ضرورت ہے ابوحنیفہ رفع ضرورت کردیتے اور اوسکی خدمت کرتے وعن ابی یوسف
کان ابوحنیفۃ لا یکاد یسال حاجۃ الا قضاہا اور روایت کی ابو یوسف سے کہ ابوحنیفہ سے جب کوئی حاجت پیش
کرتا تہا آپ قضائے حاجت کردیتے تہے وعن ابن المبارک قال قلت لسفیان الثوری یا ابا عبد اللہ ما ابعد ابا حنیفۃ من الغیبۃ
ما سمعتہ یغتاب عدوا لہ قط فقال واللہ ہو اعقل من ان یسلط علی حسناتہ ما یذہب بہا اور عبد اللہ بن مبارک نے
روایت کی کہ کہا مین نے سفیان ثوری سے بطور تعجب کے کہ ابوحنیفہ کو نہین سنا مین نے کسی کی غیبت کرتے ہوئے
کہ اپنے دشمن کی بہی غیبت نہین کرتے ہین پس کہا سفیان ثوری نے کہ وہ بڑے عقلمند ہین نہین چاہتے ہین
کہ اونکی نیکیان دوسرے کے پاس چلی جاوین یعنی حدیث مین وارد ہوا ہے کہ غیبت کرنے والے کی نیکیان
اوسکو ملجاتی ہین جسکی وہ غیبت کرتا ہے اسیوجہ سے ابوحنیفہ کسیکی غیبت نہین کرتے ہین کہ اونکے نیک کامون پر
دوسرا شخص مسلط نہو جاوے ان عبارات سے کمال مرتبہ جلالت وفضیلت امام ابوحنیفہ کی تصریحات
اکابر محدثین وعلماء تابعین ثابت ہوئی اور معلوم ہوا کہ جمیع صفات کمالیہ مین امام کو مرتبہ علیا حاصل تہا
عبادت کی وہ کیفیت حسن خلق وسخاوت کی وہ حالت اتباع شریعت واتقاء وپرہیزگاری کی وہ حقیقت
اسکے سوا اور عبارات محدثین وفقہاء کی اگر لکہی جاوین تو ایک دفتر طویل ہوجاوے کہا جاوے ان جہلاء کی

آنکھوں پر کیسے پردے پڑے ہیں کہ باوجود اسکے کہ تمام محدثین و علماء معتبرین امام کے مداح و ثناخوان ہیں مگر وہ کچھ نہیں دیکھتے ہیں وہی محدثین اور مورخین جو بخاری و مسلم کے مناقب لکھہ گئے وہی امام کے بھی مناقب لکھہ گئے مگر جہلاء متعصبین جب فضیلت بخاری اور مسلم کا ذکر آتا ہے تو ان محدثین کے کلام کو اگرچہ بے سند ہو اپنی سند گردانتے ہیں اور جب امام کا ذکر آتا ہی انہیں محدثین کے کلام کو اگرچہ باسند ہو نہیں مانتے ہیں جہلاء تو جہلا انکے علما کی بھی یہی کیفیت ہے کہ جہاں تک ممکن ہو امام ابو حنیفہ کے معائب ذکر کرنے پر تیار ہوتے ہیں اور عبارات مناقب کو واگذاشت کر جاتے ہیں ؎ خود پرست ہو گیا ہے اک عالم : نفس کو اپنے جانتا ہے صنم * مؤلف معیار کو دیکھیے جتنی عبارتیں امام کی نقصان فضیلت پر دال ہیں جھٹ پٹ لکھدیں اور جو عبارتیں محدثین کی اونکے کمال منقبت پر دال ہیں وہ ملاحظہ سے نہ گذریں نہیں نہیں عمداً چھوڑ دیں تہذیب الاسماء سے ایک عبارت ابو اسحق شیرازی کی نقل کر دی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو حنیفہ تابعی نہیں ہیں اور اوسکے متصل تہذیب الاسماء کی عبارت جسمیں بشہادت خطیب بغدادی جو بڑا محدث جلیل القدر ہے امام کی تابعیت مذکور ہے اور رازی خاضل قنوجی نواب بھوپالی نے جنکے باب میں یہ مثل مشہور ہے تازہ بالعروج بالفروج تو ستم کیا ہے کہ ہر تصنیف میں اپنے وہ معائب امام کا ذکر کر دیتے ہیں اور مناقب صحیحہ کو واگذاشت کر جاتے ہیں بے دھڑک لکھدیا کہ ابو حنیفہ کی بضاعت حدیث میں مزجاۃ ہے اور یہ خیال کیا کہ اکابر محدثین اس قول کی تکذیب کر چکے ہیں سب معتبر مورخین و محدثین اس بات کے قائل ہیں کہ ابو حنیفہ قیاس عند الضرورۃ کرتے تھے پہلے قرآن و حدیث و آثار صحابہ سے حکم مسئلہ تلاش کرتے تھے جب نہیں پاتے تھے قیاس کرتے تھے اور یہ بھی سب لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ روایات حدیث میں معتبر ہیں پھر بھلا اونکی قلت مہارت کی حدیث میں کیا معنے ہاں روایات حدیث جس قدر اور ائمہ رضا سے ہوئیں ابو حنیفہ سے نہیں ہوئیں اوسکے چند اسباب ہیں ایک یہ کہ ابو حنیفہ رضا کے زمانے میں احادیث کی روایت کرنی اور جمع کرنی کا طریقہ نہ تھا اور بعد اونکے اور ائمہ کے زمانے میں رواج فن حدیث کا بہت ہوا شرقاً و غرباً محدثین نے سفر کرنا شروع کیا اور روایت حدیث و تصنیف کا طریقہ شائع ہوا اسوجہ سے ابو حنیفہ کیا بلکہ اکثر مجتہدین ہمعصر ابو حنیفہ کو روایات حدیث کا کم اتفاق ہوا اس سے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اونکی ہمت حدیث میں پست تھی اور رائے اونکی سست تھی دوسری یہ کہ روایت حدیث میں اونکو کمال احتیاط کی وجہ سے یہ امر مد نظر رہتا تھا کہ جب تک وہ حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے اونکے زمانہ تک بذریعہ خیار صحابہ و تابعین نہ پہونچے اوسکی روایت نہیں کرتے تھے اسوجہ سے اونکی روایتیں بہ نسبت اور محدثین کے کم ہوئیں تیسری یہ کہ جب تک حدیث یاد نہو اسوقت تک وہ روایت کو جائز نہیں رکھتے تھے اور غایت احتیاط کی وجہ سے یہ رائے اونکی تھی کہ اگر کوئی شخص اپنے شیخ سے حدیثیں سنکے لکھہ رکھے اور بعد ایک عرصہ کے اوسکو

کا مذکور دیکھ اور یقیناً سمجھے کہ میرا ہی خط ہے اسمین کچھ فرق نہیں ہے تب بھی اوسکو روایت کرنا نہین جائز ہے
جب تک اوسکو یاد نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر مین بحث قرأت خلف الامام مین مسطور ہے جمل ردا عیسین

و تضعیف حیثیم ممثل الی حنیفہ مع تشدیدہ فی الروایۃ الی الغایۃ حتی انہ شرط التنذکر لجواز الروایۃ بعد علم انہ خطہ و ترجمہ

الفاظ نہ ادرکم یو افقہ علیاہ انتہی جو کہ یہ بعض کتب مین مذکور ہے کہ ابو حنیفہ روایت حدیث بالمعنی کو جائز نہین
رکہتے تہے بلکہ جب تک خاص وہ لفظ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا ہے یاد نہو روایت
کرنا درست نہین رکہتے تہے پس بسبب ان شروط احتیاطیہ کے جو کہ علامت کمال تقوے ابو حنیفہ کی ہین
اونسے روایات حدیث کم واقع ہوئین اس سے یہ سمجہنا کہ ابو حنیفہ کی بضاعت حدیث مین مزجاۃ ہے
خلاف عقل ہے الحاصل کلام فاضل قنوجی اس بحث مین قابل سماعت کے نہین ایسا کلام وہی مانیگا اور وہی
تسلیم کریگا جو جاہل ہوگا یا متعصب ہوگا اس سے بڑہ کے اور سنیئے فاضل قنوجی نے ابجد العلوم مین بلا
شبکے آنکہہ بند کرکے تحریر فرما دیا لم یر احداً من الصحابۃ باتفاق اہل الحدیث انتہی یعنے نہین دیکہا ابو حنیفہ نے
کسی صحابی کو باتفاق محدثین کے باوجودیکہ خود ہی اپنے رسالہ حطہ مین ایسی عبارتین لائے ہین جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ بعض محدثین نے امام کے تابعی ہونے کی اور صحابہ کو دیکہنے کی تصریح کی ہے اگر یہی بہول نہکا تے
تو اندہیرا ہوگا بلا چار جانتے ہے بہت ایسا کو اندہیرا ہوگا بہر داسکی مفصل تمام مولف ابراز الغی نے ابراز الغی
مین کردی ہے جو اوسکو جزاے خیر دے جسکو شوق ہو ابراز الغی دیکہہ لے اور عبارت نووی و شعرانی
وغیرہ سے یہ قول بہی فاضل قنوجی کا اتحاف النبلا مین لیکن درین شک نیست کہ مقلدین مذہب ابو حنیفہ

[illegible]

انتہی مردود ہوگیا نووی اور عبد الوہاب شعرانی اور خطیب بغدادی اور وہ لوگ جنسے انہون نے نقل کیا ہے
مقلدین مذہب ابو حنیفہ سے نہ تہے حال آنکہ یہ مناقب بہت ہی لکہہ گئے اب غور کیجیے کہ یہ غلو کسکا ہے
حنفیہ کا یا مولف اتحاف کا اگر کوئی کہدے کہ محدثین جو مناقب بخاری مین لکہہ گئے کہ جب آنہون نے صحیح
تصنیف کی ہے ہر حدیث کے لیے وضو کرکے دو رکعت نماز پڑہتے اور پہر ایک حدیث لکہتے تہے اور ایسے اور
مناقب جو اونکے محدثین لکہہ گئے وہ سب غلو صحیح ہے اور فسانہ ساز محدثین کی باتین ہین پس آپ جو اسکا جو
دیجیگا وہی ادہر سے بہی سمجہہ لیجیے فرق کی کوئی وجہ نہین ہے یا یان نہین حدال کا انصاف شرط ہے
لیے اصل بات اشتہر گہین کا فرط ہے + اور اس قول کا کہ ابو حنیفہ کو بدا قلت علم حدیث مین کم تہی ابن
خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ مین اچہی طرح سے ابطال کر دیا ہے عبارت اونکی یہ ہے وقد تقول بعض المبغضین

تضعیف حنیفہ رددہ انتہی علو صحیح

[illegible]

المتعصبين الى ان منهم من كان قليل البضاعة في الحديث فلهذا قلت روايته يعني بعض متعصبين كرامية جو
بغض رکھتے ہیں کہا کہ بعض ائمہ کو جیسے ابو حنیفہ علم حدیث میں کم دخل تھا اسیوجہ سے روایتیں حدیث کی اونسے
کم ہوئی ہیں ولا سبيل الى هذا المعتقد في كبار الائمة لان الشريعة انما تؤخذ من الكتاب والسنة ومن كان قليل
البضاعة من الحديث فيتعين عليه طلبه وروايته والجد والتشمير في ذلك ليأخذ الدين عن اصول صحيحة ويتلقى الاحكام
عن صاحبها المبلغ لها وانما قلل منهم من قلل الرواية لاجل المطاعن التي تعترضه فيها والعلل التي تعرض في طرقها
سيما والجرح مقدم عند الاكثر فيؤديه الاجتهاد الى ترك الاخذ بما يعرض مثل ذلك فيه من الاحاديث وطرق الاسانيد
ويكثر ذلك فتقل روايته لضعف في الطرق هذا مع ان اهل الحجاز اكثر رواية للحديث من اهل العراق لان المدينة
دار الهجرة ومأوى الصحابة ومن انتقل منهم الى العراق كان شغلهم بالجهاد اكثر والامام ابو حنيفة انما قلت روايته
لما شدد في شروط الرواية والتحمل وضعف رواية الحديث اليقيني اذا عارضها الفعل النفسي فقلت من اجلها روايته
فقل حديثه لا انه ترك رواية الحديث متعمدا فحاشاه من ذلك ويدل على انه من كبار المجتهدين في علم الحديث
اعتماد مذهبه فيما بينهم والتعويل عليه واعتباره ردا وقبولا واما غيره من المحدثين وهم الجمهور فتوسعوا في الشروط
وكثر حديثهم والكل عن اجتهاد وقد توسع اصحابه من بعده في الشروط وكثرت روايتهم وروى الطحاوي فاكثر
وكتب مسنده انتهى حاصل اسکا یہ ہے کہ حضرت ائمہ مجتہدین کی شان میں کہ منجملہ اونکے ابو حنیفہ بھی ہیں ہرگز
یہ خیال نہیں ہوسکتا ہے کہ اونکو حدیث کی طرف توجہ کم تھی اسوجہ سے کہ احکام شرعیہ قرآن وحدیث سے
ماخوذ ہیں اور اجتہاد میں شرط ہے کہ قرآن وحدیث میں مداخلت تامہ ہو اور جب حکم قرآن وحدیث
واجماع سے نہ معلوم ہو اجتہاد سے اوسکا استخراج کیا جاوے پس مجتہد پر فرض ہے کہ طلب احادیث اور
تتبع روایات کرے ورنہ وہ قیاس کیونکر کرسکتا ہے اور ابو حنیفہ کے مجتہد ہونے میں کسیکو گفتگو نہیں ہے
پس بالضرورۃ انکی توجہ حدیث کی طرف ناقص نہیں ہوسکتی ہے اور دلیل قوی انکے مجتہد ہونے پر اور علم
حدیث میں ماہر ہونے پر یہ ہے کہ جملہ مجتہدین ومحدثین انکے اقوال پر اعتماد کرتے ہیں اور جب اور مجتہدین
کے اقوال سے بحث کرتے ہیں انکے بھی اقوال سے خواہ بطور رد کے خواہ بطور قبول کے بحث کرتے ہیں اگر
انکو علم حدیث میں مہارت نہوتی اور اجتہاد کا مرتبہ انکو حاصل نہوتا انکے قول کا کوئی اعتبار نکرتا اور روایتیں
حدیث کی انہوں نے بہ نسبت اور ائمہ کے کم کیں اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ بلاد عراق میں تھے اور
اور ائمہ بلاد عرب میں جیسے شافعی مکہ میں اور مالک مدینہ میں اور روایات حدیث کی کثرت جسقدر حرمین وغیرہ
میں ہوئی اوسقدر بلاد عراق وغیرہ میں نہیں ہوئی دوسری وجہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ کی شرط روایات میں شدید
تھے اور التزام اونکا بہ نسبت التزامات اور ائمہ کے قوی تھے اسوجہ سے اونسے روایت کم ہوئی اور سیوا

اونکے اور ائمہ نے اس قسم کے التزامات نہین کیے اسوجہ سے روایت اونھون نے بکثرت کی بلکہ خود تلامذہ امام ابو حنیفہ اور مقلدین مذہب حنفی نے اون شروط کا التزام نہین کیا اسیوجہ سے اونکے تلامذہ نے بہت سی روایتین کین اور طحاوی حنفی نے بہت روایتین حدیث کی کین البتہ ایک مسند روایات ابو حنیفہ کی تصنیف کی **قولہ** امام اعظم کو تو بجز سترہ حدیثون کے اور کوئی حدیث ہی نہین ملی چنانچہ عبد الرحمن بن محمد بن خلدون نے اپنی کتاب تاریخ عبر دیوان المبتدأ والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر مین لکھا ہے فابو حنیفۃ یقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثا الخ **اقول** لعنۃ اللہ علی الکاذبین مصنفین سے بڑھ بیے تامل بگفتار دم * نکوگوئی اگر دیر گوئی چہ غم * اس مقام پر کلام ہے بچند وجوہ اول یہ کہ سوا سے ابن خلدون کے کسی اور نے یہ مضمون نہین لکھا کہ ابو حنیفہ کو کل سترہ حدیثین پہونچین اور صرف ابن خلدون کا قول اس باب مین معتبر نہین کیونکہ اوسکو علوم شرعیہ مین مہارت نہ تھی اور فن حدیث و رجال وغیرہ مین مداخلت نہ تھی جیسا کہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی نے جو شاگرد رشید حافظ ابن حجر عسقلانی کے ہین اپنی کتاب ضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع مین ترجمہ ابن خلدون مین لکھا ہے ولم یکن بالماہر فی العلوم الشرعیۃ انتہی ہان اگر کسی محدث معتبر یا کسی مورخ معتبر سے جسکو علم روایات حدیث وغیرہ مین مہارت ہو اور کتب حدیث سے واقفیت ہو ایسا مضمون صادر ہوتا البتہ کچھ اعتبار اوسکا ہو سکتا تھا بجائے ابن خلدون کہ جسنے تصانیف حدیث کو نظر غور نہین دیکھا کیا جانے کہ ابو حنیفہ کی کسقدر روایات کتب حدیث مین موجود ہین دوم یہ کہ خود ابن خلدون نے اس مضمون کا اعتبار نہین کیا بلکہ بلفظ یقال کہ جس سے اشارہ اوسکی ضعف کی طرف ہے لکھا ہے ایسے قول ضعیف پر اور وہ بھی ایسے کا قول کہ جسکو خود مہارت فنون شرعیہ مین نہین ہے اعتبار کرنا اور اوسکو درج کتاب کر دینا جیسا کہ نواب بھوپال سے اور اونہین کی تقلید کی وجہ سے آپ سے صادر ہوا ہر عاقل کے نزدیک قبیح ہے سوم یہ کہ اس عبارت ابن خلدون کے متصل جو دوسری عبارت ابن خلدون کی ہے جو تمنے سابق نقل کی جسمین ابو حنیفہ کا ماہر ہونا فن حدیث مین مذکور ہے اور اونکی کم روایت کرنے کی وجہ مسطور ہے معلوم نہین کس وجہ سے آپ نے واگذاشت کر دی غالبا اس سبب سے نہین نقل کی کہ تا عوام کو منقبت و فضیلت امام مین شبہ واقع ہو جاوے اور اسکا جواب آپ کو دینے پڑے چہارم یہ کہ ابن خلدون کے نسخون مین اس مقام مین غلطی سے یہ عبارت واقع ہو گئی اوسپر اعتبار کر لینا بجز نواب بھوپال اور اونکے مقلدین کے کہ جو رطب و یابس سب جمع کر دیتے ہین اور صحیح و غلط مین اونکو امتیاز نہین ہوتی ہے کسی آدمی کا کام نہین موطا کی شرح مین زرقانی نے امام کی روایات کی تعداد مین جو نقل کیا ہے ایک پانچسو دوسری تین سو تیسری ایکہزار اور حنفیہ چوتھی ایکہزار سات سو پچپن چھپن

چہپا سنہ آٹھ سو اسی ہی اور محدثین بھی لکھ گئے پس ظاہر یہ ہے کہ ابن خلدون نے سجہا تو لکہا یعنی سات سو
غلطی ناسخ سے سبعة عشر ہو گیا پنجم یہ کہ کل سترہ حدیثین امام کو پہونچنا محض خلاف عقل ہے اسکو تسلیم کرنا ایسا
جیسے تسلیم کرنا اس امر کا کہ بخاری کو کل تین حدیثین ملین مسانید روایات امام اعظم سے اگر قطع نظر کیجاوے
اور صرف تصانیف تلامذہ امام کی دیکھی جاوین تنہین بذریعہ امام بسند مسلسل اخبار اور آثار مروی ہین جیسے
موطا اور کتاب الحجج اور سیر کبیر امام محمد کی اور کتاب الخراج امام ابو یوسف کی اور کتاب الآثار امام محمد کی
تو بھی صدہا روایات امام کی نکلین گی ستر روایتین تو امام سے بسند مسلسل صرف موطا ہی مین موجود ہین
مصنف ابن ابی شیبہ مین دیکھیے کسقدر ابو حنیفہ کے ذریعہ سے بسند متصل روایتین موجود ہین شرح معانی
الآثار اور مشکل الآثار طحاوی کے اور تصانیف دار قطنی اور تصانیف بیہقی وغیرہ دیکھیے کسقدر اوسمین
روایتین امام سے مروی ہین ششم یہ کہ زمانہ امام کا آخر زمانہ صحابہ کا اور شروع زمانہ تابعین کا تہا
اوس زمانے مین ایک ایک طفل مکتب کی صدہا حدیثین روایتین موجود ہین باینہمہ یہ کہنا کہ امام کو کل سترہ
حدیثین ملین خالی حماقت سے نہین ہفتم یہ کہ امام کے مجتہد ہونے مین کسیکو شبہہ نہین ہے اور ذکر اونکا
درمیان محدثین ومجتہدین کی کتب محدثین مین موجود ہے اگر اونکو کل سترہ حدیثین ملی ہوتین تو اونکا
اجتہاد کیونکر چلتا اور شہرہ اونکا مجتہدین مین کیونکر ہوتا ہشتم یہ کہ اور عبادات ومعاملات سے قطع نظر
کرکے صرف نماز کو دیکھیے کہ اوسمین کسقدر فرض اور واجب اور سنت اور مستحب امام سے منقول ہین اور ظاہر ہے
کہ یہ سب جزئیات قرآن مین نہین ہین پہر اگر امام کو بجز سترہ کے اور حدیث نہ ملی تو یہ سب احکام سنت
اور مستحب کے کہان سے اونہون نے بیان کیے اور تمام محدثین انکے اقوال کو کیونکر معتبر سمجہا کیے نہم یہ کہ
مشایخ امام کے بتصریح ابن حجر وغیرہ چار ہزار ہین اگر اوسکا اعتبار نہ کیجیے تو بقول جمال الدین مزی صاحب
تہذیب الکمال کہ جنکا قول تمام محدثین کے نزدیک مقبول ہے اسقدر ہین ابراہیم بن محمد بن منتشر اسمعیل
بن عبد الملک جبلة بن سحیم ابو ہند حارث بن عبد الرحمن ہمدانی حسن بن عبید اللہ حکم بن عتیبة حماد بن ابی
سلیمان خالد بن علقمة ربیعة بن ابی عبد الرحمن زبید الیامی زیاد بن علاقة سعید بن مسروق ثوری سلمة
بن کہیل سماک بن حرب شداد بن عبد الرحمن قشیری شیبان بن عبد الرحمن طاوس بن کیسان طریف
بن سفیان سعدی طلحة بن نافع عاصم بن کلیب عامر سبیعی عبد اللہ بن ابی حبیبة عبد اللہ بن دینار عبد الرحمن
بن ہرمز اعرج عبد العزیز بن رفیع عبد الکریم بن ابی امیة بصری عبد الملک بن عمیر علی بن ثابت انصاری
عطاء بن ابی رباح عطاء بن سائب عطیة بن سعد عوفی عکرمة مولے ابن عباس نافع مولا ابن عمر علقمة بن مرثد
علی بن اقمر علی بن حسن عمرو بن دینار عون بن عبد اللہ قابوس بن ابی ظبیان قاسم بن عبد الرحمن بن عبد اللہ

بن مسعود قتادہ قیس بن مسلم محارب بن دثار محمد بن زبیر حنظلی محمد بن السائب ابو جعفر محمد بن علی
محمد بن قیس ہمدانی محمد بن شہاب زہری محمد بن منکدر مخول بن راشد ہشام بطین معن بن عبد الرحمن مقسم بن
منصور بن معتمر موسی بن ابی عائشہ ناصح بن عبد اللہ محلی ہشام بن عروہ الہیثم بن حبیب ولید بن سریع
مخزومی یحیی بن سعید انصاری یحیی بن عبد اللہ کندی یحیی بن عبد اللہ الجابر یزید بن صہیب یزید بن عبد الرحمن
کوفی یونس بن عبد اللہ ابو حصین اسدی ابو زبیر مکی ابو السواد سلمی ابو عون ثقفی ابو سعید وغیرہ پس
اگر امام نے انہیں سے ہر ایک سے ایک ایک حدیث روایت کی ہو تب بھی بہتر حدیثیں ہوتی ہیں ہتہ
حیہ المعنی وارد الغرض اس قول کے کہ امام کو کل سترہ حدیثیں پہونچیں بطلان کی بہت سے وجوہ ہیں عقلا
بھی یہ قول باطل ہے اور نقلا بھی یہ قول باطل ہے اسکا اعتقاد کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اعتقاد کرے
کہ بخاری کو کل تین چار حدیثیں پہونچیں اور یہ جو سب حدیثیں صحیح بخاری میں ہیں وہ بخاری کی جمع کی ہوئی
نہیں ہیں کسی دغا باز خانہ ساز نے ملا دی ہیں یا یوں کوئی اعتقاد رکھے کہ یہ جو قرآن پاک ہے اسمیں
صرف دو چار سورتیں یا آیتیں پروردگار کی ہیں باقی سب بندگان خدا کی گڑھی ہوئی ہیں حق جل شانہ
ہر ایک مسلمان کو اس قسم کے عقائد سے محفوظ رکھے اور بہکانے والوں کے فریب سے بچاوے آمین ثم آمین
تنبیہ یہ کہنا کہ کل سترہ حدیثیں ملیں ابو حنیفہ کے حق میں جو زمانہ صحابہ میں موجود تھے اور سید المجتہدین
تھے اور بشہادت امام شافعی وغیرہ فقہ میں اونکو کمال مہارت تھی ایسا ہی ہے جیسے صحیح بخاری وغیرہ
میں روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا عامل بنایا اور وہاں کے
احمقان اونسے ناخوش ہوے اور طرح طرح کے مطاعن اونکے حضرت عمر کو پہونچانے لگے اور مدینہ میں پہونچکے
مختلف شکایتیں کرتے رہے یہاں تک کہ بعضوں نے یہ بھی کہدیا کہ وہ نماز بھی اچھی طرح پڑھنا نہیں جانتا آخر
حضرت عمر نے سعد کو کوفہ سے بلوایا اور کہا کہ تمہاری شکایت اہل کوفہ نے بہت کی یہانتک کہ یہ بھی کہدیا کہ
تمکو نماز بھی پڑھنا نہیں آتی ہے تب سعد نے کہا کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں چھوڑتا ہوں
اور آپ ہی کے طریقہ پر نماز پڑھتا ہوں بعد اوسکے اونہوں نے طریقہ اپنی نماز پڑھنے کا بیان کیا حضرت
عمر نے کہا یہی گمان تھا تمہارے ساتھ کہ تم آنحضرت کی اتباع نہ چھوڑوگے اور ہمیشہ تم اتباع شریعت میں مصروف
رہوگے القصہ پھر سعد کوفہ کی طرف گئے اور جنہوں نے اونپر تہمت لگائی تھی اونکے حق میں بددعا کی اور
اونکی بددعا سے وہ لوگ مبتلائے بلا ہو گئے پس ابو حنیفہ کے حق میں یہ کہنا کہ کل سترہ حدیثیں اونکو
آئی ہوئیں ایسا ہے جیسے اون احمقوں نے کہا کہ سعد کو نماز بھی نہیں آتی ہے بھلا کوئی عقلمند اسکو
باور کریگا کہ سعد بن ابی وقاص کہ کبار صحابہ سے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضر اور سفر میں

یار ہا ساتھ رہے اور عشرہ مبشرہ مین شمار کیے جاتے ہین اور بہت سی حدیثین اونکی تعریف مین وارد ہوئی ہین
ایسے صحابی کو نماز پڑہنا بہی نہ آوے حالانکہ اوس زمانہ مین اونے اونے صحابی نماز اچھی طرح سے ادا کرتے تہے
بلکہ طفل مکتب بہی صحابہ کے اہل کوفہ سے بدرجہا بہتر عبادت اہتمام سے کرتے تہے پس ایسے ابو مسعود پر
یہ طعن کرنا کہ اونکو حدیثین نہین ملین بجز سترہ کے ہم پوچہتے ہین کہ اگر اتنی ہی حدیثین اونکو ملین تو وہ فقیہ
کیونکر تسلیم کیے گئے اور امام شافعی وغیرہ بڑے بڑے محدثین اور مجتہدین اونکی فقاہت کی توصیف کیون کرتے
کیا ان تعریف کرنے والون کو اتنا نہین معلوم تہا کہ فقاہت تو نام ہے ایسی قوت و استعداد کا جسکی وجہ سے
انسان دلائل شرعیہ سے مسائل کا استخراج کر سکے صرف مسائل کو یاد کر لینا یا عقل اور اپنی راے مین جو کچھ
آوے بک دینا اور امور شرعیہ مین دخل در معقول کرنا اس سے انسان فقیہ نہین ہو جاتا اسیوجہ سے
کتب اصول جیسے توضیح و تلویح اور تحریر الاصول وغیرہ مین تفصیل تمام مذکور ہے کہ مقلد جو کسی امام کے قول کی
اتباع کرے اور خود اوسکو قوت اس امر کی نہو کہ وہ مسائل دلائل شرعیہ سے استنباط کر سکے اگرچہ وہ بڑا عالم ہو
اور صدہا مسائل اوسکی زبان پر ہون ہرگز فقیہ نہین ہو سکتا ہے جب تک کہ اوسمین قوت استنباط کی حاصل
نہووے عالم ہونا اور حافظ مسائل شرعیہ ہونا اور مفتی ہونا اور کتب فقہیہ دیکہکر حکم مسئلہ نکال دینا اور شے ہے
اور فقاہت اور شے ہے پس جب ابو حنیفہ کو فقط سترہ حدیثین ملین تو وہ فقیہ نہین ہو سکتے ہین کیونکہ دلائل
احکام شرعیہ کے چار ہین قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس اور قیاس مین یہ شرط ہے کہ جب کسی
اور دلیل سابق سے حکم نہ ملے تب مجتہد قیاس کرے اور قرآن پاک کے بہی صدہا مضامین ایسے ہین کہ وہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان اور تفصیل پر موقوف ہین پس جو شخص سولہ سترہ حدیثون کے سوا
اور کچھ علم حدیث نہ رکہتا ہوگا اوسکو نہ تو قرآن پر اچھی طرح سے اطلاع ہوگی نہ قیاس اوس سے بن پڑیگا
نہ استعداد اوسکو استنباط مسائل کی دلائل شرعیہ سے حاصل ہوگی بجز اسکے کہ وہ دخل در معقول کرے
اور گہر مین بیٹہکے جو کچھ دل مین آوے بک دے اور کچھ اوس سے نہ بن پڑے گا نہ وہ مجتہد ہو سکتا ہے
نہ فقیہ ہو سکتا ہے پہر کیا سبب ہے کہ ابو حنیفہ کو تمام محدثین فقیہ اہل عراق لکہتے ہین اور امام شافعی
بڑے طمطراق سے تمام عالم کو فقاہت مین ابو حنیفہ کے محتاج بتاتے ہین اور یہ کلمہ الناس فی الفقہ عیال
علی ابی حنیفۃ کہہ رہے ہین اب یا تو معاذ اللہ یہ سب مجتہدین اور محدثین جہوٹے اور احمق اور ناسمجھ ہین
کہ بے سمجھے بوجہے ایک ایسے شخص کو جسکو علم حدیث مین مہارت کیسی سترہ حدیث کے سوا اور کچھ اوسکو
نصیب نہین ہوا فقیہ کہہ رہے ہین اور دفتر حفاظ حدیث مین اوسکو شمار کرتے ہین اور یا وہی جہوٹھا
اور احمق اور ناسمجھ ہے جو ایسا کلمہ کہتا ہے ہر انصاف پسند و عقلمند سے ہمکو یقین ہے کہ شق اول کو

کوئی پسند نکریگا اور ہر شخص یہی کہدیگا کہ ابوحنیفہ کی طرف یہ نسبت کرنا تہمت کہ سترہ حدیث کے سوا اونکو کچہ نہین ملا
دینی جہوٹا ہے ایسی سبب دیون پر جسقدر مصائب وآفات دنیا مین پہونچتے ہین اور جسقدر کہ دنیا مین
وہ رسوا اور ذلیل ہوتے ہین یہانتک کہ نوبت بعدالت آتی ہے زجر و توبیخ اونپر حکام کی طرف سے کیجاتی ہے
وہ سب جزا انہین خرافات کی ہے مگر افسوس کہ اونکو اتبک تنبہ نہین ہوتا ہے اور پردہ غفلت کا
اونسے نہین اوٹہتا مصرع آدمیان گم شدند ملک خدا خر گرفت + انا للہ وانا الیہ راجعون قولہ محدثین
کے دفتر مین ابوحنیفہ کا کہین نام ہی نہین ہے اور کتب صحاح ستہ مین انکی روایت کا کہین نشان بہی
نہین اقول کیا صحاح ستہ تمام وکمال حدیثون کے حاوی ہین کیا انکے سوا جو اور کتب حدیث کے ہین
وہ سب محض غیر معتبر ہین جیسے تصانیف دارقطنی وبیہقی وابونعیم وطحاوی ودیلمی ودارمی وابن جریر طبری
وابن ابی شیبہ وعبدالرزاق وابو یعلے وابن خزیمہ وابو الشیخ اصفہانی وابن حبان بستی وابن عبدالبر
وابن المنذر وابن عدی وابن عساکر دمشقی ومحمد بن حسن شیبانی وابو یوسف کوفی وابن ابی عاصم وابن
ابی اسامہ وامام احمد وامام مالک واسحق بن راہویہ ویعقوب بن شیبہ ومحی السنہ بغوی وابوداود طیالسی
وبقی بن مخلد قرطبی وابو العباس السراج وبزار ومسدد بن مسرہد وابن ابی الدنیا وابن مردویہ وشہاب
قضاعی وسعید بن منصور وحکیم ترمذی وابومسلم کشی وطبرانی وحاکم وابوعوانہ وضیاء مقدسی وعبد بن حمید
وغیرہم ہرگز نہین صدہا حدیثین وہ ہین کہ صحاح ستہ مین اونکا نشان بہی نہین اور وہ صحیح یا حسن ہین
اور یہ جو مشہور ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری ہے پہر صحیح مسلم پہر اور کتب صحاح ستہ اسکا
یہ مطلب نہین کہ سوائے انکے اور کتابون کی حدیثین سب غیر معتبر ہین بلکہ غرض اس سے فضیلت
باعتبار صحیت کے ہے اور ثمرہ اوسکا بوقت تعارض ظاہر ہوتا ہے یعنے جب ایک حدیث صحیحین کی سوے
اور مخالف اوسکے دوسری کتاب مین حدیث ہو تو حدیث صحیحین کی مقدم ہوگی تفصیل اس امر کی کتب
اصول حدیث مین جیسے شروح الفیہ وشروح نخبہ مین موجود ہے اور محدثین اپنی کتب مین تصریح
کر گئے ہین کہ سوائے صحاح ستہ کے اور کتب حدیث مین بہی احادیث صحیحہ اور حسنہ معتبرہ موجود ہین پس جبکہ
یہ امر ثابت ہوا پس صحاح ستہ مین امام ابوحنیفہ کی روایت کا نہونا کیا مضر ہوگا اور اس سے انکو محدثین
سے خارج کردینا کب صحیح ہوگا بہت سے اماثل صحابہ ہین کہ اونسے روایت صحاح ستہ مین نہین بہت سے
تابعین اور مجتہدین وہ ہین کہ اونکی روایت ان کتب مین نہین پہر کیا یہ سب اسی وجہ سے اسی قابل ہین
کہ نام انکا اکابر سے خارج کردیا جاوے اور محدثین مین انکا شمار نہ کیا جاوے امام ابوحنیفہ کی روایتین
اگر ان کتابون مین نہ ہون تو کچہ حرج نہین صدہا کتب حدیث مین انکی روایتین موجود ہین اور جنہیں ہا

محدثین انکی روایات کو معتبر سمجھتے ہین اور یہ قول آپکا کہ محدثین کے دفتر مین ابو حنیفہ کا کہین پتہ نہین
اس سے کیا مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ صحاح ستہ مین انکی روایت نہین تو کچھ مضر نہین کیونکہ دفتر
محدثین منحصر صحاح ستہ ہی مین ہے کیا اور کتابون حدیث کے مصنفین محدث نہین ہین پس اگر ابو حنیفہ
کی روایت صحاح ستہ مین نہین اور اور کتب حدیث مین موجود ہے نام انکا دفتر محدثین مین موجود ہوا
اور اگر یہ مراد ہے کہ مورخین جہان محدثین کا ذکر کرتے ہین وہان ابو حنیفہ کا نام نہین ملتے ہین تو محض
غلط ہے دیکھو ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ مین ابو حنیفہ کا نام نامی اور حال سامی مذکور ہے اور اکابر محدثین
مین انکا ہونا مسطور ہے اسیطرح سے اور مورخین و محدثین بھی تذکرہ انکا محدثین کے ساتھ کرتے ہین
اور باب روایات مین انکو معتبر سمجھتے ہین تحقیق اسکی سابقا گذر چکی اور سند اسکی مذکور ہو چکی بقدر
ضرورت یہان بھی چند عبارات ملاحظہ کیجیے جس سے یہ امر صاف ثابت ہے کہ ابو حنیفہ کا نام دفتر
محدثین مین موجود ہے جواہر منیفہ مین ہے قد اثنی علے الامام جماعۃ من الائمۃ ہم عدول ہذہ الامۃ
یعنے تحقیق مدح و ثنا کی ہے امام ابو حنیفہ کی ایک گروہ ائمہ نے جو اکابر اور عادلین امت محمدیہ سے ہین
فقد روی عباس الدوری قال سمعت یحیے بن معین یقول اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفۃ واصحابہ فقیل لہ
اکان یکذب قال لا پس تحقیق روایت کیا عباس بن محمد دوری نے کہ سنا مین نے یحیے بن معین سے
کہتے تھے وہ کہ ہمارے اصحاب بہت تفریط کرتے ہین ابو حنیفہ اور اونکے تلامذہ کے باب مین اور
اونکے مراتب کو گھٹا دیتے ہین پس پوچھا کسی نے ابن معین سے کہ کیا ابو حنیفہ روایات حدیث مین
جھوٹ بولتے تھے کہا ابن معین نے نہین وذکر محمد بن الحسین الموصلی الحافظ فی آخر کتابہ فی الضعفاء اور
ذکر کیا حافظ حدیث محمد بن حسین موصلی نے اپنی کتاب الضعفاء کے آخر مین قال یحیے بن معین ما رایت
احدا اقدمہ علی وکیع وکان یفتی برای ابی حنیفۃ وکان یحفظ حدیثہ کلہ وکان قد سمع من ابی حنیفۃ حدیثا
کثیرا کہا یحیے بن معین نے نہین دیکھا مین نے کسیکو کہ افضل ہو وکیع بن جراح کوفی سے اور تھے وکیع شاگرد
ابو حنیفہ کے اور سنے بہت حدیثین سنی تھین اور اونکی کل حدیثین انکو محفوظ تھین اور فتوی دیتے تھے
وکیع ساتھ اقوال ابو حنیفہ کے قال وقیل لیحیے بن معین یا ابا بکر یا ابو حنیفۃ کان یصدق فی الحدیث
قال نعم صدوق کہا موصلی نے کہ پوچھا یحیے بن معین سے ایک شخص نے کہ ابو حنیفہ روایات حدیث مین سچے تھے
یا نہین کہا ہان وہ صدوق تھے قال وقیل لیحیے بن معین ایما احب الیک ابو حنیفۃ او الشافعی او ابو یوسف
القاضی کہا موصلی نے اور پوچھا کسی نے یحیے بن معین سے کہ تمہارے نزدیک کون شخص ان تینون سے
پسندیدہ اور بہتر ہے ابو حنیفہ اور شافعی اور ابو یوسف فقال اما الشافعی فلا احب حدیثہ واما ابو حنیفۃ فقد حدث

عنہ قوم صالحون وابو یوسف لم یکن من اہل الکذب وکان صدوقا ولکن لیس لہ رأی حدیث یجری الیس کہا
یحییٰ بن معین نے کہ امام شافعی کی روایات کو میں پسند نہیں رکھتا ہوں اور ابو حنیفہ سے ایک گروہ نے روایت
کی ہے اور اونکو معتبر سمجھا ہے اور ابو یوسف نہ تھے ارباب کذب سے اور سچے روایات میں تھے

وقال الحسن بن علی الحلوانی قال لی شبابۃ بن سوار کان شعبۃ حسن الرأی فی ابی حنیفۃ اور کہا حسن
بن علی حلوانی نے کہ کہا مجھسے شبابہ بن سوار نے کہ شعبہ تھے خوش عقیدہ امام ابو حنیفہ کے حق میں وقال علی

بن المدینی ابو حنیفۃ روی عنہ الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وہشیم ووکیع بن الجراح وعباد بن العوام
وجعفر بن عون وہو ثقۃ لا بأس بہ اور کہا علی بن مدینی نے کہ ابو حنیفہ ثقہ تھے روایت کیا اونسے سفیان ثوری
اور عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید اور ہشیم اور وکیع بن جراح اور عباد بن عوام وجعفر بن عون وغیرہ نے

وقال یحییٰ بن سعید ربما استحسنا الشئ من قول ابی حنیفۃ فنأخذ بہ وقد سمعت من ابی یوسف الجامع الصغیر
کہا یحییٰ بن سعید قطان نے کہ ہم بعض اقوال ابو حنیفہ کو پسند کرتے ہیں اور اوسپر فتوے دیتے ہیں اور
اونکے شاگرد ابو یوسف سے جامع صغیر میں نے سنی ہے وقال ابن عبد البر فی کتاب العلم اور کہا ابن عبد البر نے

کتاب العلم میں حدثنی عبد اللہ بن محمد بن یوسف خبر دی مجکو عبد اللہ بن محمد بن یوسف نے حدثنا ابن رحمون
خبر دی ابن رحمون نے قال سمعت محمد بن بکر بن داسۃ یقول کہا اونہوں نے کہ سنا میں نے محمد بن بکر بن داسۃ
تلمیذ ابو داؤد سے کہ کہتے تھے سمعت ابا داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی یقول سنا میں نے ابو داؤد

سلیمان بن اشعث صاحب سنن سے کہ کہتے تھے رحم اللہ مالکا کان اماما رحم اللہ الشافعی کان اماما رحم اللہ
ابا حنیفۃ کان اماما رحم کرے اللہ امام مالک پر کہ تھے وہ امام مقتدی اور رحم کرے امام شافعی پر کہ تھے
وہ امام اور رحم کرے اللہ ابو حنیفہ پر کہ تھے وہ امام وروی البرقانی قال اور روایت کیا برقانی نے کہا
اونہوں نے اخبرنا ابو العباس بن حمدون خبر دی ہمکو ابو العباس بن حمدون نے قال حدثنا محمد بن
ایوب کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو محمد بن ایوب نے حدثنا محمد بن الصباح کہا اونہوں نے خبر دی ہمکو
محمد بن صباح نے قال سمعت الشافعی محمد بن ادریس کہا اونہوں نے کہ سنا میں نے امام شافعی سے کہ کہتے تھے

قیل لمالک بن انس ہل رأیت ابا حنیفۃ قال نعم رأیت رجلا لو کلمک فی ہذہ الساریۃ ان یجعلہا ذہبا لقام بحجتہ
کسی نے پوچھا امام مالک سے کہ آپ نے ابو حنیفہ کو دیکھا ہے فرمایا اونہوں نے ہان وہ ایسا شخص ہے کہ اگر دعوی کرے
کہ یہ ستون سونے کا ہے اوسکو دلیل سے ثابت کردیگا وقرأت فی کتاب خلاصۃ الاثر للمحبی اور دیکھا
میں نے خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر میں جسکی ہی بعض العلماء وانما لکہ عن الشہاب احمد بن

عبد اللطیف النسفشی الشافعی روایۃ عن الامام شمس الدین محمد بن العلاء البابلی الشافعی وکان قد ضعف بالحفظ

والاتفاق انہ کان یقول اذا سئلنا عن افضل الائمۃ نقول انہ ابو حنیفۃ انتہی نقل کیا مجہسے بعض علماے مکہ معظمہ مین
شہاب الدین احمد بن عبد اللطیف البشیشی شافعی سے اونہون نے نقل کی شمس الدین محمد بن علاء بابلی شافعی سے کہ وہ
کہتے تھے جب ہمسے کوئی پوچہے کہ سب ائمہ مین کون امام افضل ہے تو ہم کہین گے کہ امام ابو حنیفہ اب ان عبارات کو
اور عبارات سابقہ کو بغور ملاحظہ کرکے اور نفسانیت کو یکطرف کرکے ارشاد فرمایئے کہ باایہمہ ابو حنیفہ کا
دفتر محدثین مین نشان ہونا کون تجویز کریگا اور اونکو فن حدیث مین کون غیر معتبر سمجہیگا مگر ہان وہ شخص
جسکا دماغ مواد تعصب وجہالت سے بہرا ہوگا باعث دہرم اپنی بات کی پچ کرتا ہوگا حق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی مثل
اس باب مین مثل حضرت علی مرتضے رضی اللہ عنہ کے ہی حدیث مین وارد ہے کہ ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
حضرت علی سے فرمایا کہ تمہارے باب مین دو گروہ ہلاک ہوجاوینگے ایک محب مفرط جو باب محبت مین حد سے
تجاوز کرجاویگا اور ایک مبغض مفرط جو باب بغض مین حد سے تجاوز کریگا چنانچہ موافق فرمانے ان حضرت کے
دو فرقے گمراہ ہوگئے ایک تو وہ فرقہ جسنے حضرت علی سے ایسی محبت کی کہ اونکو انبیاء سے افضل کہا بلکہ جبرئیل
امین کی خطا کا قائل ہوگیا اور مستحق نبوت موئے علی کو کہنے لگا بلکہ ایک گروہ حضرت علی کی خدائی کا بہی قائل ہوگیا
دوسرے وہ فرقہ جسنے حضرت علی پر لعن وطعن کرنا شروع کیا اور ہر فضیلت مین اونکو ناشئے سمجہنے لگا اور اس
باب مین حضرت علی کو وراثت حضرت عیسے علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے مقتضاے العلماء ورثۃ الانبیاء ملی
کیونکہ حضرت عیسے کے باب مین بہی دو فرقے ہلاک ہوگئے ایک تو وہ جسنے اونکو خدا کہدیا یا خدا کا بیٹا بنا دیا
دوسرے وہ جسنے اونکی نبوت کو تسلیم نہین کیا اور دار پر اونکو چڑہا دیا ایسے ہی امام ابو حنیفہ کے باب مین بہی دو
گروہ ہلاکت وخرابی مین پڑے ایک تو وہ جسنے انکی مدح مین ایسا غلو کیا کہ انکو استاد حضرت خضر علی نبینا وعلیہ
الصلوۃ والسلام کا کہدیا اور امام مہدی اور حضرت عیسے کو انکا مقلد بنا دیا دوسرا وہ گروہ جسنے انکا نام دفتر
محدثین سے نکال دیا اور انکے ذکر معائب مین سرگرم رہا حق جل شانہ اپنے بندون کو اس افراط وتفریط سے
محفوظ رکہے اور بادیہ ضلالت وہلاکت سے نکالکے راہ متوسط کی ہدایت کرے ہمکو اول فرقہ سے چندان
تعجب نہین اسوجہ سے کہ اس گروہ کے وہ لوگ ہین جو تحقیق کتب حدیث ودفاتر محققین سے عاری ہین
اور سنی سنائی بات سے اوڑتے ہین اور جس کتاب مین اگرچہ غیر معتبر ہو کوئی فضیلت امام اعظم کی دیکہے
اوسکا بدون تفتیش وتنقیح کے اعتقاد کرلیتے ہین پس ایسے لوگ اگر امام کے فضائل مین مبالغہ کرین تو کچہ تعجب
نہین بڑا عجب دوسرے فرقہ سے ہی کہ اس فرقہ کے لوگ دعوی مہارت حدیث کا کرتے ہین اور اتباع سنت کا
دم بہرتے ہین اور تحقیق ووسعت علم کے علم مچا رہے ہین باایہمہ انکو بسبب شدت تعصب کے نہین دکہائی دیتا ہے کہ
امام کا ذکر دفاتر محدثین مین موجود ہے اور قول انکا باب جرح وتعدیل وتفسیر حدیث مین معتبر ہے اور تمام

محدثین غیر متعصبین کو انکی فقاہت وثقاہت وثاقت کا اقرار ہے خیرات حسان میں ہے قال ابو یوسف
ما رأیت اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفة وکان ابصر بالحدیث منی کہا ابو یوسف نے نہیں دیکھا میں نے زیادہ
جاننے والا معانی حدیث کو ابو حنیفہ سے اور تھے وہ بہت سمجھدار احادیث کے مجھسے وفی جامع الترمذی عنه ما رأیت
اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح اور جامع ترمذی ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ ہونہوں نے جرح
جابر جعفی کی کی اور کہا کہ اوس سے زیادہ جھوٹ بولنے والا میں نے کسیکو نہیں دیکھا اور عطاء کی توثیق میں کہا
کہ اون سے بہتر میں نے نہیں پایا وروی البیہقی عنه انه سئل عن الاخذ عن سفیان الثوری فقال اکتب عنه فانه ثقة
اور روایت کی بیہقی نے ابو حنیفہ سے کہ اون سے کسی نے پوچھا سفیان ثوری کے حال سے پس کہا اونہوں نے
کہ لکھو حدیث کو اون سے اور روایت کرو کہ وہ ثقہ ہیں وروی الخطیب عن سفیان بن عیینة قال اول من اقعدنی
للحدیث بالکوفة ابو حنیفة اور روایت کیا خطیب بغدادی نے سفیان بن عیینہ سے کہ ابتدا میں مجھکو واسطے
درس وتعلیم حدیث کے امام ابو حنیفہ نے بٹھایا اور لوگوں سے میری تعریف کی اور بھی خیرات حسان میں ہے
من زعم قلة اعتنائه بالحدیث فهو لحسده اذ کیف یتأتی لمن هو کذلک استنباط مثل ما استنبطه من المسائل التی
لا تحصی ولاجل اشتغاله بهذا الاهم لم یظهر حدیثه کما ان ابا بکر وعمر لما اشتغلا بمصالح المسلمین لم یظهر عنهما روایة الاحادیث
مثل ما ظهر عمن دونهما حتی صغار الصحابة وکذلک مالک والشافعی لم یظهر عنهما مثل ما ظهر عمن تفرغ لذلک کابی زرعة
وابن معین لاشتغالهما بذلک الاستنباط انتهی حاصل اسکا یہ ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو فن حدیث میں
کم دخل تھا اور محدثین کے دفتر سے نام اونکا خارج کرتا ہے اوسکا قول نہیں جہل اور حسد پر مبنی ہے کیونکر ممکن ہے
اوس شخص سے استنباط مسائل اور استخراج احکام کا جو فن حدیث میں مہارت نرکھتا ہو اور ابو حنیفہ سے
استنباط مسائل بکثرت منقول ہے اگر انکو حدیث میں دخل نہوتا یہ امر ان سے کیونکر ہو سکتا اور اسی وجہ سے
کہ انکو اکثر اشتغال استنباط مسائل کا تھا روایات حدیث ان سے کم ظاہر ہوئیں نظیر اسکی حال ابو بکر و عمر کا ہے
کہ جسقدر احادیث اور صحابہ نے جو ان سے مرتبہ میں سن اور فضیلت میں کم تھے جیسے ابو ہریرہ اور انس وغیرہ
روایت کیں ان سے اتنی حدیثیں نہیں ظاہر ہوئیں منشا اسکا مشغول ہونا تھا انکا ساتھ مصالح اہل اسلام کے
اور اسی طرح جسقدر حدیثیں اون محدثین سے مروی ہیں جو خاص تحدیث میں مصروف رہتے تھے جیسے ابو زرعہ
اور ابن معین وغیرہ اوسقدر امام شافعی اور امام مالک سے مروی نہیں ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ انکو صرف مشغلہ
حدیث کے روایت کرنے کا نہ تھا بلکہ استنباط مسائل وتنقیح احکام کا بھی مشغلہ تھا اور تہذیب التہذیب اور
اور میزان الاعتدال اور تہذیب الکمال وغیرہ کتب رجال کو اگر دیکھئے تو انمین بہت سے مقامات میں امام
ابو حنیفہ کا قول باب جرح وتعدیل میں ملیگا مقام غور ہے کہ اگر نام انکا دفتر محدثین سے خارج ہوتا تو

محدثین کیون انکے اقوال کو ہمراہ اور محدثین کے اقوال کے لکھتے اور کیون انکے اقوال و احکام سے آئمہ
کتب مین بحث کرتے غرض یہ قول کہ ابوحنیفہ کا نام دفاتر محدثین مین نہین ہے ایسا ہی جیسے کوئی شخص
کہدے کہ بخاری ومسلم کا نام دفاتر فقہا سے خارج ہے اور کتب معتبرہ فقہیہ مین کہین انکا قول مذکور
نہین ہے یا کوئی کہدے کہ مجدالدین شیرازی مؤلف قاموس فقیہ نتھے کیونکہ انکا نام دفاتر فقہاء
مین نہین ہے یا کوئی مجنون کہدے کہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وغیرہم رضی اللہ عنہم مرتبہ ولایت سے خارج تھے
کیونکہ انکا ذکر کہین کتب مناقب اولیا و دیگر مین نہین ہے ایسے اقوال کا زبان سے نکال دینا اور جہالت
کرکے جو منہ مین آوے کہدینا تو آسان ہے مگر انجام انکا خسران دنیوی و اخروی اور حرمان جنت الا انہم
انہ قومی فانہم لا یعلمون قولہ حنفیہ کے امام کے نزدیک تو حدیث ضعیف اور مرسل حدیثین بھی قابل عمل کے
لائق ہین چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ مین لکہا ہے وما یروی عنہ انہ کان یقول ضعیف الحدیث احب الی من الرأی
لیے روایت کیا گیا ہے اوس سے یعنی ابوحنیفہ سے کہ تحقیق وہ تھے کہتے حدیث ضعیف بہت دوست ہے میرے
نزدیک لوگون کی راے سے اور عینی شرح ہدایہ مین لکہا ہے المراسیل عندنا حجۃ یعنی حدیثین مرسل ہمارے
نزدیک حجت ہین اقول واہ واہ سبحان اللہ سچ ہے کہ جب کسی کیطرف سے کدورت دل مین آجاتی ہے اوسکی
خوبی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے اور منقبت اوسکی منقصت ہوجاتی ہے آپ کو اور آپکے انصار کو حنفیہ اور
امام حنفیہ کی طرف سے چونکہ سوءظن ہے اونکی عمدہ خصلت بھی آپ کے نزدیک عیوب مین شمار کیجاتی ہے اتنا
سمجھے کہ مرسل اور ضعیف حدیث کا قبول کرنا اور احادیث نبویہ پر عمل کرنے کو مقدم سمجھنا بری بات ہے یا اچھا
امر تو کمال منقبت امام پر دال ہے کہ اونکے نزدیک اگر حدیث ضعیف و مرسل بھی ملی تب بھی اوسکو آراء و قیاس
دخل نہین دیتے تھے اور بمقابلہ حدیث کے چون وچرا نہین کرتے تھے خیرات حسان مین ہی قال ابن حزم
ع الحنفیۃ متفقون علی ان مذہب ابی حنیفۃ ان ضعیف الحدیث عندہ اولی من الرأی فقائل بہذا الاعتبار
حادیث وعظمہا جلالتہا وموقعہا عندہ ومن ثم قدم العمل بالاحادیث المرسلۃ علی العمل بالرأی انتہی کہا ابن حزم
ے سب حنفیہ متفق ہین اس امر پر کہ مذہب اونکے امام کا یہ ہے کہ ضعیف حدیث بہتر ہے راے اور قیاس سے
س غور کرنے کے قابل ہے یہ اہتمام کرنا ابوحنیفہ کا ساتھ احادیث نبویہ کے کہ جب تک وہ حدیث پاسکے
ے کو دخل نہ دیتے اور اسی وجہ سے اونہون نے احادیث مرسلہ کو مقدم رکہا ہے قیاس اور راے پر عمل کرنے
وہ اسکے حدیث مرسل کا مقبول ہونا اور ضعیف کا راے پر مقدم ہونا صرف ابوحنیفہ کا ہی مذہب نہین
بڑے بڑے محدثین بھی اسکے قائل ہین پس اگر یہ امر قابل طعن کے ہے تو تمہارے قول سے محدثین بھی
طعون ہوگئے تمکو ایسا عناد حنفیہ کے ساتھ ہے کہ جس امر مین اونکے ساتھ محدثین بھی ہوتے ہین

بے سمجھے بوجھے حنفیہ پر تیر ملامت پھینکتے ہو اور یہ خبر نہین رکھتے کہ وہ تیر اولٹ کے محدثین کے گھر پر جا تا ہے اور تمام
کارخانہ تمہارے عقائد کا برباد ہو جاتا ہے دیکھو مقدمہ ابن الصلاح اور شرح الفیہ مین کیا لکھا ہے قال ابو عبد اللہ
بن مندہ عنہ ای عن ابی داؤد انہ یخرج الاسناد الضعیف اذا لم یجد فی الباب غیرہ وانہ اقوی عندہ من رای
الرجال انتہی یعنے روایت کیا ابن مندہ نے کہ عادت ابو داؤد سجستانی صاحب سنن کی یہ ہے کہ جب کسی باب
مین حدیث باسناد صحیح یا حسن اونکو نہین ملتی تو باسناد ضعیف حدیث روایت کر دیتے ہین اسوجہ سے
کہ حدیث ضعیف اونکے نزدیک بہتر لوگون کی رای سے ہی اور یہی شرح الفیہ مین ہے اختلف العلماء فی الاحتجاج
بالمرسل فذہب مالک بن انس وابو حنیفۃ النعمان بن ثابت الی الاحتجاج بہ الخ یعنے مختلف ہوے علماء مرسل
حدیث کے حجت پکڑنے اور اسکے قبول کرنے مین پس گئے امام مالک صاحب موطا جو اجلہ محدثین ہین گنے جاتے ہین
اور امام ابو حنیفہ اوسکے قبول کرنے کی طرف اور نووی شارح صحیح مسلم مقدمہ شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین مذہب
مالک واحمد وابی حنیفۃ واکثر الفقہاء انہ یحتج بہ انتہی یعنے مذہب امام مالک اور امام احمد اور ابو حنیفہ اور اکثر فقہاء کا یہ ہے
کہ حدیث مرسل حجت و مقبول ہے اور تدریب الراوی شرح تقریب النواوی و فتح المغیث لشرح الفیۃ الحدیث مین مذکور
ہے والامام احمد ضعیف الحدیث احب الیہ من رای الرجال لانہ لا یعدل الی القیاس الا بعد عدم النص انتہی یعنے امام احمد
کے نزدیک کہ اکابر محدثین سے ہین ضعیف حدیث بہتر ہے لوگون کی راے سے اسوجہ سے کہ نہین عدول کیا جاتا ہے
قیاس کی طرف مگر جب نص نہووے اور جب تک نص ملے اگرچہ سند ضعیف کے ساتھ ہو اوس وقت تک قیاس
وراے کا اعتبار نہوگا اور یہی تدریب مین ہے قال ابن جریر اجمع التابعون باسرہم علی قبول المرسل من الاخبار
ولم یات عنہم انکارہ ولا عن احد من الائمۃ بعدہم الی راس المائتین انتہی کہا ابن جریر نے اتفاق کیا تمام
تابعین نے اوپر قبول مرسل کے اور نہین ثابت ہوا کسی سے اونمین سے انکار اسکا اور ایسے ہی بعد اونکے
اور ائمہ بھی قبول کرتے رہے تا سنہ دو سو ہجری تک اور اسکے بعد امام شافعی نے حکم عدم قبول مرسل کا دیا اور
ایک گروہ محدثین کا اونکے موافق ہو گیا اور یہی تدریب مین ہے تقدم عزو ذلک الی ابی داؤد واحمد انہما
یریان ذلک اقوی من رای الرجال انتہی یعنے سابق گذر چکا امام احمد اور ابو داؤد سے کہ وہ دونون اعتقاد
رکھتے تھے کہ ضعیف حدیث اقوی ہے راے سے اور یہی اوسمین ہے قیل یعمل بالضعیف فی الاحکام اذا کان
فیہ احتیاط انتہی یعنے عمل کیا جاویگا حدیث ضعیف پر احکام شرعیہ مین جبکہ اوسمین احتیاط ہو
اور زیادہ تفصیل اس مبحث کی کتب اصول حدیث مین مذکور ہے جسکو شوق ہو شروح الفیہ و شروح نخبہ
وغیرہ دیکھے خلاصہ یہ ہے کہ مرسل کو قبول کرنا اور حدیث ضعیف کو راے و قیاس سے بہتر سمجھنا ایک
جماعت محدثین کا بھی مذہب ہے پس اگر حنفیہ کا بھی یہ مذہب ٹھہرا تو کیا گناہ ہوا اور اگر گناہ ہوا تو یہ گناہ

مگر اسکو حنفیہ نے اور صرف حنفیہ ہی نہین اسکے مرتکب ہوئے بلکہ ایک گروہ محدثین کا بہی شریک ہے دونون کا ہم ساتہہ رہین گے اور بلحاظ موافقت اوسکا ہمارے ہونگے قولہ اور اگر سچ پوچہیے تو حنفیہ کے مذہب کی تو بنا ہو ضعیف حدیثون پر رکہی گئی ہے جسکو اس بات کی زیادہ تر تحقیق منظور ہو وہ کتاب ہدایہ کا کوئی صفحہ دیکہہ لے کسقدر ضعیف حدیثون سے استدلال کیا ہے اقول واہ سچ بولے تو یہ بولے اگر جہوٹ بولتے تو خدا جانے کیا غضب ڈہاتے خدا آپکو اپنا سچ بولنا مبارک کرے ع چپ ہو جائیے شکوہ مرا کرنے کرتے کیا ہوا کچہ تو بیان کیجیے کیونکر کس دن ❊ آپکو حنفیہ کی حدیث کی کتابون کے بہی دیکہنے کا اتفاق ہوا یا نہین یا یون ہی بول اوٹہے کہ حنفیہ کے مذہب کی بنا ہی ضعیف حدیثون پر ہے ہان ہدایہ مین احادیث ضعیفہ بہی ہین مگر بہت سی احادیث صحیحہ بہی اوسمین موجود ہین جسکو شوق ہو تخریج احادیث ہدایہ زیلعی اور ابن حجر کو اور شرح ہدایہ عینی کو دیکہے مگر ذرا آنکہہ کہول کے نہ اندہا بنکے امام محمد کی موطا اور کتاب الآثار اور کتاب الحجج کو اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج کو اور شرح معانی الآثار اور مشکل الآثار طحاوی کو اور مسانید ابو حنیفہ کو تو دیکہو کہ کسقدر اوسمین حدیثین صحیح اور حسن موجود ہین باقی رہا ان کتابون مین ضعیف حدیثون کا ہونا کسطرح مضر نہین کیا صحاح ستہ مین ضعیف حدیثین نہین ہین بہت حدیثین سنن ابوداود اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ اور جامع ترمذی مین ضعیف موجود ہین آنکہین کہول کر دیکہو بلکہ سنن ابن ماجہ مین تو بعض حدیثین موضوع بہی ہین مسند امام احمد کو دیکہیے بہت ضعیف حدیثین اوسمین ملین گی بلکہ بقول زین الدین عراقی اور ابن جوزی کے اوسمین اٹہہ نو حدیثین موضوع بہی ہین سنن وغیرہ تصانیف دارقطنی اور تصانیف بیہقی اور ابن جریر طبری اور ابو نعیم اصفہانی اور ابو الشیخ اصفہانی اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور تصانیف حاکم مستدرک وغیرہ اور تصانیف ابن جوزی اور امام مالک اور ابو یعلے اور بزار اور حکیم ترمذی اور عبد بن حمید اور ثعلبی اور عقیلی اور سوا انکے اور محدثین کی کتابون کو ذرا آنکہہ کہول کے دیکہیے کہ صدہا حدیثین ان کتب مین ضعیف اور شاذ اور منکر اور معلل اور موضوع موجود ہین چنانچہ تفصیل ان امور کی کتب موضوعات و ضعاف سے جیسے تذکرہ ملا علی قاری اور تذکرہ محمد طاہر پٹنی اور تنزیہ الشریعۃ عن الاخبار الموضوعۃ تصنیف ابن عراق اور مقاصد حسنہ فی الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ تالیف سخاوی اور درر منتثرہ تالیف سیوطی کے اور لآلی مصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ اور دیگر تالیفات سیوطی وغیرہ کے مطالعہ سے خوب منکشف ہوتی ہے اور کسیقدر تحقیق اس امر کی رسالہ الاجوبۃ الفاضلۃ عن الاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ مین موجود ہے جسکا جی چاہے دیکہے سواے اسکے یہ کہ ابن جوزی نے صحیح مسلم کی بہی بعض حدیثون کو موضوع لکہدیا ہے بلکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث پر بہی دارقطنی نے تہمت لگا دیا ہے پہر کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ محدثین

مذہب کی بنا ضعیف اور موضوع حدیثوں پر ہے کہ اسنا کتب اس قسم کے احادیث سے بہری ہوئی ہیں ہرگز نہیں آپ کلمہ وہی کہیگا جو قابل آسکے ہوگا کہ پاگل خانہ مین بہیجدیا جاوے یا دارالشفا مین اوسکی فصد لیجاوے یا کسی طبیب سے نسخہ اوسکے تنقیہ دماغ کا لکہا یا جاوے الیسی حنفیہ کی کتب فقہ و حدیث مین ضعیف حدیثوں کا ہونا اس امر کا باعث نہیں کہ اونکے مذہب کی بنا بہی ان حدیثوں پر سمجہہ لیجاوے اور وفاتر محدثین سے نام اونکا خارج کر دیا جاوے سابقًا عبارات شعرانی وغیرہ جو ہمنے نقل کی ہین اوس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعوے کرنے والا کہ دلائل حنفیہ کے سب یا اکثر ضعیف ہین یا اونکے مذہب کی بنا ضعیف حدیثوں پر ہے کذاب اور مفتری ہے گروہ نا انصاف ہزار کی صورت بر نغیر علم مین اعتبار کی صورت ✽ قولہ اس مسند خوارزمی کو امام اعظم کی جمع کی ہوئی کہنا محض غلط ہی و کذب ہی اسلیئے کہ اس مسند کو محمود بن محمد خوارزمی نے امام اعظم کے وفات پانے سے بعد پانچ سو چھبیس برس کے تالیف کیا ہی اور اوسکو امام اعظم کے نام پر لگا دیا ہے اور سلسلہ اسکی اسناد کا خوارزمی سے لیکر امام اعظم تک بالکل ندارد ہے اقول آپ کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص کوٹہری مین آنکہہ بند کرکے سحر کے وقت سے تا طلوع آفتاب تاہ مغرب گہر مین کہانا پینا کرے اور کہو کہ ابہی تک صبح صادق طلوع نہین ہوئی یا دن کو تہ خانہ مین چلا جاوے اور افطار کر ڈالے یہ کہکے کہ آفتاب غروب ہوگیا اور رات آگئی آپ کو کبہی مسانید امام اعظم کا دیکہنا تو نصیب نہ ہوا مگر آنکہہ بند کرکے ندارد کہدیا آپ کو کچہہ معلوم ہے کہ امام اعظم کی کسقدر مسندین مشہور و معروف ہین اور عقود الجواہر المنیفہ وغیرہ دیکہیے کہ کسقدر اوسمین مسانید مذکور ہین بعض تو اونمین سے امام کی اور بعض اور محدثین و فقہاء نے جمع کی ہین دیکہیے ابو المؤید خوارزمی اپنی شروع مسند مین کیا لکہا ہے

سمعت فی الشام عن بعض الجاہلین بمقدارہ انہ ینقصہ ویستصغرہ ویستعظم غیرہ ویستحقرہ لقلۃ روایتہ الحدیث ویستدل باشتہار المسند الذی جمعہ ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم للشافعی وبموطأ مالک ومسند احمد وزعم انہ لیس لابی حنیفۃ مسند وکان لا یروی الا عدۃ احادیث فلحقتنی حمیۃ دینیۃ ربانیۃ وعصبیۃ حنفیۃ نعمانیۃ فاردت ان اجمع بین خمسۃ عشر من مسانیدہ التی جمعہا لہ فحول علماء الحدیث یعنی سنا مین نے بعض بلاد شام مین بعض لوگون سے کہ امام ابو حنیفہ کے مرتبہ سے جاہل تہے کہ تحقیر کرتے تہے ابو حنیفہ کی اور اونکو قلیل الحدیث مین بیدخل سمجہتے تہے اور کہتے تہے کہ ابو حنیفہ کی کوئی مسند نہین ہے اور اور ائمہ کی حدیث مین کتابین موجود ہین جیسے مسند امام شافعی جسکو ابو العباس اصم نے جمع کیا ہے اور موطا امام مالک اور مسند امام احمد و غیرہ پس ہوا مجکو اس کلام کے سننے سے دینی جوش اور قصد کیا مین نے کہ جمع کرون مین درمیان پندرہ مسند امام اعظم کی جنکو اکابر محدثین نے جمع کیا ہے جیسے مسند کہ جمع کیا الامام الحافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری

المعروف بعبد الله الاستاذ پہلے وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام حافظ ابو محمد عبد اللہ مشہور بہ استاذ بن محمد بن یعقوب
بن حارث حارثی بخاری نے مسندلہ جمعہ الامام الحافظ ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد العدل دوسری مسند
وہ جسکو جمع کیا ہے ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر عدل نے مسندلہ جمعہ الامام الحافظ ابو الحسین محمد بن المظفر بن موسیٰ
بن عیسیٰ بن محمد تیسری وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام حافظ ابو الحسین محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ بن
محمد نے مسندلہ جمعہ الامام الحافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد الاصفہانی چوتھی وہ مسند جسکو جمع کیا ہے
حافظ حدیث ابو نعیم اصفہانی احمد بن عبد اللہ بن احمد نے مسندلہ جمعہ الشیخ الثقۃ العدل ابو بکر محمد بن عبد الباقی
بن محمد الانصاری پانچویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے شیخ ثقہ ابو بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد الانصاری نے
مسندلہ جمعہ الامام الحافظ صاحب الجرح والتعدیل ابو محمد احمد بن عبد اللہ بن عدی الجرجانی چھٹی وہ مسند
جسکو جمع کیا ہے امام حافظ صاحب جرح وتعدیل احمد بن عبد اللہ بن عدی جرجانی نے مسندلہ جمعہ رواہ الامام
الحسن بن زیاد اللؤلؤی ساتویں وہ مسند جسکو روایت کیا ہے حسن بن زیاد تلمیذ ابو حنیفہ نے مسندلہ
جمعہ الحافظ عمر بن الحسن الانصاری آٹھویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے حافظ عمر بن حسن الانصاری نے مسندلہ
جمعہ الامام الحافظ ابو بکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی نویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام حافظ ابو بکر احمد بن
محمد بن خالد کلاعی نے مسندلہ جمعہ الحافظ ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی دسویں وہ مسند جسکو
جمع کیا ہے حافظ ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی نے مسندلہ جمعہ الامام ابو یوسف القاضی یعقوب
بن ابراہیم گیارہویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم تلمیذ ابو حنیفہ نے
اور روایت کیا ہے اوسکو بسند متصل ابو حنیفہ سے مسند جمعہ الامام محمد بن الحسن الشیبانی ورواہ عنہ
ویسمے نسخۃ محمد بارہویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام محمد بن حسن شیبانی تلمیذ امام ابو حنیفہ نے اور
روایت کیا ہے اسکو ابو حنیفہ سے اور وہ مشہور بہ نسخہ محمد ہی مسندلہ جمعہ ابنہ الامام حماد بن ابی حنیفہ
ورواہ عن ابیہ تیرہویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام ابو حنیفہ کے فرزند حماد نے اور اپنے باپ سے
روایت کی ہے مسندلہ جمعہ ایضاً الامام محمد بن الحسن الشیبانی معظمہ عن التابعین ورواہ عنہ ویسمے الآثار
چودھویں وہ مسند کہ جسکو جمع کیا ہے امام محمد نے اور روایت کیا ہے ابو حنیفہ سے اور سوا اسکے اونکے
اور تابعین سے اور وہ مشہور بہ کتاب الآثار ہے مسندلہ جمعہ الحافظ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی
العوام السعدی پندرہویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے حافظ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام سعدی
نے بعد اسکے خوارزمی نے اپنے مسانید ان مسانید کے مصنفوں تک بیان کی ہیں عبارت اونکی یہ ہے
اما المسند الاول وہو مسند الاستاذ ابی محمد عبد اللہ الحارثی البخاری فقد اخبرنی بہ الائمۃ الاربعۃ بقرائتی علیہم

یعنی مسند اول مسند استاذ عبد اللہ حارثی بخاری کی سب خبر دی ہمکو ساتھ اوسکے جامع المرتب مسند اور وہ مشتمل
ہین نے اور خبر دی ہمکو الامام افضل قضاۃ الانام اخطب خطباء الشام جمال الدین ابو الفضائل عبد الکریم بن عبد الصمد
بن محمد بن ابی الفضل الانصاری الحرستانی ایک امام و قاضی و خطیب خطباء شام جمال الدین ابو الفضائل
عبد الکریم بن عبد الصمد بن محمد بن ابی الفضل انصاری حرستانی و الشیخ الثقۃ صفی الدین اسمعیل بن ابراہیم
بن یحیی الدرجی القرشی المقدسی بقراءتی علیہما بجامع دمشق دوسرے شیخ ثقہ صفی الدین اسمعیل بن ابراہیم
بن یحیی درجی قرشی مقدسی اور میرے دونوں کے سامنے ہین نے مسند استاذ پڑھی جامع مسجد دمشق ہین
والشیخ الامام شمس الدین یوسف بن عبد اللہ سبط الامام الحافظ ابی الفرج الجوزی بقراءتی علیہ بسفح جبل الصالحیۃ
بظاہر دمشق تیسرے شیخ امام شمس الدین یوسف بن عبد اللہ مشہور بہ سبط ابن جوزی آگے اور میرے پڑھنے
ہین نے پڑھی بمقام صالحیہ دمشق ہین والشیخ الامام محمد بن عمر الفرغانی بجامع دمشق چوتھے شیخ امام محمد
بن عمر فرغانی قالوا جمیعا کہا ان چاروں شیوخ نے اخبرنا القاضی الامام شیخ الاسلام جمال الدین ابو القاسم
عبد الصمد بن محمد بن ابی الفضل الانصاری الحرستانی کہ خبر دی ہمکو ساتھ اس مسند کے جمال الدین ابو القاسم
عبد الصمد بن محمد بن ابی الفضل انصاری حرستانی نے قال اخبرنا الامامان ابو الفرج سعید بن ابی الرجاء
الصیرفی و ابو الخیر محمد بن احمد الباغبان کہا حرستانی نے کہ خبر دی ہمکو ساتھ اس مسند کے ابو الفرج سعید
بن ابو الرجاء صیرفی نے اور ابو الخیر محمد بن احمد مشہور بہ باغبان نے بطور اجازت کے قال الباغبان اخبرنا
ابو عمرو عبد الوہاب بن محمد بن اسحق بن یحیی بن مندۃ الاصبہانی کہا باغبان نے کہ خبر دی ہمکو ابو عمرو
عبد الوہاب بن محمد بن اسحق بن یحیی بن مندہ اصبہانی نے و قال الصیرفی اخبرنا ابو بکر بن احمد بن الفضل الباطرقانی
اور کہا صیرفی نے کہ خبر دی ہمکو ابو بکر بن احمد بن فضل باطرقانی نے قالا کہا دونوں نے یعنے ابو بکر اور ابو عمرو نے
اخبرنا الشیخ الامام ابو عبد اللہ محمد بن اسحق بن یحیی بن مندۃ الاصبہانی کہ خبر دی ہمکو محمد بن اسحق بن یحیی
بن مندہ اصبہانی نے قال اخبرنا کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو الحافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی
البخاری صاحب المسند حافظ عبد اللہ بن محمد بن یعقوب معروف بہ استاذ حارثی مولف مسند ابو حنیفہ نے امام صاحب
الثانی و ہو جمع طلحۃ اور لیکن دوسری مسند یعنے تصنیف طلحہ کے فقد اخبرنا بس خبر دی ہمکو اسکی النسابۃ
الکبیر العالم المتبحر النحریر العلامۃ استاذ دار الخلافۃ المعظمۃ و الامامۃ المکرمۃ محیی الدین ابو محمد یوسف بن شیخ الاسلام
ابی الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی بقراءتی علیہ بدار الخلافۃ عند کبر استاذی عالما بغداد یوسف بن
عبد الرحمن بن الجوزی نے اور میرے پڑھنے ہین نے بغداد ح و ہمیں القاضی الامام فخر الدین نصر اللہ بن علی
بن عبد الرشید اور قاضی فخر الدین نصر اللہ بن علی بن عبد الرشید نے قال اخبرنا الامام المستظہر بامر اللہ

ابی محمد الحسن امیر المومنین بن الامام ابی المظفر یوسف بن المستنجد بامر کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو مستضی بامر
بن مستنجد بامر سے نے قال اخبرنی عبد المغیث بن زہیر بن زہیر الحربی اجازۃ کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو عبد المغیث بن
زہیر حربی نے قال اخبرنا ابو البرکات عبد الوہاب بن المبارک بن احمد الانماطی کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو البرکات عبد الوہاب بن مبارک
بن احمد انماطی نے قال اخبرنا ابو الحسن احمد بن محمد بن عبد اللہ کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو الحسن احمد بن محمد بن عبد اللہ نے قال اخبرنا ابو عبد اللہ احمد بن محمد
بن یوسف بن دوست العلاف کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن یوسف بن دوست علاف نے قال اخبرنا الحافظ ابو القاسم طلحۃ بن محمد بن جعفر العدل
صاحب المسند کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر مولف مسند نے واما المسند الثالث وہو جمع
المظفر فقد اخبرنی بہ المشائخ الاربعۃ الصدر الکبیر ابن الجوزی المذکور بقراءتی علیہ داخل دار الخلافۃ والشیخ ابو المظفر
یوسف بن علی بن حسن والشیخ علی بن معالی والشیخ عبد اللطیف المعروف بالخیمی کلہم عن القاضی الامام شمس الدین
عبد اللہ بن محمد بن عبد الجلیل الساوی قال اخبرنا الشیخ ابو البرکات عبد الوہاب بن مبارک بن احمد الانماطی قال
اخبرنا الشیخ ابو الحسن مبارک بن عبد الجبار بن احمد الصیرفی قال اخبرنا ابو محمد الحسن بن علی بن محمد الجوہری قال
اخبرنا الحافظ ابو الحسن محمد بن المظفر بن موسے بن عیسے بن محمد صاحب المسند یعنے تیسری مسند کی خبر دی ہمکو صدر کبیر
ابن الجوزی مذکور اور یوسف بن علی بن حسن اور علی بن معالی اور عبد اللطیف خیمی نے اور ان سبھون نے روایت کی
عبد اللہ بن محمد بن عبد الجلیل ساوی سے بطور اجازت کے اونکو خبر دی ابو البرکات عبد الوہاب بن مبارک بن
احمد انماطی نے اونکو خبر دی ابو الحسن مبارک بن عبد الجبار بن احمد صیرفی نے اونکو خبر دی حسن بن علی بن محمد جوہری نے
کہا اونہون نے خبر دی ہمکو ابو الحسن محمد بن مظفر بن موسے بن عیسے بن محمد مولف مسند نے واما المسند الرابع
وہو الذی جمعہ الامام الحافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد الاصفہانی فقد اخبرنی بہ المشائخ الاربعۃ ابو عبد اللہ
محمد بن عثمان بن عمر قاضی القضاۃ شہاب الدین ابی علی الحسن بن قاضی القضاۃ عبد القاہر بالموصل وضیاء الدین
صقر بن یحیے بن صقر بحلب ونجیب الدین ابو اسحق ابراہیم بن خلیل بن عبد اللہ بدمشق قالوا جمیعا اخبرنا ابو الفرج
یحیے بن محمود بن سعد قال اخبرنا ابو علی الحسن بن احمد الحداد عن الحافظ ابی نعیم الاصفہانی صاحب المسند یعنی چوتھی
مسند کی کہ تالیفات ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد اصفہانی سے ہے خبر دی ہمکو اوسکی ابو عبد اللہ محمد بن عثمان بن
عمر بن عبد القاہر نے شہر موصل مین اور ضیاء الدین صقر بن یحیے بن صقر نے شہر حلب مین اور نجیب الدین ابراہیم
بن خلیل بن عبد اللہ نے دمشق مین کہا سبھون نے کہ خبر دی ہمکو ابو الفرج یحیے بن محمود بن سعد نے اونکو خبر دی
حسن بن احمد حداد نے اونہون نے روایت کی ابو نعیم اصبہانی سے واما المسند الخامس فہو الذی جمعہ الشیخ
الثقۃ العدل ابو بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد بن عبد اللہ المعروف بقاضی بیمارستان فقد اخبرنی بہ ایضا المشائخ
الاربعۃ الشیخ الثقۃ تاج الدین احمد بن ابی الحسن بن احمد العربی بقراءتی علیہ بالحربیۃ من مدینۃ السلام بروایتہ

عن الاشياخ الثلاثة ابي علي عبد السلام بن ابي الخطاب وابي بكر عتاب بن الحسن بن سعيد وابي محمد عبد الله بن
احمد بن ابي الحديد بروايتهم جميعا عن القاضي ابي بكر محمد بن عبد الباقي صاحب المسند والشيخ ابو محمد ابراهيم بن محمود بن
سالم والعلامة استاذ دار الخلافة والامامة محي الدين ابو محمد يوسف بن عبد الرحمن بن علي بن الجوزي وابو عبد الله
محمد بن علي بن القابر بروايتهم عن المشائخ الثلاثة ابي الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزي وابي القاسم ذاكر بن كامل
وابي القاسم يحيى بن اسعد بروايتهم جميعا عن القاضي الامام ابي بكر محمد بن عبد الباقي بن محمد بن عبد الله الانصاري
صاحب المسند يعنے پانچوين مسند كه تاليفات محمد بن عبد الباقي بن محمد بن عبد الله معروف به قاضي بيمارستان سے
پس خبر دي ہمكو اوسكي شيخ تاج الدين احمد بن ابي الحسن بن احمد العربي نے اور ہمنے اونپر يه مسند پڑہي تہي حربيه مين
اونهون نے روايت كي ابو علي عبد السلام بن ابي الخطاب اور ابو بكر عتاب بن الحسن بن سعيد اور ابو محمد عبد الله
بن احمد بن ابي الحديد سے اون سبهون نے روايت كي محمد بن عبد الباقي مؤلف مسند سے اور خبر دي ہمكو ابو محمد ابراہيم
بن محمود بن سالم اور محي الدين يوسف بن عبد الرحمن بن علي بن الجوزي اور ابو عبد الله محمد بن علي بن القابي
اون سبهون نے روايت كي ابو الفرج عبد الرحمن بن علي ابن الجوزي اور ابو القاسم يحيى بن اسعد اور ابو القاسم ذاكر
بن كامل سے اون سبهون نے روايت كي مصنف مسند سے و اما المسند السادس الذي جمعه الامام الحافظ صاحب الجرح
والتعديل ابو احمد عبد الله بن عدي الجرجاني فقد اخبرني به الشيخ ابو محمد الحسن بن احمد بن هبة الله قال اخبرنا
ابو المحاسن محمد بن عبد الخالق الجوهري قال اخبرني السيد ظفر بن داعي العلوي قال اخبرنا ابو القاسم حمزة بن
يوسف السهمي قال اخبرنا الحافظ ابو احمد عبد الله بن عدي صاحب المسند يعنے چهٹي مسند كه تاليفات ابن عدي
سے ہے جو زمرهٔ محدثين مين شمار كيے جاتے ہين اور محدثين باب جرح و تعديل اونكے قول سے استناد كرتے ہين
پس خبر دي ہمكو اوسكي ابو محمد حسن بن احمد بن هبة الله نے اونكو خبر دي ابو المحاسن محمد بن عبد الخالق جوہري نے
اونكو خبر دي سيد ظفر بن داعي نے اونكو خبر دي حمزه بن يوسف سهمي نے اونكو خبر دي ابن عدي نے و اما المسند
السابع الذي رواه الحسن بن زياد اللؤلؤي تلميذ الامام ابي حنيفة فقد اخبرني به المشائخ الاربعة الصاحب العلامة
استاذ دار الخلافة والامامة محي الدين ابو محمد يوسف بن عبد الرحمن بن علي الجوزي والشيخ ابو محمد ابراهيم بن محمود
بن سالم والشيخ ابو نصر الاعز بن ابي الفضل وابو عبد الله محمد بن علي بن البقاني قالوا جميعا اخبرنا الحافظ ابو الفرج
عبد الرحمن بن علي الجوزي قال اخبرنا ابو القاسم اسمعيل بن احمد بن عمر بن احمد السمرقندي قال اخبرنا ابو القاسم
عبد الله بن الحسن بن محمد الخلال قال اخبرنا ابو الحسن عبد الرحمن بن عمر بن احمد قال اخبرنا ابو الحسن محمد بن ابراهيم
بن حبيش البغوي قال حدثنا ابو عبد الله محمد بن شجاع البلخي قال حدثنا الحسن بن زياد اللؤلؤي عن ابي حنيفة
يعنے ساتوين مسند كه بروايت حسن بن زياد شاگرد امام ابو حنيفه ہے پس خبر دي ہمكو ساته اوسكے محي الدين يوسف

بن الجوزی اور ابراہیم بن محمود بن سالم اور ابونصر بن ابی الفضل اور محمد بن علی بن بقا نے ان سبھون نے
کہا کہ خبر دی ہمکو عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی نے اونکو خبر دی ابوالقاسم اسمعیل بن احمد بن عمر بن احمد
سمرقندی نے اونکو خبر دی ابوالقاسم عبداللہ بن حسن بن محمد خلال نے اونکو خبر دی ابوالحسن عبدالرحمن بن عمر
بن احمد نے اونکو خبر دی ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن غنیس بغوی نے اونکو خبر دی ابوعبداللہ محمد بن شجاع بلخی نے
اونکو خبر دی حسن بن زیاد نے اونہون نے روایت کی ابوحنیفہ رضی سے وآما المسند الثامن فقد اخبرنی بالاجازۃ التی
اودعہا ہذا الکتاب ونقلہا المشائخ الثلاثۃ تقی الدین یوسف بن احمد بن ابی الحسن الاسکاف بقراءتی علیہ
ببغداد والشیخ ابومحمد ابراہیم بن محمود بن سالم والشیخ ابوعبداللہ محمد بن علی بن بقا قالوا اخبرنا ابوالقاسم ذاکر بن
کامل بن محمد بن حسین بن محمد الخفاف وابوالقاسم یحییٰ بن سعید والقاضی عبدالرحمن العمری قالوا اخبرنا الحافظ
ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی قال اخبرنا ابوالفضل احمد بن الحسین بن خیرون قال اخبرنا خالی
ابوعلی قال اخبرنا القاضی ابوالحسن الاشنانی یعنے آٹھوین مسند پس خبر دی ہمکو اوسکی تقی الدین یوسف
بن احمد بن ابی الحسن اسکاف اور ابومحمد ابراہیم بن محمود بن سالم اور ابوعبداللہ محمد بن علی بن بقانی اون
سبھون نے کہا کہ خبر دی ہمکو ابوالقاسم ذاکر بن کامل بن محمد بن حسین بن محمد خفاف اور ابوالقاسم یحییٰ
بن سعید اور قاضی عبدالرحمن عمری نے کہا ان سبھون نے کہ خبر دی ہمکو ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو
بلخی نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابوالفضل احمد بن حسین بن خیرون نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو
میرے ماموں ابوعلی نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابوالحسن اشنانی مؤلف مسند نے وآما المسند التاسع
الذی جمعہ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی الکلاعی فقد اخبرنا بہ المشائخ الاربعۃ عبداللطیف بن عبدالمنعم بن
علی بن نصر الحرانی والشیخ شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالوہاب بن علی بقراءتی علیہما بمدینۃ السلام
فی مجلسین متفرقتین والشیخان ابومنصور عبدالقادر بن ابی نصر القزوینی ویوسف بن احمد بن ابی الحسن
قالوا جمیعا اخبرنا عبدالوہاب بن علی بن سکینۃ قال اخبرنا ابوالقاسم اسمعیل بن احمد بن عمر السمرقندی
قال اخبرنا ابوالقاسم علی بن احمد بن محمد قال اخبرنا ابوالحسن محمد بن عبدالرحمن بن جعفر بن حسام قال
حدثنا ابوبکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی الکلاعی صاحب المسند یعنے نوین مسند جو ثالیفات کلاعی سے ہے
پس خبر دی ہمکو اوسکی عبداللطیف بن عبدالمنعم حرانی اور شرف الدین محمد بن محمد بن عبدالوہاب نے اور ابومنصور عبدالقادر
اور یوسف بن محمد احمد نے اون سب کو خبر دی عبدالوہاب بن علی نے اونکو خبر دی اسمعیل سمرقندی نے اونکو خبر دی
ابوالقاسم علی نے اونکو خبر دی ابوالحسن محمد بن عبدالرحمن بن جعفر بن حسام نے اونکو خبر دی ابوبکر احمد بن محمد
بن خالد بن خلی کلاعی مؤلف مسند مذکور نے وآما المسند العاشر الذی جمعہ ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن

عشر و فقد اخبرنی به المشائخ الثلاثة الصدر الکبیر المعظم ابن الجوزی المذکور بقرأتی علیه بجمیعه والشیخ ابو محمد
بن ابراہیم بن محمود بن سالم والشیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن البقا اذنا قالوا اخبرنا المشائخ الثلاثة ابو القاسم ذاکر
بن کامل بن محمد بن حسین بن محمد الخفاف وابو القاسم یحییٰ بن اسعد بن نوش الخبازند ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی اذنا قالوا اخبرنا
ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی جامع المسند یعنی سند دسوین کہ تصانیف ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی سے ہے خبر دی
ہمکو اوسکی ابن جوزی اور ابو محمد بن ابراہیم بن محمود بن سالم اور شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن بقانی کہا
اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو القاسم ذاکر بن کامل بن محمد بن حسین بن محمد خفاف اور ابو القاسم یحییٰ بن
اسعد بن نوش اور ابو الفرج بن الجوزی نے کہا اون سبہون نے کہ خبر دی ہمکو اوس مسند کی ابن خسرو
بلخی نے و اما المسند الحادی عشر الذی یرویہ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم القاضی عن ابی حنیفۃ و یسمی نسخۃ
ابی یوسف فقد اخبرنی بہ المشائخ الثلاثۃ الصدر الکبیر العلامۃ استاذ دار الخلافۃ ابو محمد یوسف بن ابی الفرج
عبد اللہ بن علی بن الجوزی والشیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم والشیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن البقا قالوا
اخبرنا المشائخ الثلاثۃ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی وابو القاسم ذاکر بن کامل وابو القاسم یحییٰ
بن اسعد بن نوش قالوا اخبرنا القاضی ابو بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد بن عبد اللہ الانصاری قال اخبرنا
ابو محمد الحسن الجوہری قال اخبرنا ابو بکر محمد الابہری قال اخبرنا ابو عروبۃ الحسین بن محمد بن مودود الحرانی قال
حدثنا جدی عمرو بن ابی عمر قال حدثنا ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم القاضی اور گیارہوین مسند کہ تصانیف
قاضی ابو یوسف سے ہے اور مشہور بہ نسخہ ابو یوسف ہے پس خبر دی ہمکو اوسکی یوسف بن عبد الرحمن بن
علی بن الجوزی نے اور شیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم اور شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن بقانی کہا اونہون
سبہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی اور ابو القاسم ذاکر بن کامل اور ابو القاسم
یحییٰ بن اسعد بن نوش نے کہا اون سبہون نے کہ خبر دی ہمکو قاضی ابو بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد بن
عبد اللہ انصاری نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو محمد حسن جوہری نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو بکر ابہری نے
کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو عروبۃ حسین بن محمد بن مودود حرانی نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو عمرو بن
ابی عمر نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو امام ابو یوسف نے و اما المسند الثانی عشر الذی جمعہ محمد بن الحسن ایضا
عن ابی حنیفۃ و یسمی نسخۃ محمد عن ابی حنیفۃ فاخبرنا بہ ہولاء الثلاثۃ باسنادہم الی ابی محمد الجوہری عن ابی بکر
الابہری عن ابی عروبۃ الحرانی عن جدہ عن محمد بن الحسن اور بارہوین مسند جو مشہور بہ نسخہ امام محمد ہے پس
خبر دی ہمکو اوسکی اونہین تینون مشائخ نے اونہی سند سے تا بہ ابو محمد جوہری اونکو خبر دی ابو بکر ابہری نے
اونکو ابو عروبۃ حرانی نے اونکو اونکے جد نے اونکو امام محمد نے و اما المسند الثالث عشر الذی یرویہ حماد بن ابی حنیفۃ

عن ابيه ابي حنيفة فقد اخبرني به تقي الدين يوسف بن احمد بن ابي الحسن الاسكافت بمدينة السلام بغداد وموفق
الدين ابو عبدالله محمد بن هارون بن محمد الثعلبي وجمال الدين ابو الفتح نصر الله بن محمد بن الياس الانصاري واخوه
نجم الدين ابو غالب المظفر بن محمد بن الياس وغيرهم كلهم عن ابي طاهر بركات بن ابراهيم بن طاهر بن بركات
الخشوعي قال اخبرنا ابو الحسن علي بن مسلم بن محمد السلمي قال اخبرنا ابو نصر احمد بن محمد بن سعيد الصوفي قال اخبرنا
ابو الحسن علي بن ابي ربيعة قال اخبرنا ابو عبدالله محمد بن حفص الطالقاني قال حدثنا صالح بن محمد الترمذي قال
حدثنا حماد بن ابي حنيفة يعنے تیرھویں مسند پس خبر دی ہمکو اوسکی تقی الدین یوسف بن احمد بن ابی الحسن
اسکاف نے مدینۃ السلام بغداد میں اور موفق الدین ابو عبداللہ محمد بن ہارون بن محمد ثعلبی اور جمال الدین
ابو الفتح نصر اللہ بن محمد بن الیاس انصاری اور اونکے بھائی نجم الدین ابو غالب مظفر بن محمد بن الیاس
وغیرہ نے اون سب نے روایت کی ابو طاہر برکات بن ابراہیم بن طاہر بن برکات خشوعی نے کہا اونہوں نے
کہ خبر دی ہمکو ابو الحسن علی بن مسلم بن محمد سلمی نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ابو نصر احمد بن محمد بن سعید صوفی
نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو الحسن علی بن ابی ربیعہ نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو عبداللہ محمد
بن حفص طالقانی نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو صالح بن محمد ترمذی نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو
حماد بن ابو حنیفہ نے امام ابو حنیفہ سے واما المسند الرابع عشر الذي جمعه محمد بن الحسن الشيباني ورواه عن
ابي حنيفة فقد اخبرني به المشائخ الاربعة الصدر الكبير استاذ دار الخلافة محي الدين ابو محمد يوسف بن
عبدالرحمن بن علي الجوزي بقراءتي عليه بدار الخلافة من مدينة السلام وابو محمد ابراهيم بن محمود بن سالم وابو عبدالله محمد
بن علي بن البقاء ابو المظفر يوسف بن علي بن الحسن بروايتهم عن المشائخ الاربعة ايضا ابي الفرج عبد المنعم بن
عبد الوهاب بن كليب وابي القاسم ذاكر بن كامل بن محمد بن الحسين وابي القاسم يحيى بن اسعد بن بوش وا
ابي السعادات نصر الله بن عبدالرحمن القزاز بروايتهم جميعا عن ابي سعد احمد بن عبد الجبار الصيرفي قال
اخبرنا القاضي ابو القاسم علي بن المحسن التنوخي قال انا ابو اسحق ابراهيم بن احمد الطبري قال اخبرنا محمد بن
احمد الرازي قال اخبرنا ابو عامر عمر بن تميم بن سيار قال اخبرنا ابو سليمان موسے بن سليمان الجوزجاني قال
اخبرنا محمد بن الحسن الشيباني اور چودھویں مسند جسکو امام محمد نے جمع کیا اور امام اعظم سے روایت کیا پس
خبر دی ہمکو ساتھ اوسکے چار شیوخ نے ایک محی الدین ابو محمد یوسف بن عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی اور
یہ مسند اونھیں سے پڑھی بغداد میں دوسرے ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم تیسرے ابو عبداللہ محمد بن
علی بن البقاء چوتھے ابو مظفر یوسف بن علی بن حسن اور ان چاروں نے روایت کی چار شیوخ سے ابو الفرج
عبد المنعم بن عبد الوہاب کلیب اور ابو القاسم ذاکر بن کامل بن محمد بن الحسین اور ابو القاسم یحیے بن سعد

بن احمد بن محمد السلفی الاصفہانی اجازۃ قال اخبرنا احمد بن ابی العباس الرازی قال اخبرنا القاضی ابو عبد اللہ

محمد بن سلامۃ القضاعی قال اخبرنا ابو العباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام قال اخبرنا ابو القاسم

عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام صاحب المسند اور سترہویں مسند جو تصانیف سے ہے حافظ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن العوام السعدی کے ہیں خبر دی ہمکو اوسکی بسند عالی پانچ شیوخ نے ایک نجم الدین ابو الجناب احمد بن عمر بن محمد بن عبد اللہ خوارزمی نے مقام جرجانیہ خوارزم میں دوسرے نجم الدین ابن عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر احمد بن خلف بلخی نے تیسرے رشید الدین ابو الفضل اسمعیل بن احمد بن الحسن العراقی ان دونوں نے مقام دمشق میں چوتھے ضیاء الدین صقر بن یحییٰ بن صقر نے مقام حلب میں پانچویں ابو نصر اعز بن ابی الفضائل بن ابی نصر نے مقام بغداد میں ان سبھوں نے روایت کی شیخ الاسلام ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد بن محمد سلفی اصفہانی سے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو احمد بن ابو العباس رازی نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ قضاعی نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو العباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام مؤلف مسند نے ان عبارات سے سند مسلسل خوارزمی سے تا بہ پندرہ مسانید کے مصنفین تک تو معلوم ہوئی اور اوس طرف کی کیفیت یہ ہے کہ اونمیں بعض تو تلامذہ امام کی تصنیف ہیں جیسے مسند محمد و مسند حماد و مسند ابو یوسف و مسند حسن بن زیاد و کتاب الآثار وغیرہ اور اونکا روایت کرنا امام سے ظاہر ہے اور بعض اونمیں سے بعد کے محدثین کی تصنیف ہے بسند روایات اونمیں موجود ہیں پس یہ کہنا کہ اسناد خوارزمی سے تا بہ امام اعظم بالکل نادارد ہے محض لغو و مہمل ہے علاوہ ازین ان مسانید امام کو بے سند کہنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ مشکوۃ میں جتنی حدیثیں ہیں اون سب کی سند نادارد ہے اور جو حدیثیں جامع الاصول میں اور جامع صغیر اور جامع کبیر اور جمع الجوامع اور حصن حصین اور کنوز الحقائق فی احادیث خیر الخلائق و تجرید صریح لاحادیث الجامع الصحیح وغیرہ اون کتابوں میں ہیں جنمیں صرف حدیث بے سند کے بیان کی ہے سب غیر معتبر ہیں بسبب اسکے کہ سند سبکی نادارد ہے اصل یہ ہے کہ مصنفین مسانید امام اعظم بعضوں نے تو اپنے سے لیکے تا بہ امام اور اوس سے تا بہ صحابہ و آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سند مسلسل بیان کر دی ہے اور بعضوں نے بخوف طوالت کے امام سے آن حضرت اور صحابہ تک سند بیان کر دی اور اس طرف کی سند چونکہ اور کتب حدیث میں مذکور ہے چھوڑ دی چونکہ آپ کو اور آپکے ہمراہیان عقیدت مندان کو بجز مسند خوارزمی کے کسی اور مسند کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اسوجہ سے حکم دے دیا کہ مسانید امام کی بے سند ہیں لہذا ہماری دانست میں حنفیہ نے مسند خوارزمی کو اپنے دل کی تسکین کیلئے امام اعظم کے نام پر

اسلیے نسبت کردیا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کی طرح یہ بھی حدیث کے جمع کرنے والے لوگون میں شمار کیے جاوین نقل مشہور ہے پیران نمی پرند مریدان مے پرانند اقول ؎ خوشا عقبے نہ اگر لیگ دنیا ہوگا یہ تو نیا ہے تو عقبے مین تبا کیا ہوگا + دیکھیے چھپتا رہیگا تو کیون مجھے ترپاتا ہے + آفت آئیگی زمانہ تہہ و بالا ہوگا" آپ کی فہم ناقص مین جو مضمون آیا وہ محض غلط آیا مسند خوارزمی کو باین معنی کون حنفی مسند ابو حنیفہ کہتا ہے کہ اسکی حدیثین جمع کی ہوئی امام کی ہین یہ تو سب جانتے ہین کہ یہ مسند ابو حنیفہ کی تصنیف نہیں نہین ہے اسکو مسند ابو حنیفہ باین معنی کہتے ہین کہ اسمین ابو حنیفہ کی روایات مذکور ہین پھر یہ امر حرف حنفیہ ہی نہین کہتے ہین تا یہ کہ نسبت تسکین کے انکی طرف کیجاوے ذرا آنکھ کھول کے دیکھیے کہ محدثین بھی اپنی تصانیف مین کہ ان مسانید کو مسانید ابو حنیفہ کہہ رہے ہین اور اونکے مصنفین تک اپنی اپنی سندین پہونچا رہے ہین اور ہم نہین سمجھتے کہ مسانید ابو حنیفہ پر کیون اسقدر زور و شور ہے مسند امام احمد کب اونکی ترتیب سے ہے اور ایسیہی مسند امام شافعی کب اونکی تالیف ہے پھر اگر مسند ابو حنیفہ بھی اونکی تصنیف نہوئی بلکہ کسی شاگرد یا کسی مقلد کی جمع کی ہوئی ہوئی تو کیا حرج ہوا آپ نے کیا بستان المحدثین کی عبارت کو نہین دیکھا ہان ضرور دیکھا ہے اور اوسمین سے اپنے موافق کسیقدر صفحہ ۸۸ مین نقل کردیا اور بنظر فریب و دغا بازی بقیہ کو واگذاشت کیا ہے دیکھو وہ عبارت یہ ہے باید دانست کہ از تصانیف ائمہ اربعہ امروز در دست مردم غیر از موطا موجود نیست و مسانید ائمہ دیگر کہ در عالم مشہور اند خود ایشان بتصنیف آن نپرداختہ اند بلکہ دیگران بعد ایشان آمدہ مرویات ایشان را جمع نمودہ و مسند فلانی نہادہ اند انتہی اور یہی بعد چند سطور کے اوسمین ہے مسند حضرت امام شافعی عبارت است از احادیث مرفوعہ کہ امام شافعی آنرا بحضور شاگردان خود بسند بیان مے فرمودند و روایت مے نمودند و آنچہ ازین احادیث در مسموعات ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم از ربیع بن سلیمان در ضمن کتاب الام و مبسوط واقع شدہ بود آنرا یکجا جمع کردہ مسند شافعی نام کردہ اند و ربیع بن سلیمان بیواسطہ شاگرد شافعی است و جامع و ملتقط آن احادیث شخصے از نیشاپور است کہ او را ابو جعفر محمد بن مطر مے گویند و او از ابو ربیع و مبسوط آن احادیث را جدا نوشتہ و چون اینہمہ بفرمودہ ابو العباس اصم بود ورا مولف مسند شافعی مے انگارند و بعضے گویند کہ خود ابو العباس انتخاب کردہ و مسند امام احمد ہر چند کہ تسویہ آن کار امام است لیکن درو زیادت بسیار از پسر وے عبد اللہ است و بعضے از زیادات ابو بکر قطیعی کہ راوی آن از پسر ایشان است نیز است و امام احمد این کتاب را بطریق بیاض جمع مے کرد و ترتیب و تہذیب آن نامہ تمام نہادہ بلکہ سوی مسند بلد و ترتیب داختہ لیکن از تداخل اختلاط بسیار کردہ اند مسانید را در شامیان درج کردہ اند و بالعکس انتہی کلامہ

قولہ ایک شبہ امام اعظم کی فضیلت میں جاہلے راویوں کو یہ وسوسے ہیں کہ انہوں نے چالیس برس تک ایک وضو سے نماز عشاء اور صبح کی پڑھی اور ہر شب میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے جواب اسکا دو طرح پر ہے اول یہ کہ یہ بات بالکل غلط اور واہیات ہے جب خدمت امام کے ہو گیا انکو اتنی بھی خبر نہ تھی کہ یہ بدعت ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑھی اور نہ کبھی تمام شب جاگے بلکہ تیسرا حصہ شب کا جاگتے تھے اور دو حصے سویا کرتے تھے اور اسپر زیادتی کرنے والے کو فرماتے تھے کہ یہ شخص میری سنت سے نفرت کرتا ہے اور یہ ہم میں سے نہیں ہے اور ایسا ہی ختم کرنا قرآن کا بھی سات دن سے ورے درست نہیں رکھتے تھے اقول اس مقام پر کلام ہے چند طور پر اول یہ کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ کثرت عبادت کو امام سے صرف مقلدین ہی نہیں نقل کرتے ہیں کہ اونپر شبہہ جانبداری و دوستداری کا ہو اور حکم غلط اور واہی کا اسپر درست ہو سکے بلکہ بڑے بڑے محدثین و مورخین معتبرین نے بھی اسکو ذکر کیا ہے جیسے نووی اور ذہبی اور ابن حجر اور سیوطی اور یافعی اور ابو نعیم اصفہانی اور خطیب بغدادی اور ابن خلکان اور شعرانی وغیرہم چنانچہ بعض عبارات انکی سابقاً منقول ہو چکے اور بہت سی عبارتیں اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ میں مسطور ہیں جسکو شوق ہو دیکھ لے اور اگر اسپر کفایت نہو تو اور سنیے ابن حجر خیرات حسان میں لکھتے ہیں قال الذہبی کہا ذہبی نے جو بڑے محدث و مورخ ہیں قد تواتر قیامہ باللیل وتہجدہ وتعبدہ وعلی اختیارہ لقراءۃ القرآن فی رکعۃ ثلاثین سنۃ یعنے ثابت ہوئی بطریق تواتر امام اعظم کی شب بیداری اور تہجد گذاری بلکہ پڑھنا اونکا تمام قرآن کو ایک رکعت میں تیس برس تک وحفظ عنہ صلوۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ اور ثابت ہوا ہے ان سے صبح کی نماز ادا کرنا عشاء کی وضو سے چالیس سال تک وحفظ عنہ انہ ختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ آلاف مرۃ اور ثابت ہوا ہے ان سے ختم کرنا قرآن کا سات ہزار مرتبہ اوس مقام میں جہاں اونکا انتقال ہوا [illegible] رجل فیہ عند ابن المبارک فقال ویحک اتقع فی رجل صلی خمسا واربعین سنۃ خمس صلوات بوضوء واحد وکان یجمع القرآن فی رکعۃ اور غیبت کی کسی شخص نے ابو حنیفہ کی عبد اللہ بن مبارک کے سامنے پس خفا ہوئے وہ اور فرمایا کہ تو ایسے شخص کی شکایت کرتا ہے جسنے پینتالیس برس تک پانچ وقت نماز ایک وضو سے ادا کیں اور ایک رکعت میں قرآن ختم کیا اے برادران دینی اور حضرات غیر مقلدین ذرا آنکھ کھولو اور نقاب غفلت و تعصب اپنے منہ پر سے ہٹا دو یہ کیا تعصب ہے کہ جس فضیلت امام اعظم کو تمام محدثین ثابت کر رہے ہوں اور اسپر حکم تواتر کا دیتے ہوں اوسکو آپ غلط اور واہی ٹھہراویں اور ہو بہو مثل مشہور [illegible] سے حسد و عناد پیدا کرکے محدثین کو کیا جھٹلاتے ہیں دوم یہ کہ اسی قسم کی کثرت عبادت جو ابو حنیفہ سے منقول ہے بڑے بڑے محدثین سے بھی

کتب ثقات میں مذکور ہے اور صحابہ اور تابعین سے بھی ایسی کوشش عبادت میں ثابت ہے آپ کو اپنے آپ
بھی خبر نہیں ہے جیسے اسکی تفصیل سنئے شیخ زین الاسلام ذہبی محدث جلیل و مورخ نبیل تذکرۃ الحفاظ میں ترجمہ
مسروق بن الاجدع ہمدانی کوفی میں لکھتے ہیں قال ابو اسحق حج مسروق فما نام الا ساجدا حتی رجع وعن امرأۃ
مسروق انہ کان یصلی حتی تورمت قدماہ یعنی کہا ابواسحق نے کہ مسروق جو اجلہ تابعین سے ہیں اور وفات
انکی ۶۳ سنہ ہجری میں ہوئی واسطے حج کے پس نماز باقی بعد وقت کبھی نہیں سوئے بجز اسکے کہ رات کو مگر حالت سجدہ
اور انکی زوجہ سے روایت ہے کہ مسروق اسقدر نماز پڑھتے تھے کہ دونوں پاؤں انکے ورم کر جاتے تھے اور
بھی ذہبی ترجمہ اسود بن یزید میں لکھتے ہیں کان عبدالرحمن بن الاسود یصلی کل یوم سبعمائۃ رکعۃ یعنی عبدالرحمن
بن اسود کوفی تابعی کہ پڑھتے تھے ہر روز سات سو رکعت ۔ اور ترجمہ عمرو بن میمون تابعی میں لکھتے ہیں کان
لما اسن اوتد له فی الحائط فاذا سئم من القیام امسکہ او اعتمد به یعنی عمرو کہ جب سن رسیدہ ہوئے ایک کھونٹی دیوار
میں اونکے واسطے قائم کی گئی اور وہ نماز پڑھا کرتے تھے یہانتک کہ جب تھک جاتے اوس کھونٹی سے سہارا
کرتے اور ترجمہ سعید بن جبیر تابعی میں لکھتے ہیں قام لیلۃ فی جوف الکعبۃ فقرأ القرآن فی رکعۃ وقال عبدالملک
بن ابی سلیمان عنہ انہ کان یختم القرآن فی کل لیلتین یعنی شب بیداری کی اونہوں نے اندر کعبہ کے پس پڑھا
قرآن تمام ایک رکعت میں اور کہا عبدالملک نے کہ تھے ابن جبیر کہ ختم کرتے تھے قرآن ہر دو شب میں اور
ترجمہ خالد بن معدان تابعی میں لکھتے ہیں کان یسبح فی الیوم سبعین الف مرۃ یعنی کہ تسبیح پڑھتے تھے ہر روز
ستر ہزار مرتبہ ۔ اور ترجمہ وہب بن منبہ تابعی میں لکھتے ہیں لبث وہب عشرین سنۃ لم یجعل بین العشاء
والصبح وضوءا یعنی بیس برس تک وہب نے عشاء کی وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے اور برابر شب بیداری کی اور
ترجمہ ابواسحق سبیعی عمرو بن عبداللہ تابعی میں لکھتے ہیں قال صلیت فاقرأ سورۃ البقرۃ فی رکعۃ نماز پڑھتا ہوں
میں ایک رکعت میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کرتا ہوں اور ترجمہ امام اہل بیت نبوی ابوجعفر باقر محمد بن علی بن زین العابدین
میں لکھتے ہیں کان یصلی فی الیوم واللیلۃ مائۃ وخمسین رکعۃ یعنی پڑھتے تھے امام باقر رات دن میں ڈیڑہ سو
رکعت نوافل اور ترجمہ ایوب سختیانی تابعی میں لکھتے ہیں کان یقوم اللیل کلہ یعنی وہ کہ تمام شب قیام کرتے اور
عبادت میں مصروف رہتے اور ترجمہ صفوان بن سلیم تابعی میں لکھتے ہیں حلف صفوان ان لا یضع جنبہ
علی الارض حتی یلقی اللہ فمکث علی ذلک اربعین سنۃ فمات وہو جالس یعنی قسم کہائی تھی صفوان نے کہ نہ رکھینگے پہلو اپنا
زمین پر پس چالیس برس تک نہیں لیٹے بلکہ بیٹھے ہوئے عبادت میں مصروف رہے یہانتک کہ رحلت کی
اور ترجمہ منصور بن معتمر میں لکھتے ہیں قال زائدۃ صام منصور اربعین سنۃ وقام لیلہا وکان یبکی اللیل کلہ
فاذا اصبح کحل عینیہ ودہن راسہ کہا زائدہ نے روزے رکھے منصور نے چالیس برس اور شب بیداری کی اور

تھے کہ تمام شب روتے تھے پس جب صبح ہوتی تھی آنکھوں میں ورم ہوتا
یا کسی کو اس جانفشانی کا حال نہ معلوم ہو اور ترجمہ ابو [illegible] بروایت سعید تنکل و ازل کے باہر آتے
سنتے لیصوم یوما ویفطر یوما ویصلے صلوۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ میں لکھتے ہیں مکث اربعین
روزہ رکھتے تھے اور ایک روز افطار کرتے تھے اور صبح کی نماز عشاء کی وضو سے پڑھتے تھے چالیس برس تک کہ ایک روز
تھے اور محدث شام
عبدالرحمن اوزاعی کے حال میں لکھتے ہیں قال ابو مسہر کان الاوزاعی یحیی اللیل صلوۃ وقرآنا وبکاء کہا
ابو مسہر نے تھے اوزاعی کہ شب بیداری کرتے تھے اور تمام شب نماز اور قراءت قرآن اور زاری میں مصروف
رہتے اور مسعر بن کدام کے حال میں لکھتے ہیں کان لا ینام الی ان یقرء نصف القرآن نہیں سوتے تھے وہ شب کو
یہاں تک کہ پڑھ لیتے تھے پندرہ پارہ قرآن کے اور ابن ابی ذئب کے حال میں لکھتے ہیں کان یصلی اللیل اجمع
ویجتہد فی العبادۃ تھے کہ نماز پڑھتے تھے تمام شب اور عبادت میں بڑی محنت کرتے تھے اور حسن بن صالح بن حی
کے حال میں لکھتے ہیں قال وکیع جزء الحسن واخوہ وامہ اللیل للعبادۃ فماتت فقسما اللیل بینہما فمات علی فقام الحسن
باللیل کلہ کہا وکیع نے تقسیم کیا تھا حسن نے اور اونکے بھائی اور والدہ نے شب کو تین حصے پر عبادت کے واسطے
ایک تہائی میں وہ عبادت کرتے تھے اور دوسری تہائی میں اونکے بھائی اور ایک حصہ میں اونکی والدہ پھر
جب اونکی والدہ نے انتقال کیا دونوں بھائیوں نے آدھی آدھی رات عبادت کرنا شروع کی پھر جب حسن کے
بھائی نے بھی انتقال کیا تمام شب اونہوں نے عبادت کرنا شروع کر دیا اور محدث شام اسمعیل بن عیاش کے
حال میں لکھتے ہیں قال ابو الیمان کان یحیی اللیل یعنی کہ تمام شب عبادت کرتے تھے اور ابو بکر بن عیاش
کے حال میں لکھتے ہیں قال یزید بن ہارون کان حبرا فاضلا لم یضع جنبہ الی الارض اربعین سنۃ وقال یحیی
الحمانی لما احتضر ابو بکر بکت اختہ فقال ما یبکیک انظری الی تلک الزاویۃ فقد ختمت فیہا ثمانی عشرۃ الف ختمۃ
کہا یزید بن ہارون نے تھے ابو بکر بن عیاش بڑے عالم نہیں رکھا اونہوں نے اپنے پہلو کو زمین پر چالیس برس تک
اور کہا یحیی حمانی نے جب احتضار کا اونکے وقت آیا اونکی ہمشیرہ رونے لگیں پس کہا ابو بکر بن عیاش نے
کیوں روتی ہو تم دیکھو اس گوشہ مکان کو اوس مقام پر میں نے اٹھارہ ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ہے اور
محدث کوفہ عبداللہ بن ادریس کے حال میں لکھتے ہیں قال حسین بن عمرو لما نزل بہ الموت بکت بنتہ فقال لا تبکی
قد ختمت فی ہذا البیت اربعۃ آلاف ختمۃ کہا حسین بن عمرو نے جب کہ وقت آیا عبداللہ کے انتقال کا بیٹی اونکی
رونے لگیں پس کہا اونہوں نے مت روؤ تم میں نے اس گھر میں چار ہزار ختم قرآن کے کیے ہیں اور قاضی ابو یوسف
کے حال میں لکھتے ہیں قال ابن سماعۃ کان یصلی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مائتی رکعۃ کہا ابن سماعہ نے
کہ ابو یوسف کہ دو سو رکعت پڑھتے تھے ہر روز بعد قاضی ہونے کے اور محدث بصرہ یحیی بن سعید قطان کے حال میں

لکھتے ہیں قال ابن معین قام یحیی القطان عشرین سنۃ یختم فی کل لیلۃ
کی قطان نے بیس برس تک ہر شب کو ایک قرآن ختم کرتے تھے اور محدث کوفہ وکیع بن جراح شیخ ترمذی وغیرہ
کے حال میں لکھتے ہیں قال یحیی بن اکثم صحبت وکیعا فی الحضر والسفر وکان یصوم الدہر ویختم القرآن کل لیلۃ
کہا یحیی بن اکثم نے ساتھ رہا میں وکیع کے پس دیکھا میں نے اونکو روزہ رکھتے تھے ہمیشہ اور ختم کرتے تھے
قرآن ہر شب کو اور محدث بصرہ بشر بن مفضل کے حال میں لکھتے ہیں قال علی بن المدینی کان یصلی کل یوم اربعمائۃ
رکعۃ کہا علی بن مدینی نے تھے بشر نماز پڑھتے تھے ہر روز چار سو رکعت اور محدث واسط یزید بن ہارون کے
حال میں لکھتے ہیں عن عاصم بن علی قال کان یزید یقوم اللیل ویصلی الصبح بوضوء العتمۃ نیفا واربعین سنۃ روایت
ہے عاصم بن علی سے کہا اونھوں نے کہ تھے یزید کہ شب بیداری کرتے تھے اور نماز پڑھتے صبح کی وضو عشا کی چالیس
برس سے زائد تک اور محدث بصرہ عبد الرحمن بن مہدی کے حال میں لکھتے ہیں کان یحیی اللیل کلہ فاذا طلع الفجر
رمی بنفسہ علی الفراش حتی تطلع الشمس تھے وہ کہ تمام شب عبادت کرتے تھے پس جب طلوع ہوتی صبح صادق
لیٹ جاتے بچھونے پر اور امام شافعی کے حال میں لکھتے ہیں کان یختم فی رمضان ستین ختمۃ یعنی کہ ختم کرتے تھے
ماہ رمضان میں ساٹھ مرتبہ اور محدث کوفہ ہناد بن السری کے حال میں لکھتے ہیں قال احمد بن سلمۃ جاء الی
المسجد فصلی الی الزوال وانا معہ فی المسجد ثم رجع الی منزلہ فتوضا وجاء فصلی بنا الظہر ثم قام علی رجلیہ یصلی الی العصر
یرفع صوتہ بالقرآن ویبکی کثیرا ثم صلی بنا العصر واخذ یقرأ فی المصحف حتی صلی المغرب فقلت لبعض جیرانہ ما اصبرہ
علی العبادۃ فقال ہذہ عبادتہ بالنہار منذ سبعین سنۃ فکیف لو رأیت عبادتہ باللیل کہا احمد بن سلمۃ نے کہ آئے
ہناد مسجد میں اور میں ساتھ تھا اونکے پس نماز پڑھی دوپہر تک پھر گئے اپنے گھر میں اور وضو کرکے مسجد میں آئے
اور ظہر کی نماز ہم لوگوں کے ساتھ پڑھی پھر نوافل پڑھا کیے عصر تک اور پڑھتے تھے قرآن اور روتے تھے پھر عصر کی
نماز پڑھ کے تلاوت قرآن میں مصروف ہوئے تا بہ نماز مغرب پس کہا میں نے بعض ہمسایہ کو کہ ہناد کیسے
ان کو قوت اور صبر عبادت پر حاصل ہے پس کہا اونسے کہ یہی عبادت اونکی ستر سال سے ہے اور اگر شب کی عبادت
تم انکی دیکھو تو اور بھی تعجب کرو اور محدث قرطبہ صاحب مسند و تفسیر بقی بن مخلد کے حال میں لکھتے ہیں کان یختم القرآن
فی کل لیلۃ فی ثلاث عشرۃ رکعۃ ویسرد الصوم یعنی کہ قرآن ختم کرتے تھے ہر شب کو تیرہ رکعت میں اور ہمیشہ
روزہ رکھتے تھے اور محدث شام علی بن عساکر دمشقی کے حال میں لکھتے ہیں قال المحدث بہاء الدین کان
ابی مواظبا علی الجماعۃ والتلاوۃ یختم کل جمعۃ ویختم فی رمضان کل یوم وکان کثیر النوافل والاذکار یحیی
لیلتی العیدین بالصلوۃ والذکر کہا اونکے فرزند بہاء الدین نے کہ تھے پدر میرے ختم کرتے ہر ہفتہ کو ایک
ختم قرآن اور ماہ رمضان میں ہر روز ایک قرآن اور نوافل اور اذکار میں کثرت کرتے تھے اور عیدین کی شب کو

تمام رات عبادت کیا کرتے تھے اور محدث دمشق تقی الدین عبدالغنی مقدسی کے حال میں لکھا ہے کان یحیی
الفجر ویلقن القرآن وربما لقن الحدیث ثم یقوم ویتوضأ ویصلی ثلاثمائۃ رکعۃ الی قبیل الظہر یعنی کہ نماز صبح بعد
قرآن و حدیث پڑھاتے تھے پھر وضو کر کے نماز تین سو رکعت قریب زوال تک پڑھتے تھے اور خطیب بغدادی
محمد بن علی کے حال میں لکھتے ہیں کان یختم القرآن کل یوم ختم قرآن کا کرتے تھے ہر روز اور ابونعیم اصبہانی
نے حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل روایت کی کان عثمان یصوم الدہر ویقوم اللیل الا ہجعۃ من اولہ تھے حضرت
عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور تمام شب عبادت کرتے تھے مگر تھوڑا اول شب
سو رہتے تھے اور بھی اونہوں نے بسند مسلسل روایت کی ہے قام بالقرآن فقرء ختم القرآن فی رکعۃ کھڑے ہوئے
حضرت عثمان مسجد حرام میں اور ایک رکعت میں اونہوں نے سارا قرآن پڑھا اور بھی ابونعیم نے بسند
روایت کی ان ابن عمر کان یحیی اللیل صلوٰۃ ثم یقول یا نافع اسحرنا فیقول لا فیعاود الصلوٰۃ فیقول یا نافع اسحرنا
فیقول نعم فیقعد ویستغفر اللہ ویدعو الی الصبح تھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تمام شب عبادت کرتے تھے اور
آخر وقت اپنے مولیٰ نافع سے پوچھتے تھے کیا وقت سحر آیا یا نہیں اگر نافع کہتے کہ نہیں پھر نماز میں مصروف
ہوتے پھر نافع سے پوچھتے پس جب نافع خبر وقت سحر کی دیتے ابن عمر اوس وقت سے صبح تک ذکر اور دعا اور
استغفار میں صبح تک مصروف رہتے اور بھی ابونعیم نے بسند مسلسل شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے حال
میں روایت کی کان اذا دخل الفراش یتقلب علی الفراش لا یأتیہ النوم فیصلی حتی یصبح جب وہ شب کو
سونے پر لیٹتے کروٹیں بدلتے اور نیند نہ آتی پس کھڑے ہوتے اور نماز پڑھتے صبح تک اور ابو سعد سمعانی
نے کتاب الانساب میں لکھتے ہیں کان تمیم الداری یختم القرآن فی رکعۃ تھے تمیم داری رضی اللہ عنہ کہ ختم
کرتے تھے قرآن ایک رکعت میں اور جامع ترمذی میں بسند مسلسل عمیر بن ہانی کے حال میں مروی ہے
کان یصلی کل یوم الف رکعۃ ویسبح مائۃ الف تسبیحۃ تھے عمیر رضی اللہ عنہ ہر روز ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک لاکھ مرتبہ سبحان اللہ
پڑھتے تھے اور ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل اویس قرنی کے حال میں جو سید تابعین ہیں روایت
کرتے ہیں کان اذا امسی یقول ہذہ لیلۃ الرکوع فیرکع حتی یصبح وکان اذا امسی یقول ہذہ لیلۃ السجود فیسجد
حتی یصبح تھے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کہ شام کو کہتے تھے کہ یہ رات رکوع کی ہے پس تمام شب رکوع میں رہتے تھے اور کسی شب کو کہتے تھے
یہ رات سجدہ کی ہے پس تمام شب سجدہ کیا کرتے اور بھی ابونعیم بسند مسلسل روایت کرتے ہیں ان عامر بن
عبداللہ کان من العابدین وفرض علی نفسہ فی کل یوم الف رکعۃ تھے عامر بن عبداللہ بڑی عبادت کرنے والوں
سے اور لازم کیا تھا اونہوں نے ہر روز ہزار رکعت کا پڑھنا اور بھی ابونعیم نے بسند مسلسل روایت کی حج مسروق
فما بات الا ساجدا حج کو گئے مسروق ہمدانی پس نہیں سوئے کسی شب کو مگر حالت سجدے میں اور بھی ابونعیم نے

بسند مسلسل ابراہیم نخعی سے روایت کی کان الاسود یختم القرآن فی رمضان فی کل لیلتین وکان ینام بین المغرب
والعشاء وکان یختم فی غیر رمضان فی کل ست لیال یعنی اسود نخعی کہ ختم قرآن کرتے تھے دو رات میں ماہ رمضان میں
اور غیر رمضان میں چھ رات میں ختم کرتے تھے اور بھی ابو نعیم نے بسند مسلسل روایت کی صلے سعید بن المسیب
الغداۃ بوضوء العتمۃ خمسین سنۃ نماز پڑھی سعید بن مسیب نے کہ اجلہ تابعین سے تھے صبح کی عشاء کی وضو سے
پچاس برس تک اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل مالک بن دینار سے روایت کی کان بالبصرۃ
ثلاثۃ متعبدون صلۃ بن اشیم وکلثوم بن الاسود ورجل آخر تھے بصرہ میں تین شخص بڑے عبادت کرنے والے
ایک صلہ بن اشیم دوسرے کلثوم بن الاسود تیسرے اور ایک شخص اور بھی حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل
ثابت بنانی کے حال میں مروی ہے قال [illegible] فی لحدہ [illegible] حمید الطویل [illegible]
سقطت لبنۃ فاذا ہو قائم یصلی فی قبرہ [illegible]
فاجزنا [illegible] کان یقوم اللیل خمسین سنۃ [illegible]
راوی نے کہ قسم ہے خدا کی میں نے ثابت بنانی کو قبر میں اتارا اور میرے ساتھ حمید طویل تھے پس جب ہم اوپر
خاک ڈال چکے اور قبر برابر ہوچکی ایک اینٹ اپنے مقام سے ہٹ گئی پس دیکھا میں نے ثابت کو کہ قبر میں
کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں پس کہا میں نے اپنے ہمراہی سے کہ دیکھتے ہو یہ کیا معاملہ ہے کہا اونہوں نے
چپ رہو پس بعد فراغت کے آئے ہم اونکی دختر کے پاس پس پوچھا اوس سے کہ کیا عمل تھا تمہارے باپ کا
کہا اونہوں نے تم نے کیا دیکھا ہم نے سب حال بیان کیا پس کہا دختر نے کہ ثابت پچاس برس تک ہمیشہ قیام لیل کیا
کرتے تھے اور ہر شب کو بوقت سحر یہ دعا مانگتے کہ اے پروردگار اگر کسیکو اپنے بندوں سے تو نے نماز
پڑھنے کی قبر میں فضیلت دی ہو تو مجھکو بھی عنایت کر تا پس یہ دعا اونکی مقبول ہوگئی اور شیخ الاسلام
ذہبی کتاب العبر باخبار من غبر میں لکھتے ہیں کان عروۃ بن الزبیر یقرأ کل یوم ربع الختم فی المصحف ویقوم اللیل
بہ تھے عروہ کہ پڑھتے تھے ہر روز ربع قرآن اور شب بیداری کرتے تھے اور بھی ذہبی عبر میں لکھتے ہیں کان
علی بن الحسین یصلی فی الیوم واللیلۃ الف رکعۃ الی ان مات تھے امام حسین کے فرزند زین العابدین علی کہ
ہر روز شب ہزار رکعت [illegible] اونکا [illegible] میں بسند مسلسل [illegible]
[illegible] یختم القرآن فی کل [illegible]
[illegible] ماہ رمضان [illegible]
[illegible] سعید بن جبیر [illegible]
لکھتے ہیں انہ قرأ القرآن فی رکعۃ فی البیت الحرام اور حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل محمد بن واسع سے کہ

جو اکابر علما اور اجلہ فضلا سے ہین اور محدثین کے نزدیک اونکا اعتبار ہے بعد ذکر کرنے مناقب کثیرہ کے
مرقوم ہے کان یحیی باللیل اجمع یعنے تمام شب وہ نماز پڑھا کرتے تھے اور بھی اوسمین بسند متسلسل مالک
بن دینار کے حال مین مروی ہے صلیت العشاء معہ جابو فاکل ثم قام الی الصلوۃ ثم اخذ بلحیتہ فجعل یقول اذا جمعت
الاولین والآخرین فحرم شیبۃ مالک علے النار فواللہ ما زال کذلک حتے غلبتنی عینی ثم انتبہت فاذا ہو علی تلک الحال
یقول کذلک حتے طلع الفجر مالک بن دینار کے داماد سے مروی ہے کہ مین نے مالک کے ساتھ کھانا کھایا بعد اوسکے
وہ نماز پڑھنے کھڑے ہوے اور داڑھی پر ہاتھ رکھکے عرض کرنے لگے کہ اے پروردگار جب کہ تو جمع کریگا
تمام کو تو بس ریش حرام کردے مالک کو جہنم پر اور اسی طور پر وہ دعا مانگتے رہے یہانتک کہ مین سو گیا
پھر مین جاگا تو دیکھا کہ اونکا وہی حال ہے اور یہی کیفیت رہی تا بہ طلوع صبح اور بھی حلیہ مین سلیمان تیمی
کے حال مین مروی ہے اقام بالبصرۃ اربعین سنۃ یصلے العشاء والصبح بوضوء واحد یعنے چالیس برس تک
بصرہ مین اونھون نے عشاء کی وضوء سے صبح کی نماز پڑھی اور بھی حلیہ مین منصور بن زاذان کے حال مین
مروی ہے کان اذا جاء رمضان ختم القرآن فیما بین المغرب والعشاء ختمتین یعنے رمضان مین وہ درمیان
مغرب وعشاء کے دو ختم قرآن کے کرتے تھے اور بھی اوسمین علی بن عبد اللہ بن عباس کے حال مین مروی ہے
کان یسجد کل یوم الف رکعۃ یعنے ہر روز وہ ہزار رکعت پڑھتے تھے اور اس بحث مین اگر کسیکو شوق زیادہ تفصیل کا ہو
تو اقامۃ الحجۃ علے ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ کا مطالعہ کرے اون عبارات سے ان لوگون کی کثرت
عبادت ثابت ہے حضرت عثمان رض اور ابن عمر رض اور شداد بن اوس رض اور تمیم داری رض اور مسروق رح عبد الرحمن
بن اسود رح عمرو بن میمون رح سعید بن جبیر رض سعید بن المسیب رض خالد بن معدان ابو اسحق سبیعی وہیب بن منبہ
امام باقر امام زین العابدین امام سجاد علی بن عبد اللہ قتادہ اویس قرنی ثابت بنانی صلہ بن اشیم عروہ
بن زبیر ابن عساکر خطیب بغدادی عبد الغنی مقدسی عمیر بن ہانی عامر بن عبد اللہ اسود نخعی ایوب
سختیانی صفوان بن سلیم منصور بن معتمر سلیمان بن طرخان اوزاعی مسعر بن کدام ابن ابی ذئب حسن
بن صالح اسمعیل بن عیاش امام شافعی ابوبکر بن عیاش عبد اللہ بن ادریس ابو یوسف یحیے قطان
وکیع بن جراح بشر بن مفضل یزید بن ہارون عبد الرحمن بن مہدی ہناد بن السری محمد بن واسع مالک
بن دینار سلیمان تیمی منصور بن زاذان رضوان اللہ علیہم اور سوا انکے اگر کتب اسماء رجال و کتب حدیث و تاریخ دیکھیے
تو صدہا محدثین کی کثرت عبادت ثابت ہوگی باقی اولیاء اللہ کی کثرت عبادت تو خارج از حیطہ تحریر ہے
کتب مناقب اولیاء کے مطالعہ سے کیفیت اوسکی منکشف ہوتی ہے اب ہم اولیاء اللہ کے احوال سے
قطع نظر کرتے ہین اسوجہ سے کہ آپ کو اور آپ کے شرکا کو انکو بدعتی کہدینا بہت آسان ہے صرف لکھا ہے

اور تابعین اور ائمہ مجتہدین اور اجلہ محدثین کے حال سے بحث کرتے ہیں کہ اگر کثرت عبادت بدعت ہوتی تو یہ
لوگ کیا ایسے نادان تھے کیا بدعت کی انکو خبر نہ تھی آپ کو اور آپکے شیخ مولف معیار الحق کو ذکی
سمجھ ہوئی کہ ہم کثرت عبادت کو امام ابو حنیفہ کی ضد سے بدعت تو کہہ رہے ہیں مگر انجام اسکا یہ ہوگا کہ ائمہ
مجتہدین اور بہت محدثین اور صحابہ و تابعین بھی بدعتی ہو جائینگے اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ کثرت
عبادت مطلقاً بدعت ہے یا وہی جو امام ابو حنیفہ سے صادر ہوئی اگر شق ثانی کا تو کوئی احمق بھی قائل نہوگا
بر تقدیر اول محدثین بھی بدعتی ہوئے جاتے ہیں اس صورت میں یا تو آپ لوگ کثرت عبادت کو بدعت کہنے سے توبہ
کیجیے یا ان صحابہ اور مجتہدین اور تابعین اور محدثین کی بھی بدعتی ہونے کا اقرار کیجیے پہلے آپ ان سب کو بدعتی
ٹھہرائیں پھر امام ابو حنیفہ کو بھی بدعتی کہیں ہمارے نزدیک ایسی بدعت یعنی ہمکو بڑی خوش قسمتی سے
ملتی ہے کہ جس میں ایسے لوگوں کی شرکت ہووے جیسے امام ابو حنیفہ اگر ایسے متشددین کے ساتھ جنت
نہ جاوینگے تو ان محدثین کے ساتھ جنت میں جاوینگے اگر یہ شبہ ہووے کہ کثرت عبادت کی نسبت ان بزرگوں
کی طرف قابل اعتبار نہیں ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ ان لوگوں کی کثرت عبادت بڑے بڑے محدثین
جیسے ذہبی اور سمعانی اور یافعی اور ابو نعیم اور خطیب بغدادی وغیرہ نقل کر گئے اب یا تو ان سب کی
تکذیب کیجیے یا کثرت عبادت کے قائل ہوجیے اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اگر ان سب کے اقوال کو باب کثرت
عبادت میں نہ مانیگا تو بڑی مشکل پیش آویگی اسوجہ سے کہ یہی محدثین اور مصنفین بخاری اور مسلم
وغیرہ کے مناقب لکھ گئے جب انکی تکذیب کیجاویگی یا انکی نقل غیر معتبر سمجھی جاویگی بخاری اور مسلم کے
مناقب بھی غبار ہو جائینگے اور اگر یہ کہیے کہ
اسکا یہ ہے کہ حلیۃ الاولیاء اور ذہبی اور کتب حدیث میں اسکی سند موجود ہے اور اگر بے سند بھی ملتا
ہے کسی کتاب میں اسکا غیر معتبر ہونا ثابت ہو تو تمام مناقب بخاری اور مسلم کے جو بے سند کتب تواریخ
میں مذکور ہیں سب غیر معتبر ہو جاوینگے اصل یہ قول آپکا کیا انکو یعنی ابو حنیفہ کو اتنی خبر نہ تھی کہ
یہ بدعت ہے بعینہٖ بڑے بڑے محدثین پر عائد ہوتا ہے پس جو جواب آپ انکی طرف سے دیجیے گا
وہی جواب ہمارا ابو حنیفہ کی طرف سے ہوگا سوم یہ کہ کثرت عبادت کو مطلقاً بدعت اور ممنوع کہنا
جیسا کہ آپ نے اور شیخ الشیوخ نے معیار الحق میں لکھا ہے محض غلط ہے تحقیق اسکی اتمام الحجۃ علی ان تکثیر
العبادۃ لیست ببدعۃ میں موجود ہے جسکو شوق ہو دیکھ لے آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ جو فعل صحابہ کے زمانہ
میں پایا گیا ہو اور اوس پر انکار نہ ہوا ہو وہ بدعت ضلالت نہیں ہے علے الخصوص جبکہ خود صحابہ سے
وہ فعل صادر ہوا ہو اور صحابہ سے اوس پر انکار نہ ثابت ہو تحقیق اس بحث کی اقامۃ البرہان میں ہے

اور رسالہ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار اور رسالہ التحقیق العجیب فی مسئلۃ التثویب اور رسالہ احکام
کہ یہ رسالہ بحث تراویح میں ہے ۱۲
النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس میں موجود ہے جسکو شوق ہو انصاف سے انکا مطالعہ کرے فائدہ اوٹھائے
چہارم یہ کہ یہ قول آپکا کہ ان حضرت نے عمر بہر کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑہی
اور نہ کبھو تمام شب جاگے اہم غلط ہی ان حضرت اکثر گیارہ یا تیرہ رکعت ادا فرماتے تہے اور اس سے زیادہ پڑہنا
پندرہ رکعت تک بعض شبوں میں آپ سے ثابت ہے چنانچہ اسکی تصریح نووی شارح صحیح مسلم وغیرہ نے کی ہے
بلکہ بروایت ابن ابی شیبہ وطبرانی وبیہقی وغیرہ آپ سے تمام رمضان میں بیس رکعت پڑہنا بہی ثابت ہے
اور سند اوسکی اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل صحابہ باب تراویح میں اسکا موید ہے اور تمام شب آپکا جاگنا اور
عبادت میں مصروف رہنا اس روایت بخاری ومسلم وابوداود ونسائی وابن ماجہ سے ثابت ہے عن عائشۃ
قالت کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر الاواخر من رمضان شد میزرہ واحیی لیلہ وایقظ اہلہ
روایت ہے عائشہ سے کہا اونہوں نے کہ تہے ان حضرت جب کہ ہوتا اخیر عشرہ رمضان میں باندہ لیتے تہے
اپنے ازار کو یعنی بیبیوں سے کنارہ کشی کرتے اور عبادت میں مصروف رہتے اور زندہ کرتے شب کو
یعنی شب بیداری کرتے اور جگاتے اپنے گہر والوں کو واسطے عبادت کے اس حدیث میں احیاء لیل دال
اس امر پر ہے کہ آپ شب کو نہیں سوتے تہے اور تمام شب عبادت میں مصروف رہتے تہے اسیوجہ سے
نووی اسکی شرح میں لکہتے ہیں ای استغرقہ بالسہر بالصلوۃ وغیرہا انتہی یعنی تمام رات جاگتے تہے نماز وغیرہ میں
مصروف رہتے تہے اور ابن اثیر جزری نہایہ میں لکہتے ہیں احیاء اللیل السہر فیہ بالعبادۃ وترک النوم انتہی
یعنی احیاء لیل عبارت ہے تمام شب جاگتے رہنے سے ساتہ عبادت کے اور نہ سونا ہے اور بلحاظ ان تصریحات
محدثین کے عقل سلیم بہی مقتضی اسی امر کو ہے کہ احیاء لیل سے مراد تمام شب جاگنا ہے کیونکہ کسیقدر سونا اور کچہ
جاگنا اور تیرہ یا گیارہ رکعت ادا کرنا تو طریقہ دائمہ یا غالبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تہا عشرہ اخیرہ
رمضان کے خصوصیت نہ تہی پس اسکے خبر دینے سے اور عشرہ اخیرہ کے ساتہ خاص کرنے میں حضرت عائشہ کو کیا
فائدہ ملتا اور یہی آپکا تمام شب جاگنا اس حدیث سے ثابت ہے جو عبد بن حمید اور ابن ابی الدنیا
نے کتاب التفکر میں اور ابن حبان نے صحیح میں اور اصبہانی نے کتاب الترغیب والترہیب میں اور ابن
عساکر اور ابن مردویہ وغیرہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے انہ اتانی لیلۃ فدخل معی فی لحافی ثم قال ذرنی
اتعبد لربی فقام فتوضا ثم قام یصلے فبکی حتے سال دموعہ علے صدرہ ثم رکع فبکی ثم سجد فبکی ثم رفع راسہ فبکی فلم یزل
کذلک حتے جاء بلال یوذنہ بالصلوۃ یعنی ایک شب کو ان حضرت میرے پاس بقصد سونے کے آئے اور
لحاف میں داخل ہوئے پہر فرمایا کہ چہوڑ دو مجہکو کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں پس کہڑے ہوئے اور وضو کیا

پھر نماز پڑھنے لگے اور اسقدر روئے کہ آنسو آپکے سینہ پر بہنے لگے اور تمام شب نماز پڑھتے تھے اور رکوع اور
سجدہ وغیرہ میں روتے رہے یہانتک کہ صبح کی نماز کی خبر بلال نے دی اور یہی اس روایت سے ثابت ہے
جو سنن بیہقی میں عائشہؓ سے مروی ہے دخل علی رسول اللہ صلعم فوضع عنہ ثوبیہ ثم لم یستتم ان قام فلبسہما فاخذتنی
غیرۃ شدیدۃ ظننت انہ یاتی بعض صویحباتی فخرجت اتبعہ فادرکتہ بالبقیع یستغفر للمومنین والمومنات ثم قال یا
عائشہ تاذنین لی فی قیام ہذہ اللیلۃ فقلت نعم الخ حاصل اس حدیث کا جو ترجمہ تمام رسائل فضیلت شب برات میں مذکور
ہے یہ ہے کہ آن حضرتؐ ایک شب کو عائشہؓ کے پاس آئے اور کپڑے اپنے اوتارے پھر بستر پر کھڑے ہو گئے اور کپڑے
پہن کے باہر چلے گئے پس عائشہؓ کو یہ خیال آیا کہ شاید آپ کسی اور بی بی کے پاس گئے ہیں اس خیال میں مبتلا
ہو کر نکلیں اور سب بیبیوں کے مکانات کو دیکھا پھر جنۃ البقیع کی طرف جو مقبرہ مدینہ منورہ کا ہے گئیں تو دیکھا کہ
آن حضرتؐ وہان کھڑے ہوئے دعا اموات کے واسطے مانگ رہے ہیں بعد ازان جب آپ تشریف لائے
فرمایا اے عائشہؓ تم اجازت دیتی ہو کہ آج میں نہ سوؤن اور عبادت میں مصروف رہون کہ آج کی شب
متبرک ہے پس آپ نماز پڑھنے لگے تا صبح اوسمیں مصروف رہے اور اسکے سوا اور بھی احادیث کتب حدیث میں
موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ نے تمام شب بھی عبادت کی ہے اگر یہ شبہ ہووے کہ صحیح مسلم
وغیرہ میں عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے کبھی تمام شب نماز نہیں پڑھی اور نہ ایک شب میں تمام قرآن پڑھا
تو اب جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ خبر حضرت عائشہؓ کی ایسی ہے جیسے اونہیں سے صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ
میں مروی ہے کہ ما کان رسول اللہ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یعنی نہ تھے آن حضرت
کہ گیارہ رکعت سے زائد پڑھتے ہوں نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں حالانکہ اونہیں سے اور دوسرے صحابہ سے
کتب صحاح ستہ وغیرہ میں آنحضرت کا تیرہ رکعت پڑھنا بلکہ سیزدہ ثابت ہے اور جیسے اونہیں سے صحیحین میں
روایت ہے کہ میں نے آن حضرتؐ کو نہیں دیکھا کہ نماز چاشت پڑھتے ہوں اور میں پڑھتی ہوں حالانکہ
کتب حدیث میں بروایات متعددہ آن حضرتؐ کا نماز چاشت پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ سیوطی نے مفصلاً
رسالہ صلوۃ الضحی میں ذکر کیا ہے پس تطبیق روایات یون دینا چاہیے کہ آن حضرتؐ کے نماز چاشت
پڑھنے کی اور گیارہ سے زائد پڑھنے کی اور تمام شب عبادت کرنے کی عادت اکثر نہ تھی بلکہ کبھی کبھی ایسے
ویسا کیا اس وجہ سے عائشہؓ نے نفی ان امور کی کر دی اور ان روایات سے یہ سمجھنا کہ آپ نے فی عمرہ
کبھی گیارہ پر زیادتی نہیں کی اور نماز چاشت کبھی نہیں پڑھی اور تمام شب کبھی عبادت نہیں کی ادنی شخص کا
کام ہے جو فن حدیث میں نظر وسیع نہ رکھتا ہوگا اور سوا اسکے ان اخبار کے اور احادیث کا مطالعہ
جسکو نصیب نہوا ہوگا تتمہ یہ کہ اگر تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی تمام عمر

تمام شب عبادت نہین کی اور ایسی کثرت عبادت جیسی ائمہ مجتہدین اور محدثین اور اولیا راشدین سے منقول ہے
آپ سے نہین صادر ہوئی تو بہی اس سے اوسکا بدعت اور ضلالت اور ممنوع ہونا نہین لازم آتا ہے
دیکھو صحیح بخاری مین کتاب فضائل القرآن مین زید بن ثابت سے مروی ہے قال ابوبکر ان عمر اتانی
فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذہب
کثیر من القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ قال عمر ہذا واللہ
خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلک ورأیت فی ذلک الذی رأی عمر الحدیث حاصل اسکا یہ ہے
کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زید بن ثابت سے بیان کیا کہ میرے پاس عمر فاروقؓ آئے اور کہنے لگے کہ یمامہ
کی لڑائی مین بہت صحابہ جو قراء قرآن تہے شہید ہوگئے اور مجکو خوف ہے کہ قتل قراء قرآن کا مقامات
مختلفہ مین ہووے اور بہت سا قرآن جاتا رہے اسوجہ سے کہ قرآن جمع نہین ہے پس میری رائے یہ ہے
کہ آپ قرآن کو ایک جا جمع کردیجیے پس کہا مین نے عمر سے کیونکر ایسی بات تم کروگے جسکو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے نہین کیا پس کہا عمر نے کہ اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن جمع نہین کیا
لیکن یہ جمع کرنا ایک فعل نیک ہے اسکو اختیار کرنا لازم ہے پس گفتگو کرتے رہے مجسے عمر فاروق
اس باب مین یہانتک کہ حق جل شانہ نے میرے بہی دل کو اس طرف متوجہ کردیا اور رائے میری موافق عمر کی
رائے کے ہوگئی کہ قرآن ایک جگہ جمع کردیا جاوے اور بہی صحیح بخاری مین کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین
مین ابوہریرہؓ سے مروی ہے لما توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم استخلف ابوبکر وکفر من کفر من العرب
قال عمر یا ابا بکر کیف تقاتل الناس وقد قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتے یقولوا لا الہ
الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علے اللہ قال ابوبکر واللہ لاقاتلن من فرق
بین الصلوۃ قال عمر فواللہ ما ہو الا ان رأیت ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق حاصل اسکا
یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوے اور عرب مین بعض
لوگ کافر ہوگئے اور بعضون نے زکاۃ دینا موقوف کردیا پس حضرت ابوبکرؓ نے قصد کیا کہ ان سب سے قتال
کرین پس کہا حضرت عمرؓ نے کیونکر مقاتلہ درست ہے ایسے لوگون سے جو کلمہ گو ہین حالانکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مین حکم کیا گیا ہون قتال کرنے کا یہانتک کہ کہین لا الہ الا اللہ پس جسنے
یہ کلمہ توحید کہا محفوظ کرلیا مجسے اوسنے اپنے خون اور اپنے مال کو یعنے اوسکا قتال اور مال غارت کرنا نہین
درست ہے مگر بحق اسلام یعنے ایسی صورتون مین قتال درست ہے جنمین دین اسلام مین قتال کا
حکم ہے پس کہا ابوبکر صدیقؓ نے قسم ہے خدا کی مین مقاتلہ کرونگا اوس سے جسنے فرق کیا درمیان نماز

نہ ہونے دیتا تھا کہ کہا حضرت عمرؓ نے کہ اس میں بہتری کچھ یہی حق ہے آپ غور کریں کہ مقاتلہ کرنے والوں سے کبھی ان حضرت
نے جمع نہیں کیا اور جمع قرآن کا اہتمام کیا مگر حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ دونوں اس امر پر اتفاق کر لیا
اور عمرؓ نے بہت کچھ کہا تب ابو بکر صدیقؓ کو سمجھ آیا کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام نہیں کیا تھا وہ بدعت نہیں بلکہ لازم
ہے ہم بھی اس کو مستحب سمجھتے ہیں بلکہ اگر وہ امر خیر ہوگا تو اختیار کرنا اس کا بہتر ہوگا ہمکو نہایت تعجب ہے اور ان لوگوں
کے جو صحیح بخاری وغیرہ کی حدیثیں سمجھتے ہیں اور مدعی ہیں حضرت امام اوزاعی کا کہ اتنے بڑے امام مہمل بجا لاتے ہیں کہ جس فعل کو ان حضرت
نے نہیں کیا بدعت اور ضلالت ہے اور نہیں دیکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے کہ قول علی کرم اللہ وجہہ
اور بھی صحیح بخاری وغیرہ میں موجود روایت ہے کہ مثل جریر نے کہا قول ... شاید ... علی ... السلام
وامرة ابی بکر وصدرا من خلافة عمر فنقوم الیه بایدینا ونعالنا وارديتنا حتى كان آخر امرة عمر فجلد اربعين حتى
اذا عتوا وفسقوا جلد ثمانين یعنی ان حضرت کے زمانے میں شراب پینے والے کو مارا کرتے تھے اور جوتیوں سے
اور کپڑوں سے مارتے تھے اور ایسا ہی خلافت حضرت ابو بکر صدیقؓ اور شروع زمانہ خلافت حضرت عمرؓ میں پھر حضرت
عمرؓ نے آخر زمانہ خلافت میں چالیس کوڑے مقرر کیے پھر جب لوگ بہت شراب پینے لگے اور مخالفت
کرتے تھے تب اسی کوڑے حد کے مقرر کر دیے اور بھی صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے جلد النبی صلی
الله عليه وسلم اربعين وابو بكر اربعين وعمر ثمانين وكل سنة یعنی شرابی کو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
ابو بکر صدیقؓ نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے مقرر کیے اور دونوں طریق سنت ہیں
دیکھو اس حدیث میں جس امر کو ... اور جس فعل کو جو ان حضرت سے نہیں ثابت ہے سنت کہہ گئے اور بھی
صحیح بخاری وغیرہ میں روایت ہے فلما كثر الناس زاد النداء الثالث عثمان بن عفان الحديث یعنی جمعہ کے
روز اذان حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانے میں ایک ہی اذان ہوتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کے واسطے
بیٹھتا تھا لیکن جب کثرت ہوئی لوگوں کی اور ایک اذان کافی نہ ہوئی حضرت عثمانؓ نے پہلی اذان زیادہ کی
اور تمام عالم نے اسکو مستحسن سمجھا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ امر نہ تھا خلاصہ
یہ ہے کہ کسی فعل کا ان حضرتؐ سے ثابت نہ ہونا یہ نہیں لازم کہ وہ بدعت ہو جاوے جیسا کہ اکثر امور
ایسے ہیں کہ ان حضرتؐ نے انکو نہیں کیا بلکہ صحابہ یا تابعین نے انکو احداث کیا اور بالاتفاق جمیع
علماء امت محمدیہ وہ امور مستحبات میں شمار کیے گئے ہیں تحقیق اعیاد میں جمع جو سنت کو ترک کرے گا اور اس پر امر
مخفی نہ ہوگا پس ایسی کثرت عبادت جیسے شب بیدار اور روز ایک ختم کرنا یا ہزار رکعت نماز دن رات
پڑھنا اگر ان حضرت سے منقول نہ ہو تو کیا نقصان ہے اس سے انکا بدعت ہونا نہیں لازم ہے
حق یہ ہے کہ اکثر ... بلکہ ہمارے زمانے کے خواص کا اور عوام ... سمجھتے ہیں کہ جو فعل ان حضرت یا صحابہ

نہیں کیا وہ قبیح ہی حالانکہ یہ امر محض غلط ہی اصل بدعت سیئہ وضلالت وہ ہی کہ جسکا استحسان پر دلیل شرعی
قائم نہو نہ صریحاً نہ اشارۃً نہ قولاً نہ فعلاً پس جس فعل کو صحابہ یا تابعین نے کیا اور اونکے زمانے مین کسی نے
اوسپر انکار نہ کیا اور ایسی وہ امر جسکا استحسان وجواز کسی دلیل شرعی سے ثابت ہوتا ہی اگرچہ ثبوت بطور
اشارہ ہی کے ہو ہرگز مذموم وضلالت نہیں ہے سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد مین لکھتے ہین البدعۃ
المذمومۃ ہو المحدث فی الدین من غیر ان یکون فی عہد الصحابۃ والتابعین ولا دل علیہ الدلیل الشرعی انتہی یعنے
بدعت مذموم وضلالت وہ ہے جو دین مین کوئی بات نئی پیدا کیجاوے اسطرح کی کہ زمانہ صحابہ اور تابعین
مین اوسکا وجود نہو اور نہ اوسپر کوئی دلیل شرعی قائم ہوئی ہو اور مجالس الابرار مین ہے البدعۃ لہا معنیان
احدہما لغوی عام وہو المحدث مطلقا سواء کان من العادات او العبادات والثانی شرعی خاص وہو الزیادۃ
فی الدین او النقصان منہ بعد الصحابۃ بغیر اذن الشارع لا قولا ولا فعلا ولا صریحا ولا اشارۃ وعمومہا فی الحدیث
بحسب معناہا الشرعی انتہی یعنے بدعت کے دو معنی ہین ایک لغوی عام وہ یہ کہ جو نئی بات ہو اوسکو لغت مین
بدعت کہتے ہین عبادات کی قبیل سے یا عادات سے اور دوسری شرعی خاص وہ عبادت سے زائد کرنے
امر عبادت کو یا اوسکا نقصان کرنا بعد زمانہ صحابہ کے بدون اجازت شارع کے نہ قولاً اور نہ فعلاً نہ صراحۃً
اور نہ اشارۃً اور حدیث مین جو وارد ہے کہ ہر بدعت ضلالت ہے اوس سے مراد یہی معنی شرعی ہے نہ معنی
اول ہرگاہ یہ امر معلوم ہوا پس سمجھنا چاہیے کہ کثرت عبادت جیسی ائمہ سے اور محدثین سے منقول ہی ہرگز
بدعت وضلالت نہین ہے چند وجوہ سے اول یہ کہ کثرت عبادت صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے اور
کسی سے اوس زمانے مین اسپر انکار منقول نہین ہے اور جو امر اوس زمانے مین حادث ہوا اور انکار اوسپر نہوا
وہ ضلالت نہین ہے حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور حدیث ما رآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن
اور حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم وغیرہ سے یہ امر ثابت ہے جیسا کہ مولف اقامۃ الحجۃ
علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ نے اسکو بشرح وبسط بیان کیا دوم یہ کہ اس قسم کی کثرت عبادت
جیسے تمام قرآن ایک شب مین پڑھنا حضرت عثمان وغیرہ خلفاء سے ثابت ہے اور حدیث علیکم بسنتی و
سنۃ الخلفاء الراشدین جو سنن ابوداود وغیرہ مین مروی ہے اس امر پر دال ہے کہ جس امر کو خلفاء راشدین
ابوبکر عمر عثمان علی رضی اللہ عنہم کرین اوسکے ساتھ اقتدا کرنا چاہیے پس باینہمہ اوسکا بدعت وضلالت ہونا
کیونکر ہو سکتا ہے سوم یہ کہ عبادت مین کوشش کرنا اور اوسمین تکلیف اوٹھانا خود ذات حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے صحیح بخاری وجامع ترمذی وسنن نسائی وسنن ابن ماجہ وغیرہ مین مروی ہے
کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیقوم یصلی حتی ترم قدماہ آنحضرت اتنے کہ قیام کرتے تھے اور شب بیداری کرتے کہ

یہانتک کہ متورم پانون آپکے پہول جاتے اور ورم کر آتے چہارم یہ کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی بلا طاقت
طاقت اجازت عبادت کی نہین دی سنن ابوداؤد مین مروی ہے اکلفوا من العمل ما تطیقون اور نسائی کی روایت
مین مروی ہے علیکم ما تطیقون من الاعمال اور حلیۃ الاولیاء مین وارد ہے لیتکلف احدکم من العمل ما یطیق
حاصل ان سب کا یہ ہے کہ بقدر طاقت انسان کو عبادت کرنا چاہیے اور یہ ظاہر ہے کہ طاقت بنی آدم کی
مختلف ہے بعض لوگ پنجوقتہ نماز اور سنن مقررہ مین تہک جاتے ہین اور بعض شب و روز عبادت پر
قادر ہین علے الخصوص وہ لوگ جنکا قلب صافی ہے اور لذت عبادت انکو حاصل ہوتا ہے پس انکو
بقدر انکی طاقت کے بالضرورۃ عبادت جائز ہوگی گو دوسرون کی نسبت سے وہ باہر ہو ہوے الحاصل
کثرت عبادت کو مطلقاً ہر شخص کے حق مین بدعت کہدینا خالی حماقت و ضلالت سے نہین ہے ایسی بات
وہی کہیگا جسنے کتب حدیث کا مطالعہ نہ کیا ہوگا یا احادیث کے سمجھنے کا مادہ اسمین نہوگا یا وہ شخص کہ اپنا
سا کاہل و غافل ہر بندہ خدا کو سمجھتا ہوگا اور بندگان خدا کے فضائل و مراتب مین اسکو مطلقاً فرق
نہ معلوم ہوتا ہوگا پنجم یہ کہ یہ قول آپکا کہ آن حضرت صلعم تیسرا حصہ شب کا جاگتے اور دو حصہ سویا کرتے تھے
اور اسپر زیادتی کرنے والے کو فرماتے کہ یہ شخص میری سنت سے نفرت کرتا ہے اور ہم مین سے نہین الخ
غلط آن حضرت صلعم نے کبھی یہ نہین فرمایا کہ جو اسپر زیادتی کرے وہ میری سنت سے نفرت کرتا ہے ہان یہ
فرمایا ہے کہ جو میری سنت سے نفرت کرے وہ مجھسے نہین پس جو شخص کثرت عبادت اس طرح پر کریگا کہ
طریقہ نبویہ سے نفرت کریگا وہ بلا شبہہ گناہگار ہوگا ششم یہ کہ آپ کی اور آپ کے برادران کی مثل
ایسی ہے کہ لا تقربوا الصلوۃ پڑہ کے وانتم سکاری کو چہوڑ دیتے ہین جو حدیثین موافق اپنی سمجھ کے
معلوم ہوتی ہین وہ جہٹ پٹ لکہدیتے ہین اور باقی احادیث کو ترک کر دیتی ہین اور یہ جو مسلم کی حدیث
لکہی جسکا حاصل یہ ہے کہ آن حضرت صلعم نے کبھی سارا قرآن ایک رات مین نہین پڑہا اور نہ کبھی تمام شب
نماز پڑہی اور کبھی سارا مہینہ روزے رکہے سواے رمضان کے اس سے بدعت ہونا کثرت عبادت کا کہاں
ثابت ہوا اگر یہ امر تسلیم کیا جاوے کہ آن حضرت صلعم سے ایسی جانفشانی نہین ثابت ہے مگر اس سے اسکا
ممنوع ہونا نہین لازم آتا ہے دیکہو کتب صحاح ستہ مین عایشہ رضی اللہ عنہا سے روایت موجود ہے جسکا حاصل یہ ہے
کہ آن حضرت صلعم کبھی بعض افعال کو بہتر سمجھتے تھے مگر امت پر شفقت فرماکے ان اعمال کو نہین کرتے تھے
باین خیال کہ ایسا نہو کہ اگر ہم یہ عبادت کرین تو امت پر بار گران ہوجاوے بسبب اسکے کہ وہ لوگ بھی
آپ کی اتباع کرینگے یہی حاصل ہے اس روایت صحیح بخاری و سنن ابوداؤد کا ان کان رسول اللہ صلعم لیدع العمل
وهو یحب ان یعمل به خشیۃ ان یعمل به الناس فیفرض علیهم اور جامع ترمذی اور شمائل ترمذی اور سنن ابوداؤد

مین کیا وہ یہ ہے کہ آن حضرتؐ نے ایک روز پیشاب سے فراغت کی حضرت عمرؓ ایک کوزہ پانی لیکر کہڑی ہوگئے تاکہ شاید
قائم ہو نہ ضرور مین باین خیال کہ ہر وقت با وضو رہنا بہتر ہے آپ نے پوچھا کیا ہے یہ اے عمر عرض کیا اونہون نے
او بہبا کے وضو کے واسطے پانی لایا ہون پس آپ نے فرمایا ما امرت کلما بلت ان اتوضأ و لو فعلت لکانت سنۃ
اشارا اسکا مین مامور نہین ہون کہ جب مین پیشاب کرون تو فی الفور وضو کرون اور اگر ایسا مین کرتا تو امت پر
المسنت ہوجاتا اس سے معلوم ہوا کہ بعض امور آپ کے نزدیک محبوب ہوتے تھے اور آپ اون افعال کو پسند
فرماتے تھے مگر بخیال اسکے کہ ایسا نہو اگر مین یہ افعال کرون تو میری امت پر مشقت ہو جاوے آپ ترک کر دیتے
اور یہ جو صحیح بخاری او صحیح مسلم کی روایت آپ نے لکہی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ تین شخص آن حضرتؐ کی عبادت
کی کیفیت دریافت کرنے کے واسطے آن حضرتؐ کی بیبیون کے پاس حاضر ہوئے اور بیبیون نے آپ کی عبادت
بیان کر دی پس اونہون نے کم سمجہا اوس عبادت کو اور کہنے لگے کہ ہمکو آن حضرتؐ کے ساتہ کیا نسبت ہے آپکے
سارے اگلے اور پچہلے گناہ بخشے ہوئے ہین آپکو زیادہ عبادت کی کیا ضرورت ہے پس اونمین سے ایک نے
کہا کہ مین تمام شب نماز ادا کرونگا اور دوسرے نے کہا مین ہمیشہ روزہ رکہونگا اور تیسرے نے کہا مین کبہی نکاح
نکرونگا پس سنی آن حضرتؐ نے یہ سب گفتگو اور فرمایا آپ نے کہ قسم ہے خدا کی مین تم سب سے بڑہ کے
پروردگار سے ڈرتا ہون اور تقوے کرتا ہون لیکن میری کیفیت یہ ہے کہ مین روزہ بہی رکہتا ہون
اور ترک بہی کرتا ہون اور شب کو نماز بہی پڑہتا ہون اور سوتا بہی ہون اور نکاح بہی کرتا ہون پس جو شخص
میری سنت سے نفرت کرے وہ ہم مین سے نہین پس اس روایت سے بہی مطلقاً کثرت عبادت کی ممانعت
ہر شخص کے واسطے ثابت نہین ہوتی ہے بلکہ ممانعت آن حضرتؐ کے طریقہ سے نفرت کرنے کی اور آپ کے
طریقہ کی ناپسندیدگی کی جیسا کہ اون صحابہ سے واقع ہوا تہا اسیوجہ سے آپ نے یہ فرمایا فمن رغب عن سنتی
فلیس منی یعنی جو میرے طریقہ سے اعراض کرے اور اوسکو برا سمجہے یا غیر معتبر سمجہے وہ مجہسے نہین ہے
اور یہ نہین کہا کہ فمن زاد علی ہذا فلیس منی تا یہ معنی ہوتے کہ جو اسپر زائد کرے وہ مجہسے نہین ہے اور یہ جو
حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی آپ نے لکہی جسکا حاصل یہ ہے کہ آن حضرتؐ کو خبر پہونچی کہ عبداللہ بن عمرو
بن العاص ہمیشہ روزہ رکہتے ہین اور تمام شب جاگتے ہین پس آپ نے کہا کہ ایسی جانفشانی نکرو کبہی روزے سے
ہو اور کبہی افطار کرو اور شب کو نماز بہی پڑہو اور سو بہی رہو اسوجہ سے کہ تمہارے بدن کا تمپر حق ہے ایسا نہو
تم بیمار ہو جاؤ اور تمہاری آنکہون کا بہی تمپر حق ہے ایسا نہو کہ جاگتے جاگتے آنکہون کو ایذا پہونچے اور تمہاری
جان کا بہی تمپر حق ہے رات بہر نماز پڑہنے مین اوسکی حق تلفی ہوگی اور تمہارے مہمان کا بہی تمپر حق ہے
پس اس روایت سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اسقدر کہ ایسی کثرت عبادت جسمین سے اور امور شرعیہ مین

عقل باقی بچتا تو ہے اور خرق عادت مرفوع ہے اور نہ ممکن وہ ممنوع ہے نہ یہ کہ بیشک کثرت عبادت منع کر تفصیل
اسکی رسالہ اتمام الحجۃ میں جو مذکور ہے جسکو شیوخ الصلحاء و تحقیق ہو یہ لوگ کا بیان کرے قولہ سوم یہ کہ
ہر شب میں ہزار رکعت پڑھنی عقلاً بھی دشوار ہے اسلیئے کہ تمام رات کے درجہ اوسط میں بارہ گھنٹے ہوتے ہیں
اور چار گھنٹے اوسمین سے منہا کرنے چاہیئے تین گھنٹے اول سے شب کے کہ اوسمین کھانا پینا شب کا اور استنجا بول و براز
اور وضو اور نماز عشا کی ادا ہو اور ایک گھنٹہ آخر سے شب کے کہ اوسمین وقت فجر کی آمادگی ہوتی ہے اور نوافل
نہیں پڑھی جاتی رہے آٹھ گھنٹے تو اوسمین اگر ہزار رکعت پڑھیگا تو فی گھنٹہ سوا سو رکعت ہوئی اور یہ سوا سو رکعتیں
مع ارکان کے اور مع لحاظ واجبات کے اور سنن اور مستحبات کے ایک گھنٹے کی میعاد میں عقل سلیم محال جانتی ہے
اقول یہ تقریر آپکی بالکل معیار الحق سے مسروق ہے مگر برین عقل و فہم بباید گریست آپکی عقل اگر قبول
نکرے تو کچھ عجب نہیں آپ نے اسلام کو جسکی حقیقت ہر ذی عقل ابتدا سے سمجھ سکتا ہے اور جو اسکو باطل کہتا
اسمین کچھ شک نہیں کہ وہ یا معاند و متمرد ہے یا سفیہ و بے وقوف ہے ایک عمر کے بعد آپنے قبول کیا جب ایسی
چیز کہ جسکو ہر عقل سلیم جھٹ پٹ قبول کرتی ہے آپکی عقل سلیم نے نہ قبول کیا تو بھلا ان کرامات کو آپکی عقل
سلیم کیونکر قبول کریگی مگر ہمکو تعجب شیخ المشائخ مؤلف معیار سے ہے کہ باوجودیکہ اونکو شرف اسلام حاصل ہے
اور ایک عرصہ سے وہ حدیث دانی و درس حدیث میں مشہور ہیں اور علم کتاب و سنت میں اونکی استعداد
معروف ہے باینہمہ ایسی بات وہ لکھ گئے جیسے کوئی ناواقف ہوتا ہے ذرا آنکھ کھولکے دیکھیے کہ صحیح بخاری
کی کتاب الانبیاء میں باب قول اللہ و آتینا داود زبورا میں بسند صحیح حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے قال

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم خفف علی داود القرآن فکان یامر بدوابہ فتسرج فیقرأ القرآن قبل ان تسرج دوابہ
یعنے فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آسان کر دیا گیا تھا حضرت داود علی نبینا و علیہ السلام پر قرآن
یعنے توراۃ یا زبور کا پڑھنا بس تھے وہ کہ حکم کرتے تھے اپنے خادموں کو کہ سواریاں تیار کیجاویں اور گھوڑوں پر
زین کسے جاویں اور وہ کتاب اللہ پڑھنا شروع کرتے تھے پس پڑھ چکتے تھے ساری کتاب قبل اسکے کہ
زین گھوڑوں پر کسے جاویں اب غور کیجیے کہ سواریاں تیار کرنے میں دس بارہ منٹ تو صرف ہوتے ہونگے
اور نہ زبور اور توراۃ دو تین ورق کی کتاب تھی کہ جھٹ پٹ انسان اوسکو پڑھ لے اور نہ داؤد ایسے کہ انکا
کلام میں مٹے ہوں یہ امید ہے کہ ایسا پڑھتے ہوں کہ سوائے یعلمون تعلمون کے اور کچھ سمجھ میں نہ آوے مگر ہاں
یہ قوت ربانیہ اور خرق عادت تھی کہ تھوڑے عرصہ میں انسے ایسی عبادت تمام ہوتی تھی کہ دوسرون سے
ایک عرصے میں ہووے اور نظیر اسکی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شب معراج کا قصہ ہے کہ بعد
نماز عشا کے مکہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوین آسمان سے اوپر تک کہ ہزارہا سال کی مسافت طے کر گئے

اور وہان بالمشافہ ان تمام سب آسمانون کا اور جنت کا حال دریافت کیا اور ملائکہ سے ملاقات کی پہر آپ اوس قدر بعید
مسافت طے کر کے مکہ معظمہ مین قبل نماز صبح کے داخل ہو گئے یہ کیا تہا بجز اسکے کہ بطور خرق عادت کے تہوڑے
زمانے مین ایسی چیزین آپ سے صادر ہوئین کہ اورون سے ہزارہا سال مین نہو سکین اور یہ امر کتب عقائد سے
اچہی طرح ثابت ہے کہ جو انبیا سے بطور خرق عادت کے صادر ہو وہ اولیاء اللہ سے بطور خرق عادت کے
صادر ہو سکتا ہے کرمانی شرح صحیح بخاری مین حدیث سابق کی شرح مین لکہتے ہین دل الحدیث علی ان اللہ یطوی
الزمان لمن شاء من عباده کما یطوی المکان انتہی یعنے اس حدیث نے دلالت کی اس امر پر کہ اللہ جل شانہ اپنے
خاص بندون کے واسطے طے زمان فرما دیتا ہے جیسا کہ طے مکان عنایت کرتا ہے قرآن پاک مین سورہ نمل
مین قصہ آصف بن برخیا کو دیکہیے کہ ایک لمحہ مین اونہون نے تخت بلقیس کو ملک یمن سے بمقام قیام
حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام مین پہونچا دیا حالانکہ آصف نبی نہ تہے مگر اونسے ایسی خرق عادت
صادر ہوئی کہ ایک چشم زدن مین اونہون نے وہ کام کیا جو اورون سے مہینون مین نہین ہو سکتا ہے
کتب مناقب اولیاء اللہ کو دیکہیے تو صدہا حکایتین اس قسم کی نکلینگی کہ حضرات ابرار سے تہوڑے
زمانے مین بہت سا کام ہوا کیا اور مسافت کثیرہ طے ہوا کی مگر ہم اوس سے قطع نظر کرتے ہین یا این خیال
کہ آپ لوگون کو اون سب کی تکذیب چندان بار گران نہین ہے فی الفور آپ کہ سکتے کہ وہ سب قصے
جہوٹے ہین ہم صرف انہین قصون پر جو قرآن و حدیث سے صاف ثابت ہین کفایت کرتے
کہتے ہین کہ اب یا تو آپ صحیح بخاری اور کتاب اللہ کی تکذیب کر دیجیے اور مثل ملاحدہ و زنادقہ دنیا جہرہ
کے کہہ دیجیے کہ یہ سب باتین معتبر نہین ہین اور خارج از عقل ہین اگر ایسا کیجیےگا تو نام آپ کا دفاتر
اہل اسلام سے خارج کر دیا جاویگا اور آپ سے اوس طرح کی گفتگو کیجاویگی جیسے کفار اور اتباع ملاحدہ
زمان سے گفتگو کیجاتی ہے اور یا آپ اس قاعدہ کو تسلیم کیجیے کہ انبیاء کی خرق عادت اولیاء مین
ہو سکتی ہے یا یہ کہ مطلقاً اولیاء اللہ مین کرامت ہوتی ہی نہین ہے اگر ایسا ہوگا تو نام آپ کا دفاتر
اہل سنت سے خارج کر کے اوس طرح کی آپ سے گفتگو کیجاویگی جیسے معتزلہ اور فرق ضالہ سے گفتگو
ہوتی ہے اگر ان دونون شقون کو آپ نہ پسند کرینگے تو اپنے ان اقوال باطلہ کو اپنی کتابون سے
نکال ڈالیے اور اپنے بیان کی خود تکذیب کیجیے اور یہ تو کوئی کہ نہین سکتا ہے کہ اورون سے اوس
قسم کی بات ہو سکتی ہے لیکن ابو حنیفہ سے نہین ہو سکتی ہے اسوجہ سے کہ اگر عقل سلیم اسقدر کثرت
عبادت اور سرعت تلاوت اور طے مسافت وغیرہا کو تہوڑے زمانے مین اورون کے واسطے تجویز کریگی
تو ابو حنیفہ کے حق مین بہی اسکے امکان کو تجویز کرےگی اگر یہ کہیے کہ ابو حنیفہ کچہ ولی تہی کہ اون سے ایسی خوارق عادت

ہوئی تو جواب اوسکا اولاً تو یہ ہے کہ یہی شبہہ اور محدثون پر بھی ہوتا ہی جنسے کثرت عبادت عرصۂ قلیل مین ثابت ہے جیسا کہ سابقاً معلوم ہو چکا آپ اونکی ولایت ثابت کیجیے ہم ابو حنیفہ کی ولایت ثابت کر دینگے ثانیاً یہ ہے کہ بعد اتباع شریعت کے جب کسی سے خرق عادت ہوئی تو یہی دلیل ولایت کی ہوئی نہ یہ اور اسکی احتیاج نہین ہوتی ہے کہ کرامت عبادت خالی جاوے جب ولایت پہلے سے ثابت ہو لے پس ہر گاہ امام سے کہ اتباع شریعت مین اونکا بے مثل ہونا بتصریح محدثین ثابت ہے ایسی خرق عادت ہوئی تو اونکی ولایت مین کسکو شبہہ ہوگا + اور اگر یہ کہیے کہ یہ سب تقریرین تو موقوف اس امر پر ہین کہ امام سے ایسی کثرت عبادت بسند صحیح ثابت بھی تو ہو تو جواب اوسکا یہ ہی کہ اسکو ہم سابقاً ثابت کر چکے ہین حاجت اعادہ کی نہین ہے الحاصل ارباب قوی ربانیہ و اصحاب نفوس قدسیہ کو حق جل و علےٰ کی طرف سے ایسی قوت عنایت ہوئی ہے کہ تھوڑے سے زمانے مین اونسے ایسی عبادتین عادۃً ہوئی ہین اور وہ وہ امور اونسے سرزد ہوتے ہین جو عوام سے مہینون اور برسون مین بھی نہین ہوتے ہین پس اگر ایسے امور کو عقل سلیم عوام تجویز نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر مطلقاً تجویز نہین کرتی ہے تو وہ عقل سلیم نہین ہے اور نظیر حال عباد و زہاد کی حال علماء و محدثین کہ بعض علماء کو مرتبۂ طے زمان کا عنایت ہوتا ہے کہ وہ تھوڑی سی عمر مین کتنی بڑی بڑی تصنیفین کر گئے کہ اور علماء سے برسون مین نہو سکین دیکھیے جلال الدین سیوطی کو کہ جنکی ولادت ۸۴۹ھ مین اور وفات ۹۱۱ھ مین ہے اسقدر عمر مین پانچسو تصانیف اونہون نے کین اور وہ ادنی نہین ہے بعضی ایسی ہین جیسے در منثور و تفسیر مسند وغیرہ کہ اونکا تمام کرنا اسقدر عمر مین باوجود دیگر اشغال کے عوام کے نزدیک مستبعد ہی صاحب ہدایہ کی کفایۃ المنتہی کو دیکھیے کہ اسی جلدون مین ہے محیط کو ملاحظہ کیجیے کہ چالیس جلدون مین ہے اغانی کو دیکھیے کہ بیس جلدون مین ہے تفسیر ابن جریر طبری کو آنکھ کھول کر دیکھیے غرض اتنی بڑی بڑی تصانیف ان علماء سے عرصۂ قلیل مین ہونا کیا مستبعد نہین بیشک مستبعد ہے عوام کیا بلکہ بہت سے خواص ایسے امور سے عاجز ہین آپکے شیخ الشیوخ باوجود اتنی عمر کے آج تک کسی تصنیف پر قادر نہوئے بجز دو چار رسالون کے کہ چند اجزاء کے ہین پس معلوم ہوا کہ تھوڑے زمانہ مین بہت کام کرنا صدہا چند ہو حاصل ہوا ہے اور ہمکو شیخ المشایخ مولف معیار کے اس عجائبات سے جسکو آپ نے نقل کیا ہی بہت تعجب ہوتا ہی کہ اپنے پر قیاس کر کے خواص بندگان خدا کی قدرت کا بھی انکار کر گئے پر چار گھنٹے اول شب کے کس وجہ سے منہا کیے کیا خاص ہندون کا کھانا پینا ایسا ہوتا تھا جیسے آپ لوگ رکابی صاف کرتے ہین کیا اونکا استنجا اس طرح کا تھا جیسے آپ استنجا کرتے ہین کیا وہ اسلیے دیر سے آرام کرتے تھے جیسے آپ لوگ ٹانگ پھیلا کے

سوتے ہیں کیا وہ لوگ ایسے غافل تھے جیسے آپ لوگ عمر ضائع کرتے ہیں کیا اونکا ہر وقت وضو شکست
ہوا کرتا تھا اور حاجت استنجے کی ہر وقت ہوا کرتی تھی جیسے آپ لوگوں کی کیفیت ہی جیسا انسان آپ ہوتا ہے
ایسا دوسروں کو بھی سمجھتا ہے حضرت ائمہ اور اولیاء اللہ کی یہ کیفیت تھی کہ ایک لمحہ اونکا ضائع نہیں ہوتا تھا
اور کسی حالت میں اونکو رتبہ غفلت کا حاصل نہیں ہوتا تھا اور بسبب تصفیہ نفس کے اونکو قدرت حاصل تھی
کہ عرصہ قلیل میں بڑی بڑی جانفشانیاں کرتے تھے اور پھر اونپر بار نہیں ہوتا تھا تم یہ کہ آٹھ رکعت تراویح
اور ایک رکعت وتر پڑھکے تمام رات سوئیں اور سوائے فرائض پنجگانہ کے اور سنن و نوافل سب کو بالائے
طاق رکھدیں اور پھر دعوے اتباع سنت کا کریں اللہم احفظنا من شرور انفسنا **قولہ** ہاں جس طرح سے
کہ قفال مروزی نے امام ابوحنیفہ کی نماز سلطان محمود بادشاہ کو پڑھ کے دکھلائی تھی اگر اس طرح سے پڑھی جاوے
تو ایک ہزار نہیں ایک گھنٹہ میں دو ہزار رکعت سے بھی زیادہ پڑھی جاتی ہیں اور امام ابوحنیفہ کی نماز جو قفال مروزی
نے پڑھی تھی وہ یہ ہے امام الحرمین نے اپنی کتاب مغیث الخلق فی اختیار الحق میں لکھا ہے کہ سلطان محمود
بادشاہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر تھا اور علم حدیث کی حرص رکھتا تھا اور مشائخ سے حدیث سنتا اور استفسار کرتا تھا
پس اکثر احادیث کو اوسنے موافق مذہب شافعی کے پایا تو اوسکے دل میں محبت اس مذہب کی پڑ گئی پس
اوسنے فقہاء کو جمع کیا اور اون سے ایک مذہب کی دوسرے مذہب پر ترجیح کا مطالبہ کیا تو اس بات پر سب کا
اتفاق ہوا کہ دونوں مذہب کے موافق دو رکعت نماز پڑھی جاوے پس اوس نماز میں نظر اور فکر کرنے سے
جو مذہب اچھا معلوم ہو اوس مذہب کو اختیار کرنا چاہیے پس قفال مروزی نے نماز پڑھنی شروع کی تو
وضو کو پوری شرطوں سے ادا کیا اور لباس اور استقبال قبلہ بھی بخوبی کیا اور نماز کے ارکان اور فرض اور
سنتیں اور آداب کو بوجہ کمال ادا کیا اور ایسی نماز پڑھی جس سے کمی کرنا شافعی کے نزدیک نہیں درست ہے
پھر دو رکعت اس طور پر ادا کیں کہ کتے کی کھال دباغت کی ہوئی کو پہن لیا اور اوسکی چوتھائی کو نجاست سے
آلودہ کیا اور کھجور کے نچوڑے سے بدون نیت وضو کیا ایسے موقع پر کہ موسم گرم تھا اور میدان فراخ تھا
پس مکھیاں اور مچھر اوسپر جمع ہوگئی اور وضو بھی اولٹا کیا یعنے پہلے بایاں پانوں دھویا پھر داہنا پھر بایاں
ہاتھ کہنی تک پھر داہنا پھر چوتھائی سر کا اولٹا مسح کیا پھر منہ دھویا پھر ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالا پھر کلی کی
پھر ہاتھ دھوئے پھر جب نماز میں داخل ہوئے تو بجائے تکبیر بزبان فارسی کہا کہ خدا سے بزرگ است اور پھر
قرأت فارسی آیت قرآن مدھامتان کا ترجمہ کیا برگ دو سبز پھر مرغ کی طرح سے بے فرق کے دو ٹھونگیں ماریں
اور بجائے السلام علیکم کے گوز مار دیا اور کہا اے سلطان یہ نماز ابوحنیفہ کی ہے بادشاہ نے کہا کہ اگر اس طرح کی نماز
ابوحنیفہ کی نہ ہوئی تو میں تجکو مار ڈالوں گا پس حنفیوں نے اس طرح کی ابوحنیفہ کی نماز ہونے سے انکار کیا

پس قفال مروزی نے حنفی مذہب کی کتابیں غلط کیں اور بادشاہ نے ایک نصرانی کو جو کہ ذی علم تھا شافعی اور حنفی دونوں مذہب کی کتابوں کے پڑھنے کا حکم دیا تو ابو حنیفہ کی نماز ویسی پائی گئی جیسی طرح قفال مروزی نے پڑھ کے دکھلائی تھی پس بادشاہ نے ابو حنیفہ کے مذہب کو چھوڑ دیا اور شافعی کے مذہب کو اختیار کیا انتہی

اقول یہ قصہ نماز قفال مروزی شافعی کا ہرچند کہ رسالہ مغیث الخلق اور مرآۃ الجنان وغیرہ میں مذکور ہے مگر اس سے شان مذہب حنفی میں کچھ بھی کمی منتج نہوئی بلکہ قفال غفال کی حیا کی اور تعصب مذہبی اور خبث نفسی واضح ہوگئی اس سے بڑھ کے کیا تعصب ہوگا کہ انہوں نے اپنی مذہب کے موافق کی دو رکعتیں تو کمال آداب سے مع اداے فرائض و واجبات و سنن و مستحبات ادا کی اور حنفیہ کے موافق مذہب کی جب دو رکعتیں پڑھنے لگے تو وضو اور نماز میں کتنے تو واجبات اوڑا گئے اور کتنے سنن و مستحبات کو چھوڑ گئے اور کتنے مکروہات و محرمات کا ارتکاب کر گئے ایسی نماز نعوذ باللہ پڑھنا اور اوسکو امام ابو حنیفہ کی نسبت کرنا یہ اونہیں کا کام تہا اور اوسکو اچھا سمجھنا اور اونکی اس حرکت کو بہتر جاننا اور اوسکو شائع کرنا اور بغرض تحقیر مذہب حنفی اس قصہ کو پیش کرنا یہ آپ ایسے جاہلوں اور متعصبوں کے سوا کسی عاقل کا کام نہیں خدا تعالے قفال کی مغفرت فرماوے اور اپنے لطف و کرم سے اونکے نامہ اعمال سے اس گناہ کو محو کرے اور آپ لوگوں کو عقل و سمجھ دے تفصیل اس اجمال کی اون رسائل میں جو خاص قفال کے اس قصہ کی رد میں تصنیف ہوئے ہیں موجود ہے جسکو شوق ہو دیکھ لے جیسے رسالہ ملا عبد الغنی بن احمد بن ملا عبد القدوس گنگوہی کا اور رسالہ الوراق مسمی عبد العلیم بن عثمان قریشی مکی کا اور رسالہ ملا علی قاری مکی کا مسمی بہ تشنیع الفقہاء الحنفیۃ تشنیع سفہاء الشافعیۃ ہم یہاں مختصر اً کچھ بیان کیے دیتے ہیں تا عوام دہوکہ سے محفوظ رہیں اور اس قصہ کو دیکھ کے وحشت میں نہ پڑیں پہلے اونکے وضو کو جو اونہوں نے موافق حنفی مذہب کے کیا تہا غور سے دیکھیے کہ کیا کچھ خرابیاں اوسمیں موجود ہیں اول یہ کہ وضو اونہوں نے اولٹا کیا اور اوس ترتیب کو جو قرآن پاک میں مذکور ہے چھوڑ دیا اور وضو میں ترتیب اگرچہ ابو حنیفہ کے نزدیک فرض نہیں ہے مگر اوسکے مستحب بلکہ سنت مؤکدہ ہونے میں کچھ شبہہ نہیں ہے بعض حنفیہ نے جیسے قدوری نے اسکو مستحبات میں شمار کیا مگر اس قول کو ابن ہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں رد

کر دیا اور صاف لکھدیا لا شبہۃ فی جعل ہذہ الامور الثلاثۃ من سنن مستحبات انما فی الروایۃ ولا فی الدرایۃ یعنی نہیں کوئی شبہہ قدوری کے پاس ان تین چیزوں کے مستحبات سے گنتے کے بیچ سمع کلام اور نیت اور ترتیب نہ بروایت اور نہ درایۃ یعنے نہ باعتبار روایت مذہب کے اور نہ باعتبار درایت کے پس معلوم ہوا کہ صحیح نزدیک حنفیہ کے یہ ہے کہ ترتیب وضو میں سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ

ترک کرنا یا بلا عذر شرعی باعث ملامت ہے اور دلیل اس امر پر کہ ترتیب فرض و واجب نہیں یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے بھی بے ترتیب وضو کرنا بعض روایات میں وارد ہو گیا ہے سنن ابو داؤد میں مقدام بن معدیکرب سے
مروی ہے اتی رسول اللہ بوضوء فتوضأ فغسل کفیہ ثلاثا وغسل وجہہ ثم غسل ذراعیہ ثلاثا ثلاثا ثم تمضمض واستنشق ثلاثا ثم
مسح برأسہ واذنیہ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی وضو کرنے کے واسطے آیا پس آپ نے وضو
کیا اسطور پر کہ پہلے دونوں ہتھیلی دھوئیں اور منہ دھویا پھر دونوں ہاتھ دھوئے پھر کلی کی پھر ناک میں پانی
ڈالا پھر سر اور کان کا مسح کیا اور سنن دارقطنی میں لیث بن سعد سے مروی ہے قال اتی عثمان المقاعد فدعا
بوضوء فتمضمض واستنشق ثم غسل وجہہ ثلاثا ورجلیہ ثلاثا ثلاثا ثم مسح راسہ ثم قال رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
یتوضأ ہکذا یعنی حضرت عثمان بن عفان مقاعد میں آئے اور پانی طلب کیا پس کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر
منہ دھویا تین مرتبہ پھر دونوں پاؤں دھوئے پھر سر کا مسح کیا پھر فرمایا کہ ایسے ہی میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ
وضو کرتے تھے ان اخبار سے معلوم ہوا کہ اگر وضو الٹا بھی کریگا تو نماز اوس سے جائز ہو جاویگی مگر چونکہ اکثر
احادیث سے مواظبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اوپر ترتیب کی ثابت ہوتی ہے اس وجہ سے جمہور
حنفیہ بلکہ جمہور علماء امت محمدیہ اسکی سنت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں کتب حنفیہ کو آنکھہ کھول کے دیکھو کہ منجملہ سنن
مؤکدہ کے ترتیب مذکور ہے پس عمداً وضو الٹا کرنا اور سنت مؤکدہ کو قصداً چھوڑ دینا کسی عقلمند کا کام نہیں ہے
اور پھر نسبت اسکے حنفیہ کی طرف کرنا اور بھی خلاف عقل ہے دوسرے یہ کہ قفال نے مسح سر کا صرف چوتہائی کا کیا
اور عمداً سنت مؤکدہ کو چھوڑ دیا حنفیہ کے نزدیک اگرچہ فرض بقدر چوتہائی کے ہے لیکن کل سر کا مسح کرنا سنن مؤکدہ
میں شمار کیا ہے وقایہ بلکہ تمام کتب حنفیہ میں بحث سنن مؤکدہ میں مذکور ہے ومسح کل الراس مرۃ اور استقامہ
ایک غریب دینی یہ کی کہ مذہب حنفی کے وضو میں تو صرف چوتہائی سر کی مسح پر کفایت کی اور مذہب شافعی کے وضو میں پورے
سر کا مسح کیا حالانکہ شافعی کے نزدیک بقدر چوتھائی بھی فرض نہیں ہے بلکہ بقدر ایک بال دو بال تین بال
کے بھی کافی ہے اقناع شرح مختصر ابی شجاع شافعی میں بحث فرائض وضو میں ہے ومسح بعض الراس بما یسمی
مسحا ولو بعض شعرۃ راسہ او بعض شعرہ او واحدۃ انتہی تیسرے یہ کہ چوتہائی سر کا مسح الٹا کیا اور سنت مؤکدہ کو چھوڑ دیا
حنفیہ کے نزدیک چوتہائی سر کا مسح اگرچہ گدی کی طرف سے ہو یا داہنے بائیں ہو کافی ہے مگر مسنون یہی ہے
کہ سامنے پیشانی کی طرف سے چوتہائی سر کا مسح کیا جاوے اسوجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی ثابت ہے
صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے فمسح بناصیتہ چوتھے یہ کہ بدون نیت کے وضو کیا حالانکہ نیت وضو میں حنفیہ
کے نزدیک اگرچہ فرض نہیں تاہم سنت مؤکدہ ہونے میں اسکے شبہہ نہیں ہے جیسا کہ مطالعہ کتب حنفیہ سے
واضح ہے پانچویں یہ کہ جو سر درستے باوجود قدرت کے پانی پر کھجور کے بھگوئے ہوئے پانی سے وضو کیا حالانکہ

ابوحنیفہ سے اس باب مین تین روایتین ہین ایک یہ کہ نبیذ تمر یعنے نچوڑے ہوے پانی کھجور سے مطلقاً وضو
ناجائز ہے اور یہی مذہب امام ابو یوسف کا ہے دوسرے یہ جب پانی نہ ملے تو وضو کرے تیسرے یہ کہ وضو کرے اور
تیمم بھی کرے عینی کی شرح ہدایہ مین قال ابوبکر الرازی فی کتاب احکام القرآن کہا ابوبکر رازی نے کتاب احکام القرآن
مین عن ابی حنیفۃ فیہ ثلاث روایات ابوحنیفہ سے اس باب مین تین روایتین ہین وجواز التوضی بہ ہو الروایۃ المشہورۃ
اور جائز ہونا وضو کا یہی مشہور روایت ہے ابوحنیفہ سے وقال قاضیخان وہو قولہ الاول اور کہا قاضی خان نے
یہی اول قول اونکا ہے وہو قول زفر اور یہی قول ہے زفر کا وروی عنہ الجمع کسنور الحمار وبہ قال محمد اور روایت
کیا گیا ہے اونسے جمع کرنا درمیان تیمم اور وضو کے اور یہی مذہب ہے امام محمد کا وروی عنہ نوح بن ابی مریم
واسد بن عمرو والحسن انہ یتیمم ولا یتوضأ اور روایت کیا ہے نوح بن ابی مریم اور اسد بن عمرو اور حسن بن
زیاد نے اونسے کہ تیمم کرے اور وضو نکرے قال قاضی خان ہو الصحیح وہو قولہ الاخیر وقد رجع الیہ کہا قاضی خان نے
کہ یہی صحیح ہے اور یہی آخر قول ہے ابوحنیفہ کا اور اسی کی طرف رجوع ثابت قول اول سے وہو اختیار الطحاوی
اور یہی مختار ہے طحاوی کا وبہ قال الشافعی ومالک واحمد وعامۃ العلماء اور یہی مذہب ہے شافعی اور مالک
اور احمد اور اکثر علماء کا اور فتاوے تاتارخانیہ مین ہے اما التوضی بالانبذۃ فقد اتفقوا انہ لا یجوز
حال وجود الماء واما حال عدم الماء فقد قال ابوحنیفۃ یجوز التوضی بنبیذ التمر انتہی یعنے اتفاق کیا ہے
تمام فقہاء ومجتہدین نے اس امر پر کہ نہین جائز ہے وضو نبیذ تمر وغیرہ سے بوقت قدرت کے پانی پر اور
بوقت نہ ملنے پانی کے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اوس سے وضو جائز ہے اور ائمہ کے نزدیک نہین ان
عبارات سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ کے نزدیک موافق قول قدیم کے وضو ساتھ نبیذ تمر کے جائز ہے
مگر بشرط نہ ملنے پانی کے اور موافق قول جدید کے کی طرف اونہون نے رجوع کیا ہے مطلقاً جائز نہین
پس قفال کا نبیذ تمر سے وضو کرنا باوجود موجود ہونے پانی کے اور نسبت اوسکی امام کی طرف کرنا خالی
جہالت سے نہین ہے چوتھے یہ کہ برتقدیر جواز وضو کے ساتھ نبیذ تمر کی نیت اوسمین حنفیہ کے نزدیک بھی
شرط ہے کافی وغیرہ مین ہے ذکر القدوری فی شرحہ عن اصحابنا ان الوضوء بنبیذ التمر لا یجوز الا بالنیۃ
کالتیمم لانہ بدل عن الماء کالتیمم جبکہ لا یجوز التوضی بہ حال وجود الماء انتہی یعنے قدوری نے اپنی شرح مین
ہمارے ائمہ اور مشائخ سے نقل کیا ہے کہ وضو ساتھ نبیذ تمر کے بدون نیت کے نہین جائز ہے مثل تیمم کے
کیونکہ وہ بدل ہے پانی کا اسی وجہ سے برتقدیر ملنے پانی کے نہین جائز ہے پس نبیذ سے وضو بدون نیت
کے کرنا اور اوسکو امام کی طرف منسوب کرنا محض سفاہت ہے الغرض جیسا وضو قفال نے کیا بمذہب
ابوحنیفہ ہرگز وہ وضو صحیح نہین ہوا اور نماز اوسنے بے وضو پڑھی ہے اب اوسکی نماز کا حال سنیے کہ کسقدر

خرابیان اوسمین موجود ہین ایک یہ کہ اوہون نے کتے کا چمڑا دباغت کیا ہوا ہین لیا حالانکہ حنفیہ اس
باب مین مختلف ہین کہ کتا شل سور کے نجس العین ہے یا نہین ہے ایک جماعت فقہا نے تو فتوے اسپر
دیا ہے کہ نجس العین ہے اور چمڑا اوسکا دباغت سے پاک نہین ہوتا ہے اور ایک جماعت نے فتوے عدم
نجاست عینیہ پر دیا اور چمڑے کو اوسکے بعد دباغت کے طاہر کہدیا نہایہ مین ہے اما جلد الکلب فعن اصحابنا
فیہ روایتان فی روایۃ یطہر بالدباغ وفی روایۃ لا یطہر وہو الظاہر من المذہب انتہی یعنے کتے کے چمڑے کے
باب مین ہمارے ائمہ سے دو روایتین ہین ایک یہ کہ دباغت سے طاہر ہوجاتا ہے دوسرے یہ کہ نہین
اور یہی ظاہر مذہب ہے اور ابو المکارم کی شرح مختصر وقایہ مین ہے فی فتاوی قاضی خان ما یدل علے ان الکلب
نجس العین وفی موضع آخر ما یدل علے انہ لیس بنجس العین وسمعت ان الروایۃ الصحیحۃ عندنا ہو الاول انتہی یعنے
فتاوے قاضی خان کے بعض مسائل دلالت کرتے ہین اس امر پر کہ کتا نجس العین ہے اور بعض مسائل
اس امر پر کہ نجس العین نہین ہے اور سنا ہے مین نے مشائخ سے کہ روایت صحیحہ نزدیک ہمارے روایۃ
اولے ہے اور تنویر الابصار اور درمختار مین ہے اعلم ان الکلب لیس بنجس العین عند الامام وعلیہ
الفتوے وان رجح بعضہم النجاسۃ انتہی یعنے کتا نجس العین نہین ہے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور اسی
فتوے ہی اگرچہ بعض فقہا نے نجاست کو رجح کیا ہے اور بدائع مین قول عدم نجاست عینیہ کے حق مین
کہا ہے وہو الصحیح والاقرب الی الصواب انتہی یعنے یہی صحیح ہے اور قریب ہے صواب کے اور بحر رائق
مین اسی قول کے حق مین مرقوم ہے وہو ظاہر المتون انتہی یعنے یہی ظاہر متون فقہیہ ہے اور فتح القدیر مین
مرقوم ہے وہو مقتضی عموم الادلۃ انتہی یعنے یہی مقتضی ہے ادلہ شرعیہ کا کہ کتا نجس العین نہین ہے
ان عبارات سے معلوم ہوا کہ درباب نجاست عینیہ وطہارت جلد کلب کی ائمہ حنفیہ سے دو روایتین ہین
اور مشائخ حنفیہ کا فتوے بھی اس باب مین مختلف ہے بہر تقدیر قفال کو الزام سے نجات نہین ہے لیکن
بتقدیر روایت نجس العین ہونے کتے کے پس ظاہر ہے کیونکہ اس روایت پر چمڑا اسکا نجس ہے دباغت
سے پاک نہین ہوتا ہے پس اوسکو پہن کے نماز پڑھنا کسیطرح سے درست نہین ہے اور بتقدیر روایت
عدم نجاست کے اگرچہ اوسکا چمڑا پہن کے نماز ہوجاویگی لیکن اس قسم کے لباس مین کہ امرا اور روسا کے
ہینے الشان بسبب دنائت و رذالت کے پہن کے نجاست کے نماز حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہوتی ہے درمختار
مین بحث مکروہات نماز مین مرقوم ہے وصلاتہ فی ثیاب بذلۃ یلبسہا فی بیتہ ومہنۃ انتہی دوسرے یہ کہ
مالکی کو نجاست سے آلودہ کیا یہ جرأت اور بے حیائی قابل غور ہے کہ عمدا نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور
حنفیہ کی طرف نسبت کردیا کہ ایسی نماز اونکی نزدیک جائز ہے حالانکہ ایسی نماز سے حنفیہ کے نزدیک

سمجھنے گناہ لازم ہوتا ہے اسوجہ سے کہ انکے نزدیک یہ امر محقق ہے کہ نجاست غلیظہ جیسے غلیظ اور پیشاب
آدمی کا اگر کپڑے میں اتفاقی لگ جاوے تو بقدر درہم کے اگر ہو مدا اوسکو بغیر دہوئے نماز پڑھے تو نماز
ہوجاوے گی اور اگر نجاست خفیفہ ہے جیسے بکری کا پیشاب تو چوتھائی کپڑے سے کم اگر ہو تو معاف ہے
بدون دہوئے اگر نماز پڑھ لیگا تو نماز ہوجاویگی اور معنی درست ہوجانے نماز کے ان دونوں صورتوں میں
یہ نہیں ہیں کہ کچھ گناہ نہوگا یا دہونا نہ دہونا دونوں برابر ہے بلکہ باوجود قدرت کے نہ دہونا اوسکا مکروہ تحریمی
قریب حرام ہے صرف اوس سے مراد اسیقدر ہے کہ اوس نماز کے قضا کچھ ضرور نہوگی اور اگر درہم سے زائد
نجاست غلیظہ ہو اور ربع یا ربع سے زائد خفیفہ ہو تو معاف نہیں بدون دہوئے ہوئے اوسکے کسیطرح نماز
درست نہیں اور عمداً نجاست کپڑے میں لگا لینا اور قصداً نماز اوسکے ساتھ پڑھنا کسیطرح درست نہیں
بلکہ ایسا فعل شان اسلام سے بعید ہے تنویر الابصار اور اوسکی شرح درمختار میں ہے وعفی الشارع عن قدر
درہم وان کرہ تحریما فیجب غسله وما دونه تنزیها فیسن وفوقه مبطل فیفرض وهو مثقال فی کثیف له جرم وعرض مقعر الکف
فی رقیق من مغلظة کعذرة آدمی وکذا کل ما خرج منه موجبا للوضوء او الغسل مغلظ وبول غیر ماکول ولو من صغیر
لم یطعم ودم وخمر وخرء دجاج وعفی دون ربع ثوب من مخففة کبول ماکول لحمه وخرء طیر غیر ماکول انتهی حاصل اسکا یہ ہے
کہ جو نجاست غلیظہ ہو جیسے آدمی کا پاخانہ اور پیشاب اور جو نجاسات اوس سے نکلے کہ باعث واجب ہونے وضو
اور غسل کا ہووے اور خون اور شراب اور پیشاب اون جانوروں کا جنکا کہانا حرام ہے اور پیشاب چہوٹے
لڑکے کا جو صرف دودہ پیتا ہو اور پاخانہ مرغ کا اسمیں جو کثیف جرم دار ہو اوس سے بقدر درہم کے معاف کر
اور جو رقیق ہو اوس سے بقدر ہتیلی کے گڑھے کے معاف ہے اور نجاست خفیفہ سے جیسے پیشاب اون
جانوروں کا جسکا گوشت حلال ہے اور پاخانہ اوس چڑیا کا جسکا گوشت حلال نہیں ہو چوتہائی کپڑے سے کم
معاف ہے مگر دونوں صورتوں میں باقی رکھنا اسقدر نجاست کا مکروہ تحریمی ہے اور دہونا اوسکا واجب
ہے اور اگر اس سے نجاست کم ہو تو اوسکا نہ دہونا مکروہ تنزیہی اور دہونا اوسکا مسنون ہے اور اگر اس سے
بڑہ گئی ہو تو نماز بدون دہوئے اوسکے باطل ہے اور دہونا اوسکا فرض ہے اور محیط میں ہے یکرہ ان
یصلی ومعه قدر درہم او دونه من النجاسة عالما به انتهی یعنے مکروہ ہے نماز ایسی حالت میں کہ اوسکے کپڑے
یا بدن میں بقدر درہم یا اوس سے کم نجاست ہووے اور اوس شخص کو معلوم ہووے اور فتح القدیر میں ہے
والصلوة مکروهة مع مالا یمنع انتهی اور نماز مکروہ ہے اوسقدر نجاست کے ساتھ جسقدر عفو ہے اور ایسی
منہاج اور بحر الرائق اور شرح منیہ وغیرہ میں ہے پس معلوم ہوا کہ مغالی غفال نے چند امر خلاف حنفیہ کے کیے
ایک تو عمداً اپنے کپڑے کو نجس کر لینا حالانکہ اسکو کوئی حنفی جائز نہیں رکھتا ہے دوسرے یہ کہ جو تہائی

نجاست سے آلودہ کیا معلوم نہیں کہ کون سی نجاست لگائی عجب نہیں ہے کہ اپنا غلیظ یا پیشاب لگا لیا ہو اگر وہ نجاست غلیظہ ہو تو بقدر درہم حنفیہ کے نزدیک معاف نہ چوتھائی اور اگر خفیفہ ہو تو چوتھائی حصے کم معاف ہی نہ بقدر چوتھائی پس چوتھائی کے ساتھ نماز کا ادا کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہی تیسرے یہ کہ بقدر درہم یا قریب چوتھائی کے نجاست کے ساتھ اگر نماز پڑھے تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی قریب حرام کی ہی بڑا تعجب ہے کہ ابو حنیفہ کے مذہب میں تو انکو وقعت نہ تھی تہمت لگانے پر تیار ہو گئے اور حرام افعال کا ارتکاب کر کے نسبت اونکی حنفیہ کیطرف کرنے لگے اور اپنے مذہب کی نماز میں ایسے امور کا ارتکاب نہ کیا منی آدمی کی اور ایسے ہی سب جانوروں کی مذہب شافعی میں پاک ہی قفال اگر اپنے مذہب کی نماز پڑھتے تو گدہے کی منی یا اپنی منی تمام بدن میں لگا لیتے اور تھوڑا اسا اوسکو پانی میں گھولکے اوسی سے وضو کرتے اور تھوڑا اسا بطور تبرک کے اوسکو تناول بھی فرما لیتے تو نہایت لطف ہوتا تیسرے یہ کہ بجائے اللہ اکبر شروع نماز میں خدا بزرگ کا استعمال کیا حالانکہ ابو حنیفہ کے نزدیک اگرچہ فارسی ہندی وغیرہ کسی زبان میں اگر ترجمہ اللہ اکبر کا کرے تو نماز درست ہی مگر خالی کراہت سے نہیں اور زبان

زبان عربی بلکہ خاص لفظ اللہ اکبر کہے رد المحتار میں ہی واما صحة الشروع بالفارسية وكذا جميع اذكار الصلوة فهي على الخلاف

فعنده تصح الصلوة بها مطلقا خلافا لهما والظاهر ان الصحة عنده لا تنفي الكراهة انتهى اپنے شروع کرنا نماز کا فارسی زبان میں اور ایسے ہی اور اذکار نماز جیسے التحیات و تسبیح وغیرہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک زبان فارسی میں درست ہے مطلقا اور نزد امام اور ابو یوسف و محمد کے نزدیک اگر زبان عربی سے عاجز ہو تو دوسری زبان میں ان اذکار کا ادا کرنا درست ہے ورنہ نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ امام کے نزدیک صحت نہیں نفی کرتی ہے کراہت کو یعنی ادا کرنا ان اذکار کا اگرچہ نماز کی صحت کے واسطے کافی ہی مگر کراہت سے خالی نہیں ہی چوتھے یہ کہ تلاوت قرآن میں صرف ایک آیت پر کفایت کی حالانکہ اگرچہ ابو حنیفہ کے نزدیک فرض ایک ہی آیت ہی مگر نہ ایسی آیت جیسے مدھامتان یا ق یا ص اور امام ابو یوسف و محمد کے نزدیک بقدر تین آیت چھوٹی یا ایک آیت بڑی کے فرض ہے سعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ میں تبیین سے منقول ہے

ثم كون فرض القراءة آية انما هو عند ابي حنيفة وقال ثلاث آيات قصارا و آية طويلة ولو كانت

الآية كلمة مثل مدهامتان او حرفا واحدا مثل ق ون اختلف فيهما وقال المرغيناني

الاصح انه لا يجوز لانه يسمى عادا لا قاريا انتهى یعنی فرض ہونا بقدر ایک آیت کے امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے اور کہا صاحبین نے کہ فرض بقدر تین آیت چھوٹی یا ایک آیت بڑی کے ہے اور اگر ہو وے آیت ایک کلمہ جیسے مدھامتان یا ایک حرف جیسے ق یا ن اسمیں موافق مذہب امام کے اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ نہیں جائز ہے کیونکہ اسقدر پڑھنے والا پڑھنے والا نہیں سمجھا جاتا ہے اور یہی اوس میں

بحر الرائق سے منقول ہے اختلف المشائخ فیہ والصحیح انہ لا یجوز انتہی یعنے اگر بقدر ایک کلمہ کے پڑہی اختلاف کیا ہے مشائخ نے اسمین اور صحیح یہ ہے کہ نہین جائز ہے اور زاہدی مین قنیہ سے منقول ہے الاصح عدم الجواز انتہی یعنے اصح یہ ہے کہ اسقدر قرأت نہین جائز ہے چھٹوین یہ کہ اگرچہ ابوحنیفہ کے نزدیک ایک ہی آیت فرض ہے مگر اوسقدر پڑہنے والا گنہگار ہے شرح وقایہ مین ہے وفرض القراءة آیة والملتفی بہا مسیء لترک الواجب انتہی یعنے فرض قرأت کی ایک آیت ہے اور کفایت کرنے والا اسپر گنہگار ہے بسبب ترک واجب کے یعنے یہ کہ سورۂ فاتحہ کا پڑہنا چھوڑ دیا حالانکہ تمام کتب حنفیہ مین ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑہنا واجب ہے اور عمدًا اوسکے چھوڑنے سے فسق لازم آتا ہے ساتوین یہ کہ سورت کا ملانا چھوڑ دیا حالانکہ تمام کتب حنفیہ مین ہے کہ سورت کا ملانا بعد فاتحہ کے واجب ہے اور عمدًا اسکا ترک کرنا بڑا گناہ ہے آٹھوین یہ کہ فارسی مین ترجمہ بوستان کا پڑہا حالانکہ امام ابوحنیفہ کی اس باب مین دو قول ہین پہلا قول یہ ہے کہ فارسی مین قرآن پڑہنا درست ہی عربی پڑہنے پر قادر ہو یا نہو مگر اس سے اونہون نے رجوع کیا اور آخر مین اسکے قائل ہوگئے کہ عربی پڑہنا ضرور ہے فارسی پڑہنا نہین درست ہے اکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس مین تفصیل اس مسئلہ کی مذکور ہے جسکو شوق ہو اوسکا مطالعہ کرے اور اوسمین ابن ملک کی شرح منار سے منقول ہے الاصح انہ رجع عن ہذا القول انتہی یعنے اصح یہ ہے کہ ابوحنیفہ نے رجوع کیا اس قول سے یعنے جواز غیر عربی سے اور تحقیق شرح منتخب حسامی سے منقول ہے قد صح رجوع ابی حنیفة الی قول العامة برواہ نوح ذکرہ فخر الاسلام فی شرح کتاب الصلوة وہو اختیار القاضی ابی زید وعامة المحققین انتہی یعنے صحیح ہے ثابت ہونا رجوع ابوحنیفہ کا طرف قول اکثر کے کہ غیر عربی نہین درست ہے روایت کیا ہے اسکو ابوحنیفہ سے نوح بن ابی مریم نے اور ذکر کیا اسکو فخر الاسلام بزدوی نے شرح کتاب الصلوة مین اور یہی مختار ہے قاضی ابوزید دبوسی اور اکثر محققین کا اور اسیطرح تمام کتب اصول وفقہ مین موجود ہے پس بر قول صحیح ومفتی بہ فارسی سے نماز نہین ہوگی اور بر تقدیر قول اول خالی کراہت سے نہین اکام النفائس مین نہایہ سے منقول ہے عند ابی حنیفة یجوز ویکرہ وعندہما لا یجوز الا اذا کان لا یحسن العربیة انتہی یعنے ابوحنیفہ کے نزدیک فارسی پڑہنا جائز ہے اور مکروہ ہے اور ابویوسف و محمد کے نزدیک نہین جائز ہے مگر جبکہ عربی پر قدرت نہو اور یہی اکام النفائس مین عینی کی شرح ہدایہ سے منقول ہے قال محمد بن الفضل ہذا الخلاف فیما اذا جری علی لسانہ من غیر قصد فمن تعمد ذلک فہو زندیق او مجنون فالمجنون یداوی والزندیق یقتل انتہی یعنے کہا محمد بن فضل بخاری نے کہ یہ خلاف درمیان امام اور صاحبین کے اوس صورت مین ہے کہ کسیکی زبان سے فارسی عبارت بدون قصد کے نکل جاوے اور جو شخص قصدًا فارسی قرآن پڑہے پس وہ یا تو مجنون ہے پس اوسکی دوا کیجاے یا زندیق ملحد اور زندیق ہے پس وہ مار ڈالا جاویگا اسواسطے کہ ابوحنیفہ کے نزدیک بمذہب صحیح تو فارسی پڑہنا درست نہین

اور بر قول اول اگر درست ہے تو خالی کراہت سے نہیں اور درست ہونا بھی مطلقاً نہیں بلکہ جب اتفاقاً فارسی
نکل جاوے اور قصداً نہیں جائز ہے پس قصداً فارسی پڑھنا اور اوسکو امام کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ قفال نے
کیا وہ ہوا خالی حماقت سے نہیں نویں یہ کہ رکوع اور دونوں سجدون میں اور درمیان رکوع اور سجدے کے اور درمیان
دو سجدون کے اطمینان چھوڑ دیا حالانکہ تعدیل ارکان یعنی اطمینان سے سب ارکان ادا کرنا اگرچہ ابو حنیفہ کے
نزدیک فرض نہیں مگر اوسکی سنت موکدہ بلکہ واجب ہونا میں تو شبہہ نہیں ہے وقایہ میں منجملہ واجبات نماز کے
تعدیل ارکان بھی مذکور ہے اور بحر الرائق میں ہے ہو واجب علی تخریج الکرخی و ہو الصحیح کما فی شرح المنیۃ و سنۃ علی تخریج
الجرجانی انتہی یعنی تعدیل ارکان بمذہب ابو حنیفہ واجب ہے موافق استنباط و تحقیق کرخی کے اور یہی صحیح ہے اور
سنت ہے موافق تحقیق ابو عبد اللہ جرجانی کے اور فتاوے قاضی خان میں ہے ان اصلی او رکع ولم یرفع راسہ
من الرکوع حتی خر ساجدا اساء بہا یجوز صلوتہ عند ابی حنیفۃ و محمد علیہ السہو انتہی یعنی نمازی اگر رکوع کرے اور نہ اوٹھاوے
سر کو رکوع سے بلکہ فی الفور گر پڑے سجدہ میں جائز ہوگی نماز اوسکی ابو حنیفہ و محمد کے نزدیک باین معنی کہ کوئی رکن
نماز اوس سے فوت نہیں ہوا لیکن اوسپر سجدہ سہو واجب ہے بسبب ترک کر دینے واجب کے اور تحقیق اس مبحث کے
جوابات مسائل میں گذر چکے ہیں دسوین یہ کہ بوقت فراغت نماز السلام علیکم و رحمۃ اللہ کو چھوڑ دیا حالانکہ اس لفظ سے
نماز کو تمام کرنا ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے تمام کتب حنفیہ میں اسکی تصریح موجود ہے گیارہوین یہ کہ بجاے
السلام علیکم گوز مار دیا ایسی بیحیائی و بے ادبی عبادت الہی میں بجز قفال کے اور کس سے ہو سکے گی معلوم نہیں کہ کب سے
اوسنے گوز دبا رکھا تھا کہ اوسوقت اوسنے اپنے سرین کا قفل کھول دیا یا اوسکو ریاح بواسیر کا عارضہ تھا کہ ہر وقت
ریح اوسکے نکلا کرتی تھی معلوم نہیں اوسنے اسی پر کفایت کیون کی برقع بیحیائی کا جب اوڑھ لیا تھا تو براز
کیون نہ کر دیا حقیقت اس بحث کی یہ ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک خروج بصنعہ فرض ہے اور لفظ سلام فرض نہیں
بلکہ واجب ہے پس اگر لفظ سلام نہ کہا بلکہ کوئی کام منافی نماز کے قصداً آخر نماز میں کیا تو نماز اوسکی جائز ہوگی
لیکن نہ باین معنی کہ اوسپر ترک سلام سے گناہ نہوگا اور حرکت ناشایستہ سے گناہ گار ہوگا اور نہ باین معنی کہ نماز
اوسکی مقبول و کامل ہو جاویگی بلکہ باین معنی کہ ارکان نماز کی اور فرائض اوسکے تمام ہوگئے اور ذمہ اوسکا قضاء
نماز سے بری ہو گیا گو وہ گناہ اوسپر لازم آگئے اور یہی معنی ہین حدیث سے نماز تمام ہونے کے اور سند انکی یہ حدیث
ہے جو سنن ابو داؤد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اذا قعد الامام فی آخر صلوتہ ثم احدث
قبل ان یتشہد فقد تمت صلوتہ یعنی جب بیٹھے امام آخر نماز میں اور حدث کر دیا قبل اسکے کہ التحیات پڑھے نماز
اوسکی تمام ہو جاویگی اور ایسی ہی جامع ترمذی اور سنن بیہقی اور سنن دار قطنی وغیرہم میں بھی مروی ہے پس یہ امر ابو حنیفہ
کے نزدیک نہیں جائز ہے کہ آخر نماز میں قصداً گوز مار دے یا پاخانہ پھر دے ایسی حرکت نکریگا مگر کوئی متقشف

جو مجنون ہوگا یا ملحد و زندیق واجب القتل ہوگا بلکہ غرض ابو حنیفہ کی یہ ہے کہ اگر کسی نے مثل قفال ہو گا جاہل کے عمداً ایسی حرکت منہ ابنی کی حماقت سے کی تو اوسکے واسطے حکم نماز تمام ہونے کا دیا جاویگا یعنے اوسپر قضا لازم نہو گی مگر وہ شخص بایسی حرکت نالائق سے اور بوجہ ترک طریقہ شرعیہ یعنے سلام کے سخت گناہگار ہوگا اور نماز اوسکی ناقص ہوگی الحاصل ایسا وضو جیسا قفال نقال نے کیا اور ایسی نماز جیسی قفال نے پڑہی ہرگز ابو حنیفہ اور انکے مقلدین کے نزدیک درست نہیں ہو بلکہ ایسی طرح کی عبادت کرنیوالا بے دین یا دیوانہ شمار کیا جاویگا پس حنفیہ کا انکار ہر مجلس سلطان محمود مین واقع ہوا بہت درست تہا اور قفال کا یہ کہنا کہ یہ نماز ابو حنیفہ کی ہے محض غلط تہا آخر یہ جو اوس قصہ مین ہے کہ بادشاہ نے ایک نصرانی کو کہ وہی علم تہا شافعی اور حنفی کی کتابوں کے پڑہنے کا حکم دیا تو ابو حنیفہ کی نماز ویسی پائی گئی جس طرح قفال نے پڑہ کر دکہائی تہی محض افترا پردازی و دغابازی ہے معلوم نہیں وہ کون کتابین حنفیہ کی تہین جنسے یہ امر ثابت ہوگیا کہ نماز ابو حنیفہ کی ایسی ہے کتب حنفیہ مین کہین ایسی نماز کے جواز کا نشان نہین ملتا ہے اور نصرانی بیدین مخالف ملت اسلامیہ کا پڑہنا اور اوسکے ترجمہ اور اقوال کا اعتبار کرنا بہی حماقت سے خالی نہین باقی سلطان محمود کا مذہب حنفی کو چہوڑ دینا مذہب حنفی کے حق مین کچہ مضر نہین ایسے نافہمون اور سفیہون اور دنیاداروں کا اپنی سمجہ کے موافق کسی مذہب کو ترک کر دینا اور کسی مذہب کو اختیار کر لینا کسی عاقل کے نزدیک معتبر نہین ہان اگر کوئی عالم جید مجتہدین سے ایسی حرکت ہوتی البتہ کسیقدر مذہب حنفی مین سستی ہونیکا احتمال ہوتا قولہ راقم کہتا ہے عجب نہین کہ اوسوقت کے حنفی بہی اوس قصہ کو دیکہکر چونک اوٹہین اور کہنے لگین کہ یہ افترا ہے اسطرح کی نماز ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہین تو جواب یہ ہے کہ ہرگز ہرگز یہ افترا نہین ابو حنیفہ کے نزدیک اس طرح پر نماز پڑہنی بیشک و شبہہ جائز ہے اقول ۵ سنین گے ہم خدا نے کان سننے کو بنائے ہین جو کچہ مزاج کا فریبے سر مین اپنے اس بہٹ دہرمی اور افترا پردازی کا یہی جواب ہے لعنۃ اللہ علے الکاذبین اسے حضرت مفتری اس زمانے کے حنفیہ پر کیا موقوف ہے ابو حنیفہ کے زمانے سے آج تک جتنے حنفیہ ہوے وہ سب اس امر کو جانتے ہین کہ ایسی نماز جیسی قفال نے پڑہی ہرگز ہرگز مذہب ابو حنیفہ صحیح نہین ہے بلکہ لغو و باطل ہے اور ایسی نماز قصداً پڑہنے والا یا مجنون ہے یا ملحد اور زندیق ہے اگرچہ تفصیل اسکی سابقا ہم بیان کر چکے ہین مگر آپکی خاطر سے یہان بہی کچہ سمع خراشی کرتے ہین ذرا کان لگا کے سنیے اور سہو و جہالت کو اوٹہا کر قولہ مسئلہ اول کتے کی کہال دباغت دی ہوئی کو پہنکر نماز جائز ہونے کے لیے ہدایہ اور شرح وقایہ فقہ کی کتابون مین لکہا

کل اہاب دبغ فقد طہر وجازت الصلوۃ فیہ والوضوء منہ الا جلد الخنزیر والآدمی اقول سابقاً ہم لکہہ چکے ہین کہ کتا اکثر روایات کے موافق جسکے سبب سے مشائخ حنفیہ نے فتوی دیا ہے نجس العین نہین ہے اور اوسکا چمڑا دباغت سے پاک

نہین ہوتا ہے اور ایک روایت مین بحر العین نہین ہے لیکن موافق اس روایت کے بھی حجرا کتے کا یا شیر یا
بھیڑیے کا بلا ضرورت پہننا نہین درست ہے مولانا عبد الغنی گنگوہی رسالہ رد صلوٰۃ قفال مین لکھتے ہین ما وقع
فی بعض الروایات الضعیفۃ المرجوحۃ من جواز لبس جلود السباع فذلک انما ہو للضرورۃ ودفع الحرج عمن لا یجد غیرہا واما
مع وجود الثیاب فلم ینقل بجواز لبسہا احد ولم یذکر فی کتبنا انتہی یعنے یہ جو بعض روایات ضعیفہ مرجوحہ مین ہے کہ درندون کا
چمڑا پہننا درست ہے پس وہ حکم بوقت ضرورت ہے اوس شخص کے حق مین جسکو اور کوئی چیز ستر چھپانے کے
واسطے نہ ملے اور بروقت ملنے اور کپڑون کے کسی حنفی نے اسکے جواز کا حکم نہین دیا اور نہ کسی کتاب مین
کتب حنفیہ سے اسکا ذکر ہے قولہ مسئلہ دوم نجاست سے چوتھائی کپڑا آلودہ ہونے کے ساتھ نماز جائز
ہونے کے لیے ہدایہ مین لکھا ہے وان کانت مخففۃ کبول ما یؤکل لحمہ جازت الصلوٰۃ معہ حتی یبلغ ربع الثوب
یعنے اور اگر نجاست خفیفہ ہو جیسے پیشاب اون حیوانون کا کہ گوشت اونکا حلال ہے جائز ہے نماز ساتھ
اوسکے یہانتک کہ پہونچے چوتھائی کپڑے کو اقول بڑا تعجب ہے کہ ایسے لوگ جنکو عبارت عربی کے
سمجھنے کی طاقت نہو اور دعوے اور دلیل کے موافقت کی تمیز نہو ائمہ پر اعتراض کرنے پر تیار ہوگئے ہین
انکو کچھ خبر بھی ہے کہ دعوی آپ کا کیا ہے اور عبارت ہدایہ کا مطلب کیا ہے آپکو بغرض نصرت قفال
قفال ثابت تو یہ کرنا تھی کہ چوتھائی کپڑے کو اگر نجاست سے آلودہ کر لے تو نماز اوسکے ساتھ جائز ہے اور
ہدایہ کی عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ چوتھائی سے کم تک نماز جائز ہے اور چوتھائی جب نجس ہو جاوے تو
نہین جائز ہے پس عبارت ہدایہ کو اپنے مطلب کے اثبات کے واسطے پیش کرنا عین حماقت وضلالت
ہے اجی حضرت یہ مضمون تو ایک لڑکا بھی جسکو ترجمہ اس عبارت ہدایہ کا سنا دیجئے سمجھ لیگا کہ کیا مضمون
ہدایہ اور کیا وہ حرکت قفالیہ ناشایستہ آپ باوجود ادعاے حدیث دانی و دعواے حقانیت وکمال
دانی اسکو نہ سمجھے بجا ہے بام پر سے دعواے ہمسری * اپنی ذرا بساط تو اے آسمان دیکھ * مکین
مین کہ یون ذرہ مقصد تجھے ملے * اس جنس کی تلاش مین اک اک دکان دیکھ * اور اسکی بھی کچھ
براءت کو ہے یا نہین کہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ ربع سے کم معاف ہے مگر عمدًا اسقدر نجاست لگا لینا
بھی انکے نزدیک نہین درست ہے بلکہ ایسی حرکت کرنے والا بے حیا اور دیوانہ شمار کیا جاتا ہے فاضل قرہی جی رسالہ
رد صلوٰۃ قفال مین لکھتے ہین حنفیہ ہذا الفعل جراۃ منہ علی الدین واستخفافا بامر الصلوٰۃ التی ہی اصل ارکان
الاسلام اذا علم ان القیام بین یدیہ سبحانہ موجب للتعظیم مستصحبا لما یستقذر اساءۃ الادب وموجب لعلت تکلیف
ہذا المنتسب الی العلم الی التلطخ بالنجاسۃ لم یجز الی ہذا اتباعا لہواہ فانہ اجمع اعماہ وعجز عن طریق الحق لبعدہ
نصابہ انتہی یعنے یہ کام قفال کا کہ اوسنے قصدًا چوتھائی کپڑے کو نجاست سے آلودہ کر لیا جرات ہے دین مین

اور دین میں جو شخص ہو نماز کو کہ ایک رکن دین اسلام ہے کیا نہ سمجھا قفال کہ پروردگار کے سامنے کھڑا ہونا نہیں
بلکہ مسخری ہنسی بے ادبی ہے اور باعث ہلاکی کا ہے پس کیسے قصد کیا اس شخص نے جو علم کی طرف منسوب تھا
اتنی بڑی نجاست سے آلودہ کرنے کا اس نے قصد کیا اس طرف اپنی خواہش نفسانی کے اتباع سے اور پیروی ابلیس
نے اوسکو اندھا کر دیا اور بہرا بنا دیا اور راہ ہدایت سے دور کر دیا اور بعد اسکے لکھتے ہیں لا وجہ لصحۃ ہذہ
الصلوٰۃ عندنا ابدا یعنے نہیں کوئی وجہ ہے ایسی نماز کے صحیح ہونے کی حنفیہ کے نزدیک لانہ لا یخلو اما ان یلطخ ثوبہ
بالنجاسات المغلظۃ کالدم والبول والغائط وغیرہا فہذا لا وجہ لصحتہا ابدا لان المعفو عنہ منہا قدر الدرہم فما دونہ لا مازاد
علیہ واما ان یلطخ بالنجاسات المخففۃ کبول ما یؤکل لحمہ فلا وجہ ایضا للجواز بہا لان المعفو عنہ منہا ما دون الربع انتہی
اسوجہ سے کہ وہ حال سے خالی نہیں یا تو اوسنے چوتھائی کپڑے کو نجاست غلیظہ سے آلودہ کیا جیسے خون اور
پیشاب اور پاخانہ وغیرہ پس اسکے جواز کی کوئی وجہ نہیں اسوجہ سے کہ نجاست غلیظہ سے صرف بقدر
درہم اور اوس سے کم معاف ہے نہ زائد اوس سے اور یا اوسنے نجاست خفیفہ لگائی ہو پس اسکی بھی کوئی
صحت کی وجہ نہیں ہے اسوجہ سے کہ نجاست خفیفہ سے چوتھائی سے کم تک عفو ہے نہ بقدر چوتھائی اور
ملا عبد النبی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں اما التعمد الی تنجیس الطاہر وتلطیخہ بالنجاسات فامر مستنکر مستبعد وقوعہ
من مسلم فضلا عن العلماء المجتہدین انتہی یعنے قصدا کپڑے کو نجس کر لینا اور نجاست اوسمیں لگا لینا
پس نہایت برا کام ہے ایسے امر کا وقوع شان مسلم سے بعید ہے چہ جائیکہ علمائے مجتہدین کی شان
سے اور یہی لکھتے ہیں قد تحقق بعکسہ کتب اصحابنا فقد ذکروا ان تطہیر النجاسۃ واجبۃ مطلقا یعنے ہمارے کتب
حنفیہ میں اسکا عکس مذکور ہے پس تحقیق ذکر کیا ہے حنفیہ نے کہ پاک کرنا کپڑون کو نجاست سے مطلقا
واجب ہے کم ہو نجاست یا زائد وقد ذکر فی فتاوی البزازی انہ لو صلی فی ثوب نجس یکرہ اور ذکر کیا ہے
بزازی نے اپنے فتاوے میں کہ اگر نجس کپڑے میں نماز پڑھیگا تو نماز اوسکی مکروہ تحریمی ہوگی وفی
مطالب المؤمنین اور مطالب المؤمنین میں ہے سئل ابو بکر عمن رای النجاسۃ علی ثوبہ وہی اقل من
قدر الدرہم وہو فی الصلوٰۃ پوچھا کسی نے ابو بکر سے اوس شخص کے حکم سے کہ دیکھا اوسنے اپنے کپڑے پر
نجاست کو کم درہم سے حالت نماز میں فقال ان کان فی الوقت سعۃ فالافضل ان یغسل ثوبہ وان کان
لا تفوتہ الجماعۃ ویجد موضعا آخر فکذلک وان کان لا یجد الجماعۃ ولفوتہ الوقت یمضی علیہ وکذا فی الحاوی
پس جواب دیا ابو بکر نے کہ اگر وقت نماز میں گنجائش ہو پس ضرور ہے کہ کپڑا دہو ڈالے پھر نماز پڑھے
اور ایسے ہی اگر جماعت کے فوت ہونے کا خیال نہو اور اگر یہ خیال ہو کہ اگر کپڑا دہویا جاویگا جماعت فوت
ہو جاویگی یا وقت نماز گذر جاویگا اس صورت میں نماز پڑھ لے ایسے ہی مذکور ہے حاوی میں انتہی اور یہی

مطالب المومنین میں ہے النجاسة اذا كانت قدر الدرهم او اقل وهي غليظة لا تمنع اداء الصلوة ولكنه
يكره اذا كان عالما به كذا في شرح الطحاوي انتهى یعنے نجاست غلیظہ اگر کم ہو مقدار درہم سے نہ منع کریگی
ادائے نماز سے لیکن مکروہ ہے نماز بغیر دہوئے ہوئے اوسکے ایسیہی ہے شرح طحاوی میں الحاصل
حنفیہ کے نزدیک ہرگز یہ نہیں جائز ہے کہ قصداً اپنے کپڑے کو نماز کے وقت نجاست سے آلودہ کرلے
اور نہ نماز نجس کپڑے سے درست ہے اگر نجاست غلیظہ درہم سے زائد اوسمین لگی ہو یا خفیفہ بقدر چوتہائی یا زائد
لگی ہو ہان نجاست غلیظہ بقدر درہم اور خفیفہ چوتہائی سے کم معاف ہے باین معنی کہ اگر بوقت ضرورت نماز
ساتہ اوسکے پڑہ لیگا تو نماز ہو جائیگی مثلاً یہ کہ پانی دہونے کے واسطے نہ ملے یا دہونے میں وقت نماز چلے جانیکا
یا جماعت کے فوت ہونے کا خیال ہو اور بلا ضرورت نماز اسقدر بہی نجاست کے ساتہ مکروہ تحریمی ہے آپ سچ
بتاؤ کہ قفال نے جو حرکت کی کہ قصداً چوتہائی کپڑے میں نجاست لگائی کس حنفی کے نزدیک جائز ہے اور
کس کتاب میں حنفیہ کے یہ مسئلہ مذکور ہے تمام کتب حنفیہ کو اگر دیکہ ڈالو اور قفال کی قبر کی خاک چہان ڈالو
اور اوسکی قبر پر جاکر فریاد کرو تب بہی اس حرکت ناشایستہ قفال کی سند کتب حنفیہ میں نہ ملیگی پہر کس
منہ سے کہ رہے ہو کہ حنفیہ کے نزدیک ایسی نماز جائز ہے ؎ کبہی فروغ نپائینگے پیش یار چراغ *
دہ بار ایک طرف اک طرف ہزار چراغ * **قولہ** مسئلہ سوم نبیذ تمر سے وضو کرنے کے لیے ہدایہ وغیرہ فقہ
کی کتابوں میں لکہا ہے فان لم يجد الا نبيذ التمر قال ابو حنيفة يتوضأ به ولا يتيمم یعنے اگر سوا اسکے نبیذ تمر
یعنے چہوہارے کے پانی نہ ملے تو کہا ابوحنیفہ نے وضو اوس سے کرے اور تیمم نہ کرے **اقول** ؎
جو جفا کرتے ہو کہتے ہیں بجا کرتے ہو * کوئی اتنا نہیں کہتا کہ یہ کیا کرتے ہو * آپ کو اتنی تمیز نہیں ہے
کہ ہدایہ کی عبارت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوحنیفہ کے نزدیک نبیذ تمر سے وضو جب جائز ہے
جب اور پانی میسر نہووے اور اگر اور پانی ملے تو ہرگز نہیں جائز ہے اور قفال نے جسوقت
حضور بادشاہ میں وضو کیا اوسوقت وہ جگہ کچہ پانی کے واسطے کربلا نہ تہی کہ پانی نہ ملتا ہو پس
اوسکے وضو کی سند عبارت ہدایہ کیونکر ٹہری بلکہ موافق مذہب حنفیہ کے نماز قفال کی بے وضو
ٹہری باینہمہ حنفیہ کے نزدیک ایسی نماز جائز ہونے کو کہنا معنی ہین **قولہ** مسئلہ چہارم وضو کیواسطے
نیت کے واجب ہونے کے لیے شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکہا ہے لا يفتقر اعتبارها الى ان ينوي یعنی
وضو کے لیے حاجت نیت کی نہیں ہے اور اسیطرح عینی نے شرح ہدایہ میں لکہا ہے **اقول** حنفیہ کے
نزدیک پانی سے وضو کرنے کی صورت میں ہے کہ اگر بدون نیت وضو کر لیگا تو نماز اوس سے درست
ہو جاویگی مثلاً یہ کہ دریا میں کسی نے غوطہ لگایا یا بقصد دفع گرمی کے اعضاے وضو کو دہویا اور ارادہ اوسکا

وضو کرنے کا تھا تو ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک وضو ہوگیا بایں معنی کہ اگر اوس سے نماز پڑھے گا تو نماز ہوجاویگی مگر ثواب وضو سے محروم رہیگا اور نبیذ سے وضو کرنے میں حنفیہ کے نزدیک بھی نیت شرط ہے آپ نے وہ عبارت فتح القدیر کی تو دیکھ لی اور عینی کی شرح ہدایہ کی عبارت جو درباب عدم وجوب ترتیب کے تھے دیکھ لی اور نہ سمجھے کہ یہ حنفیہ کے نزدیک مطلق وضو میں نہیں ہے عینی نے خود ہی شرح ہدایہ میں لکھدیا ہے ذکر القدوری فی شرحہ عن اصحابنا التوضی بنبیذ التمر لایجوز الا بالنیۃ کالتیمم انتہی یعنے ذکر کیا ہے قدوری نے اپنی شرح میں ہمارے ائمہ سے کہ وضو بنبیذ تمر سے بدون نیت کے نہیں جائز ہے مثل تیمم کے پس معلوم ہوا کہ قفال نے جو وضو نبیذ تمر سے بدون نیت کے کیا وہ کسی حنفی کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ پس نماز اوسکی بے وضو ٹھہری علاوہ ازیں بدون نیت کے وضو کرنا قفال کا باوجودیکہ اوسکو قصد تھا کہ اسی وضو سے نماز حنفی کی پڑھونگا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اسلئے کہ نیت جو شافعیہ کے نزدیک فرض اور حنفیہ کے نزدیک سنت مؤکدہ بمذہب صحیح ہے اوس سے مراد زبان سے الفاظ نیت پڑھنا نہیں ہے بلکہ صرف ارادہ اور وہ یہاں موجود ہے ملا عبد النبی گنگوہی لکھتے ہیں قولہ بلانیۃ غیر صحیح یعنے قول اوسکا کہ قفال نے بے نیت کے وضو کیا صحیح نہیں ہے لان النیۃ فی الوضوء عندنا عبارۃ عن ان یقصد المتوضی فی ابتداء الوضوء وعند الشروع فیہ اداء الصلوۃ بہ وان یکون فعلہ لارادۃ الصلوۃ لا للتبرد [illegible] اسواسطے کہ نیت وضو میں ہمارے نزدیک عبارت ہے اس امر سے کہ قصد کرے وضو کرنے والا شروع وضو میں اور بر شروع کرنے کے ادائے نماز کا اور یہ کہ ہووے وضو کرنا اوسکا بغرض ادائے نماز نہ بقصد دفع گرمی وحصول خنکی وغیرہ واما التلفظ بہا فامر مستحب زائد علی اصلہا لان النیۃ فعل القلب دون اللسان اور لیکن تلفظ کرنا ساتھ نیت کے پس مستحب ہے اور زائد ہے اصل نیت پر کیونکہ نیت فعل قلب ہے نہ فعل زبان وہذا موجود فیما نحن فیہ لانہ ما قصد بہذا الوضوء بنبیذ التمر الا اداء الصلوۃ بہ علی مذہب الحنفیۃ فکیف یقول بلانیۃ اور یہ یہاں موجود ہے کیونکہ نہیں ارادہ کیا قفال نے اپنے وضو سے مگر ادا کرنا نماز کا بمذہب حنفیہ پس کیونکر صحیح ہوگا قول اوسکا کہ بدون نیت کے وضو کیا مع ہذا فالنیۃ شرط لصحۃ الوضوء بنبیذ التمر فلم یصح الوضوء فیلزم صلوۃ بلا طہارۃ فیکفر بہ فاعلہ انتہی اور یہی نیت شرط ہے صحیح ہونے وضو میں نبیذ تمر سے پس جبکہ وضو کیا دوست بدون نیت کے نہ صحیح ہوا وضو اوسکا اور ہوئی نماز اوسکی بوضو بلا طہارت کے اور بدون وضو کے نماز پڑھنے سے کفر لازم آتا ہے قولہ مسئلہ ششم اسرا کرنا تکبیر فارسی میں خدا سے بزرگ کہنے کے لیے اور قرات کو زبان فارسی میں پڑھنے کے لیے ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے فان افتتح الصلوۃ بالفارسیۃ او قرء فیہا بالفارسیۃ او ذبح وسمی بالفارسیۃ وہو یحسن العربیۃ اجزأہ عند ابی حنیفۃ یعنے اگر شروع کرے نماز فارسی زبان میں یا پڑھے زبان فارسی میں یا ذبح کرے

اور یہ ہے نسیم الفہ زبان فارسی میں اگرچہ عربی اچھا جانتا ہو نماز اوسکی جائز ہے ابو حنیفہ کے نزدیک لقول
ہدایہ میں یہ بھی تو لکھا ہے ویروی رجوعه فی اصل المسئلة الی قولهما وعلیه الاعتماد انتہی یہ آپ کو نہ دکھائی دیا کہ جس سے
ثابت ہوتا ہے کہ ابو حنیفہ کا مذہب پہلے یہ تھا کہ فارسی میں قرآن پڑھنا باوجود قدرت کے عربی پر درست ہے
بعد اوسکے اونہوں نے رجوع کیا اس قول سے اور قول صاحبین کو اختیار کیا کہ جو شخص عربی پڑھ سکتا ہو
اوسکو فارسی میں درست نہیں اور اسی پر فتوے ہے فاضل قرشی کے رسالہ میں ہی نقل فی الغایة عن فخر الاسلام
قال الخلاف فیمن لا یتہم فی دینه وہذا کلہ علے روایة الجواز المرجوع عنہا یعنے نقل کیا ہے غایۃ میں فخر الاسلام
بزدوی سے کہ خلاف درمیان ابو حنیفہ اور صاحبین کے اوس شخص میں ہے جو مخرب دین و متہم و ملحد نہو
اور اگر وہ شخص مبتدع ہو اور دین میں فساد ڈالنا منظور ہو تو اوسکو فارسی پڑھنا کسی کے نزدیک نہیں درست ہے
اور یہ روایت جواز پر ہے جس سے امام نے رجوع کیا واما علے الروایة الصحیحة عن ابی حنیفة فلا یجوز القراءة
بالفارسیة اصلا اور لیکن موافق روایت صحیحہ کے ابو حنیفہ سے پس نہیں جائز ہے قراءت فارسی میں
ہرگز قال مولانا عبد العزیز البخاری فی شرح البزدوی قد صح رجوعه الی قول العامة رواه نوح بن
ابی مریم ذکره المصنف فی شرح المبسوط وہو اختیار القاضی الامام ابی زید وعامة المحققین وعلیه الفتوی
کہا عبد العزیز البخاری نے شرح اصول بزدوی میں تحقیق صحیح ثابت ہے رجوع کرنا ابو حنیفہ کا طرف قول
اکثر کے روایت کیا اسکو اوسنے نوح بن ابی مریم نے ذکر کیا ہے اسکو فخر الاسلام نے شرح مبسوط میں
اور یہی مختار ہے قاضی ابو زید دبوسی کا اور اکثر محققین کا اور اسی پر فتوے ہے وفی مجمع البحرین ورجوعه
اصح انتہی اور مجمع البحرین میں ہے کہ رجوع کرنا امام کا صحیح ہے وقال فی جامع المضمرات الصحیح ہو المرجوع
عن قول جواز الصلوة بالفارسیة وعلیه الاعتماد اور کہا جامع مضمرات میں کہ صحیح ہے رجوع کرنا
ابو حنیفہ کا قول جائز ہونے نماز سے بزبان فارسی اور اسی پر اعتماد اور فتوے ہے وفی الغایة
شرح الہدایة ذکر ابو بکر الرازی انہ رجع الی قولهما قالوا وعلیه الاعتماد والفتوی اور غایۃ شرح ہدایہ
میں ہے کہ ذکر کیا ہے ابو بکر رازی نے کہ امام نے رجوع کیا قول صاحبین کی طرف اور اسی پر فتوی ہے
وقال حافظ الدین ابو البرکات النسفی حتے قالوا لو کتب الانسان مصحفا بالفارسیة او واظب علی القراءة
بہا فانہ یمنع وینسب الی الزندقة او الجنون والزندیق یقتل ویوجع المجنون یداوی یعنے کہا حافظ الدین
ابو البرکات نسفی نے کہا مشائخ نے کہ اگر لکھے کوئی شخص قرآن فارسی میں یا فارسی قرآن پڑھنے کی
عادت کرے منع کیا جاویگا اس سے اور نسبت کیا جاویگا طرف زندقہ یا جنون کے اور زندیق ادب
دیا جاویگا اور مجنون کی دوا کیجاویگی وقال الامام ابو بکر محمد بن الفضل اور کہا ابو بکر محمد بن فضل نے

فالخلاف فيما اذا جرى على لسانه من غير تعمد يہ خلاف ابو حنیفہ اور صاحبین مین کہ امام فارسی پڑہنے کو جائز رکہتے
ہین اور صاحبین نہین اور یہ صورت ایسی ہے کہ جب کسی کے زبان سے کوئی کلمہ فارسی کا بدون تعمد کے نکل جاوے اما من تعمد
ذلک فہو زندیق او مجنون فالزندیق یقتل والمجنون یداوی انتہی لیکن جو شخص قصدًا فارسی پڑہے پس وہ یا تو زندیق
ہے یا مجنون ہے پس زندیق مارڈالا جاویگا اور مجنون شفاخانہ مین واسطے علاج کے بہیجا جاویگا اور رسالہ گنگوہی
ہی لاصحۃ لہا اصلا علی مذہب ابی حنیفۃ لا علی المختار الصحیح المفتی بہ ولا علی غیر المختار المرجوع عنہ یعنی نماز صحیح نہیں ہے بقاعدہ
کہ جسمین اوسنے فارسی قرأت کے موافق مذہب ابو حنیفہ کے نہ موافق قول صحیح مختار مفتی بہ اور نہ موافق قول غیر
کے کہ جس سے اونہون نے رجوع کیا فقی التحقیق شرح الحسامی ثم الخلاف فی من لا یتہم بشیٔ من البدع وقد تکلم
فی الصلوۃ بکلمۃ او اکثر غیر ماؤلۃ ولا محتملۃ للمعانی وزاد بعضہم ولم یخل بنظم القرآن وعن الامام ابی بکر محمد بن الفضل
ان الخلاف فیما اذا جری علی لسانہ من غیر قصد اما من تعمد ذلک فیکون مجنونا او زندیقا والمجنون یداوی والزندیق
یقتل یعنے تحقیق شرح منتخب حسامی مین ہے کہ خلاف ابو حنیفہ اور صاحبین مین کہ امام فارسی پڑہنے کو باوجود
قدرت کے عربی پر جائز رکہتے ہین اور صاحبین نہیں بشرط عجز اوس شخص مین ہے کہ جو متہم ساتہ الحاد و زندقہ
نہو اور ایک دو کلمہ قرآن کا ترجمہ اوسنے پڑہ دیا ہو بشرطیکہ وہ کلمہ محتمل معانی نہو اور قابل تاویل نہو اور بعض نے
یہ بہی شرط کی کہ ترتیب قرآنی بہی نہ بگڑے اور ابو بکر محمد بن فضل سے منقول ہے کہ یہ خلاف اوس صورت مین ہے
جب کہ بدون قصد کے ایک دو کلمہ کا ترجمہ زبان سے نکل جاوے اور جو قصدًا پڑہے وہ یا تو دیوانہ ہے
اوسکی دوا کیجاویگی یا زندیق ہے پس مارڈالا جاویگا وقد صح رجوع ابی حنیفۃ الی قول العامۃ رواہ نوح بن ابی مریم
عنہ ذکرہ فخر الاسلام فی شرح کتاب الصلوۃ اور صحیح ہوا ہے رجوع کرنا امام کا قول اکثر کی طرف کہ باوجود قدرت
کے عربی پر فارسی پڑہنا نہین درست ہے روایت کیا اس رجوع کو نوح بن ابی مریم نے ابو حنیفہ سے ذکر کیا
اسکو فخر الاسلام نے شرح کتاب الصلوۃ مین ہو اختیار القاضی ابی زید وعامۃ المحققین وعلیہ الفتوی یعنی
مختار ہے قاضی ابو زید دبوسی کا اور اکثر محققین کا اور اسی پر فتوی ہے و فی التوضیح لکن الاصح انہ رجع
الی القول اور توضیح مین ہے کہ اصح یہ ہے کہ امام نے رجوع کیا اس قول سے و فی التلویح مثل ما فی التحقیق
تلویح مین مثل مضمون تحقیق کے ہے فعدم الصحۃ علی القول المختار الصحیح المفتی بہ ظاہر پس نہ صحیح ہونا نماز کا
قول مختار صحیح مفتی بہ کے تو ظاہر ہے کیونکہ اس قول کے موافق جو شخص باوجود قدرت کے عربی پر فارسی پڑہے
اوسکی نماز نہوگی وکذا علی القول السابق لان الشرط ان لا یخل بنظم القرآن وتکون تلک الکلمۃ علی وزن
الکلمات القرآنیۃ انتہی اور ایسے ہی موافق قول قدیم ابو حنیفہ کے کہ فارسی پڑہنا مطلقًا درست ہے بہی نماز
نہ ہوگی کیونکہ اوس قول کے موافق شرط ہے کہ ایسا ترجمہ کرے کہ نظم و ترتیب قرآنی مین خلل نہ آوے

یشا بکلمات قرآنیہ کے ہو قولہ مسئلہ ہفتم نماز مین مثل آیت مدہامتان کے چہوٹی آیت

ے عالمگیری وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے ومنہا القراءۃ وفرضہا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ

آیت قصیرۃ کذا فی المحیط یعنے اور واجبون سے ہے قراءت اور وہ ابو حنیفہ کے نزدیک فرض

پڑہا جاوے ایک آیت اگرچہ ہو چہوٹی اقول اونہین کتابون مین یہ بہی لکہا ہے کہ فاتحہ

اور سورت ملانا ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے اور حکم واجب کا یہ ہے کہ اگر قصداً اوسکو

چہوڑے تو نماز ناقص ہوگی اوسکا اعادہ واجب ہوگا اور گناہ بہی لازم ہوگا اور اگر سہواً چہوڑ دیگا تو سجدہ

سہو کا اور اگر سجدہ سہو نہ کریگا تو نماز ناقص ہوگی اعادہ اوسکا ضروری ہوگا آپ کی مثل ایسی ہے

لا تقربوا الصلوٰۃ کے وانتم سکاریٰ کو چہوڑ دیتے ہین اور بے سمجہے بوجہے اعتراض پر تیار ہوتے ہین

رکوع اور سجود مین طمانینت کی فرض نہونے کے لیے فتاوے قاضی خان مین لکہا ہے ویکرہ

[illegible] الرکوع والسجود وہوان لا یقیم صلبہ یعنے رکوع اور سجود مین طمانینت کو چہوڑ دینا مکروہ ہے

معنے اسکے یہ ہین کہ نہ قائم کرے پیٹہہ اپنی کو اقول آپ کو کچہ خبر بہی ہے کہ مکروہ سے کیا مراد ہے

علم ہوا سمجہ ہو تو خیر ہو کل مسلمان ہوکے آج ملا بن گئے پہر بہلا کیونکر معلوم ہوگا سمجہے

کہ کلام فقہا مین جب کراہت کی لفظ کا مطلق استعمال کیا جاتا ہے تو مراد اوس سے

اکثر تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی قریب حرام کے ہے اور حکم مین برابر حرام کے ہے پس اس سے

اور بہی معلوم ہوا کہ چہوڑ دینا اطمینان کا مکروہ تحریمی قریب حرام کے ہے پس معلوم ہوا کہ طمانینت

لازم ہے یا سنت موکدہ ہے ورنہ اگر مباح یا مستحب ہوتا تو اوسکا چہوڑ دینا مکروہ تحریمی نہوتا

[illegible] نزدیک اطمینان کے فرض نہونے کی یہ معنے نہین ہین کہ انسان مختار ہے چاہے کرے

چاہے [illegible] نزدیک فرض اگر نہین ہے تو واجب یا سنت موکدہ تو ضرور ہے اور صحیح یہ ہے کہ

[illegible] اسکے قصداً چہوڑ دینے سے نماز ناقص ہوتی ہے اور گناہ لازم ہوتا ہے اور سہواً چہوڑ دینے سے

[illegible] ہوتا ہے رسالہ شمس الائمہ کردری مین ہے ما قال ابو حنیفہ یجب علیہ ان ینقر نقر الدیک [illegible]

[illegible] القعدۃ الفاصلۃ بین السجدتین ونہی عن النقر انتہی یعنے نہین کہا ابو حنیفہ نے کہ واجب ہے

[illegible] مرغ کے دو مرتبہ سر زمین پر رکہدے اور درمیان دو سجدون کے نہ بیٹہے بلکہ واجب کیا

[illegible] بیٹہنے کو درمیان دو سجدون کے اور منع کیا مرغ کی طرح ٹہونگ مارنے سے قولہ مسئلہ ہشتم

[illegible] امام اپنے کے نکلنے کے لیے یعنے بجاے السلام علیکم خواہ گوز مار دے خواہ کچہ اور کام

[illegible] اوسکی جائز ہوگی [illegible] قاضی خان مین لکہا ہے والخروج بصنعہ [illegible]

اسکے بعد میں لکھتے ہیں تصریح بالتت الوجدان ضرطة ہذہ لا تاقعة وانما ہی لتحقق زمرة الظلماء و د
من عشاق السلاطین لفعل ذلک ولو فعل احد فانوا انه ملحد قد استخف بالشرع فزال الاسلام
الصلوة اہون بکثیر من ہذہ الصلوة المشتملة علی ہذہ القبائح انتہی یعنے کہ ان کیا
اوسکے واسطے نافع ہے حال آنکہ اس گوز نے اوسکو زمرہ علماء سے خارج کر دیا اور اہل اوم
فاسق بھی ہو گیا اور اگر کوئی شخص ایسی حرکت کرے تو سب اہل اسلام یہی حکم دینگے کہ
شریعت اور اسلام کو لغو و ذلیل سمجھا بلکہ نماز نہ پڑھنا آسان ہے ایسی نماز پر جو ایسی
باتوں پر مشتمل ہے اور گنگوہی لکھتے ہیں بعض ما فعل لعل علماء یتحاشی عنہ ضحکة
ابلیس عند سماع الاذان فالا قاتمة کما ہو معلوم من الحدیث النبوی انتہی یعنے
اور ایسی حرکت کی کہ جسکو بارگاہ بادشاہان دنیا کے مسخرے بھی نہیں جائز رکھتے ہیں
مگر کام شیطان لعین کا جیسا کہ حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ جب اذان ہوتی
شیطان بھاگتا ہے گوز مارتا ہوا اور رسالہ کرونی میں ہے ما قال ابو حنیفة
عمدا بدلا عن التسلیمة بل قال یکرہ الحدث فی المسجد لغیر المصلے والنوم مخافة ان یسبقه
ان یحدث بحدیث الدنیا او انما قال اذا احدث عمدا بعد ما قعد قدر التشہد لا الف صلوتہ
الصلوة فصار کما لو احدث تبعا لتمام الصلوة انتہی یعنے یہ مذہب ابو حنیفة کا نہیں
گوز کرنا بدلے میں لفظ سلام کے نمازی پر واجب ہے بلکہ امام کے نزدیک غیر نمازی کو بھی مسجد
اور سونا مسجد میں بھی مکروہ ہے اسی خوف سے کہ سونے کی حالت میں گوز نہ نکل جاوے اور مسجد
سے مکروہ ہے بااینہمہ کون عقلمند کہیگا کہ حالت نماز میں ایسی حرکت ناشایستہ اونکے نزدیک
یا واجب ہے ہاں امام کا مذہب یہ ہے کہ اتفاقا اگر کسی نالائق سے ایسی حرکت شیطانی
ہو گی بسبب ہونے اس حرکت کے بعد ختم ہو جانے ارکان و فرائض نماز کے یہ ہوگا مثل حدث
نماز کے قولہ مسائل تیمم وضو کے ہیں ابو حنیفة کے نزدیک ترتیب واجب نہیں مستحب ہے چنانچہ
لکھا ہے عند القدوری فی النیة والترتیب والاستیعاب من المستحبات یعنے نزدیک قدوری کے
سب اعضاؤں کا دھونا مستحب ہے اقول افسوس صد افسوس اس زمانے کا القد
حیرت ہے جنکو ترجمہ عبارت عربی کا بھی سلیقہ نہیں مطلب ترک کر کے وہ امام ابو حنیفة پر اعتراض
غریب حنفیہ سے مطلقا واقفیت نہیں بلکہ کتب حنفیہ کے مطلب سمجھنے کی طاقت بھی نہیں
اعتراض کیا بیچارا [illegible] جو مقام انتخار کا اسرار ہیں لوگ ان کی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

علم کم ہوجائیگا اور جہل پہیلجائیگا یہانتک کہ لوگ جہال کو مفتی و عالم جہینگے اور جیسی پوچھینگے ہو ویسی لیلی بیان کرینگے خود گمراہ ہونگے اور دوسرون کو گمراہ کرینگے اجی حضرت کتاب سمجھ لینا اور دلالی کرنا آسان ہے مگر کتاب کا مطلب سمجھنا بڑی مشکل ہے اگر ایسی مطلب کتاب کا ہر شخص سمجھ لیا کرتی تو جتنی کتب فقہ کی ہیں انکا فیصلہ کرتی ہیں وہ سب علامہ دہر ہوجاوین عینی اور ہدایہ اور استیعاب کا مطلب ہمسے سمجھ لو اور اپنی نا سمجھی پر نادم ہو یہ جو تم سمجھے آپنے کیا یعنے سب اعضاؤن کا دہونا قدوری کے نزدیک مستحب ہے معلوم نہین اسکا مطلب آپ نے کیا سمجھے یا بے سمجھے بوجھے یونہین بول اوٹھے اگر یہ مطلب ہے کہ وضو مین قدوری کے نزدیک جتنے اعضا بدن انسان مین ہین اون سب کا دہونا مستحب ہے تو یہ امر محض غلط ہے قدوری کا تو مرتبہ اعلے ہے ادنے فقیہ بلکہ کوئی مسلمان اسکا قائل نہین ہوا اور اگر یہ مطلب ہے کہ جو اعضا وضو مین دہوئی جاتی ہین ہاتہ پاؤن منہ اونکو پورا دہونا اس طرح سے کہ کہین سوکہا نہ رہ جاوے قدوری کے نزدیک مستحب ہے یہ بہی غلط ہے کیونکہ وہ اعضا جنکا وضو مین دہونا فرض ہے اونکو پورا پورا دہونا اس طرح پر کہ کہین سوکہا نہ رہ جاوے قدوری کیا تمام فقہاء حنفیہ کے نزدیک فرض ہے یہانتک کہ اگر ایک ذرہ کی قدر بہی اعضا مین ترہونے سے باقی رہ جاویگا تو وضو نہوگا مطلب صحیح عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ استیعاب سے پورے سر کا مسح کرنا ہے اور غرض یہ ہے کہ قدوری کے نزدیک نیت اور ترتیب اور پورے سر کا مسح کرنا تینون مستحب ہین اور جمہور فقہا کے نزدیک سنت موکدہ ہین عینی کی شرح مین یہ بہی عبارت موجود ہے فیصلے

یکون الترتیب مستحبا والمنصوص فی المبسوط ان الترتیب سنۃ کذا عند المصنف انتہی یعنے موافق قول قدوری کے ترتیب مستحب ہی اور مبسوط مین مصرح یہ ہے کہ سنت موکدہ ہے اور ایسیہی صاحب ہدایہ نے تصریح کی ہے ہم بالفعل عبارت ابن الہمام کی لکہہ چکے ہین کہ جس سے قدوری کے قول کی رد ہوچکی ہے اور معلوم ہوچکا ہے ترتیب کا سنت موکدہ ہونا حنفیہ کے نزدیک صحیح ہے پس قول قدوری در باب استحباب ترتیب جو غیر معتبر ہے اوسپر اعتبار کرنا اور نصرت اقوال نقال مین اوسکو پیش کرنا آپ ہی ایسے غیر متبحر فہمون کا کام ہے قولہ اگر کہو کہ فقہ پر چلنا فرض ہے اور حدیث پر چلنا جائز نہین سو جواب اسکا یہ ہے کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو ہرگز مسلمان نہین کیونکہ اللہ نے قرآن مین جابجا فرمایا کہ اللہ تعالے اور اوسکے رسول کی راہ پر چلو الخ واہ میان نومسلم کل تو مسلمان ہوے اور اوسپر یہ جرأت کہ مسلمانون کو دائرہ اسلام سے باہر کردیا مقلدین کہتے ہین کہ حدیث پر چلنا جائز نہین ہے یہ تم ایسے لوگون کے حق مین کہتے ہین کہ جنکو حدیث و قرآن کے مطلب سمجہنے کی قدرت نہین اور حدیث موضوع و غیر موضوع ناسخ اور منسوخ مین امتیاز نہین ایسے لوگ اگر مطلق العنان کردیے جاوین تو دین برباد ہوجائیگا جیسا کہ ہم اس زمانہ مین حضرات

غیر مقلدین میں ہر ایک آزادی کے ساتھ سمجھتے ہیں کہ مطلب حدیث اور قرآن کا جو کچھ دل میں آیا قرار دے دیا
جو چاہتے ہیں فتوے دیتے ہیں کوئی تو تجارت سے زکات تجارت ساقط کر رہا ہے کوئی مشرک کا ذبیحہ درست
کہہ رہا ہے کوئی نماز کی قضا اگر قصداً کوئی شخص ترک کردے غیر واجب کہہ رہا ہے بے نمازیوں پر جنازہ
کر رہا ہے کوئی جمعہ کی نماز پڑھنے میں قبل آفتاب ڈھلنے کے بلکہ ڈیڑھ پہر دن چڑھے سے اہتمام کر رہا ہے
کوئی بلا ضرورت و بلا عذر شرعی نمازیں وقتوں میں پڑھنے کا حکم دے رہا ہے کوئی بوقت ضرورت سود بھی
قرض لینا درست بتا رہا ہے کوئی جانوروں کے بیع کرنے کو ضرور نہیں مثل قول شیعہ کے حکم دے رہا ہے اس
کے سوا بہت سے اقوال نواب بھوپالی و فاضل قنوجی کے اور ان کے موالی و انصار کی تصانیف و تحریرات میں موجود
جسکو شوق ہو دیکھ لے اور ان سب مسائل کو اہلحدیث کا اثبات حدیث اور قرآن سے کیا جاتا ہے اور جمہور تمام
امت محمدیہ پر الزام مخالفت قرآن و حدیث کا لگایا جاتا ہے پس ایسے نافہموں کو منصب تقلید حدیث کا مطلب
موافق اپنی فہم ناقص کے عمل کرنا اور اوس پر فتوے دینا حرام ہے اور فقہ کوئی چیز مخالف قرآن و حدیث
نہیں بلکہ یہ مسائل فقہیہ انہیں سے نکالے گئے ہیں پس انپر عمل کرنے میں مخالفت قرآن و حدیث کے کیونکر
ہوگی **قولہ** ایک مغالطہ ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ ہر مسئلے کے لیے سند رسول اللہ صلعم تک پہونچانا
ضرور نہیں اسلیے کہ مجتہدوں نے بڑی سعی و کوشش سے ہر طرح کے مسائل جمع کر رکھے ہیں جواب اسکا یہ
کہ یہ بات بالکل غلط ہے الخ **اقول** ہرگز غلط نہیں بلکہ بہت صحیح ہے اس وجہ سے کہ صدہا مسائل وہ ہیں کہ صاف صاف
قرآن اور حدیث میں نہیں مذکور ہیں بلکہ اصول شرعیہ و نصوص سے مستنبط ہوئے ہیں اونکی سند کیونکر
رسول اللہ صلعم تک پہونچ سکتی ہے مقلدین کو جانے دیجیے محدثین کا حال بتایئے کہ انہوں نے ہر ہر مسئلے
کی سند کب پہونچائی ہے دیکھو بخاری کو کہ ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور اوس سے موافق اپنے اجتہاد
مسائل مستنبط کرتے ہیں آپ اون مسائل کی سند تو رسول اللہ صلعم تک پہونچا دیں اور کہہ دیں کہ ان حضرت نے یہ
فرمایا ہے **قولہ** ۱۲۵ ثبت ہے حضرت کے اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین سے ثابت ہو چکا ہے کہ دین
معاملہ میں قیاس کرنا حرام ہے **اقول** یہ آپکی غلط فہمی ہے قیاس نہیں حرام ہے البتہ خود رائی علیحدہ
خلاف قرآن و حدیث کے رائے کو دخل دینا اور اپنی عقل سے قرآن و حدیث کو باطل کرنا کام شیطان کا ہے
لیکن یہ قیاس شرعی نہیں قیاس شرعی تو یہ ہے کہ جس امر کا حکم صاف قرآن و حدیث میں نہیں ہے اور
اوسکی نظائر سے نکالنا یہ حرام نہیں بلکہ بوقت ضرورت فرض ہے صدہا صحابہ و تابعین سے ایسا قیاس
ثابت ہے سنن دارمی اور اور کتب حدیث کو دیکھو اور نیز [illegible] کا اور تمام محدثین کی کتابوں
دیکھو کہ ان میں ایسا قیاس صدہا جگہ موجود ہے خود صحیح بخاری ایسے قیاسات سے مالا مال ہے

اہل عربی سمجھتا ہے وہ معنے قرآن کے بیشک سمجھ سکتا ہے الخ **اقول** صرف عربی سمجھنے سے قرآن کے
معنی سمجھ مین نہین آسکتے ہین جب تک کہ تمام صرف و نحو و بلاغت و معانی و بیان و بدیع وغیرہ مین مہارت نہو
اور احادیث رسول اللہ و آثار صحابہ سے جو تفاسیر آیات و اسباب نزول وغیرہ مین وارد ہین واقفیت نہو ورنہ
صرف عربی سمجھنے والا ان فنون و علوم سے ماہر نہوگا قرآن کا مطلب غلط سمجھیگا لوگون کو گمراہ کریگا ید اللہ
وجہ اللہ وغیرہ آیات صفات الٰہی سے ظاہر معنی سمجھ کے خدا کے ہاتھ پاؤن منہ وغیرہ تمام اعضا ثابت
کرنے لگیگا اور مثل مجسمہ کے وادی ضلالت مین پڑ جائیگا آیۃ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار سے
رویت الٰہی کی نفی کرنے لگیگا اور مثل معتزلہ کے اہل سنت سے علیحدہ ہوجاویگا آیہ ان اللہ یغفر الذنوب
جمیعا اور آیہ انما الخزی الیوم والسوء علی الکافرین سے سمجھنے لگیگا کہ مسلمان فاسق فاجر صاحب کبائر
بے توبہ کے مرگیا ہو ہرگز جہنم مین داخل نہوگا اور فرقہ مرجیہ کے شریک ہو جائیگا آیہ ومن یقتل مؤمنا
متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا سے سمجھ لیگا کہ اصحاب کبائر کبھی نہ بخشے جائینگے اور ہمیشہ دوزخ مین جلینگے
اور مذہب معتزلہ کے ہوجائیگا باب میراث مین ایک آیت سورۂ نساء کی شروع مین ہے جس سے معلوم ہوتا ہے
بہن کا حصہ ترکہ میت سے اور بھائی کا چھٹا حصہ ہے اور دوسری آیت آخر سورۂ نساء مین ہے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہن کا حصہ نصف ہے پس صرف عربی سمجھنے والا کیا سمجھیگا جب تک
حدیث و آثار صحابہ و مفسرین سے اسکو واقفیت نہوگی اور یہ بات نہ معلوم ہوگی کہ اول مقام پر مراد بہن
اخیافی ہے یعنی جسکی مان ایک ہو باپ متفرق اور دوسرے مقام پر بہن عینی اور علاتی الغرض
یہ بڑا مغالطہ غیر مقلدین کا ہے کہ قرآن اور حدیث کا سمجھنا بہت آسان ہے بجز عربی سمجھنے کے
اور استعداد علمی ضرور نہیں ہے اسی وجہ سے ان حضرات مین سے ایک ایک طفل مکتب جو کچھ معنی
قرآن و حدیث کے سمجھ لیتا ہے اوسپر فتوے دینے کو تیار ہو جاتا ہے اور بے دھڑک اپنے قول باطل کو
خدا اور رسول کی طرف منسوب کر دیتا ہے بھائی مسلمانون کو چاہیے کہ ان مغالطات مین نہ پڑین
اور ہمیشہ انکی تحقیق پر کان نہ دہرین اور سمجھ لین کہ یہ لوگ خود راہ بھٹکے ہوئے ہین انکی قول و فعل کا
شرع سے اعتبار نہیں ہے **قولہ** ایک مغالطہ حدیث پر چلنے والون کو مقلدین ائمہ یہ دیتے ہین
کہ حدیث پر چلنے والا حدیث کے ضعیف اور صحیح اور موضوع ہونے کا حال اور تحقیق روات کی کس قسم کے
پہچاننے کا جواب اوسکا یہ ہے کہ پہچاننا حدیث کی تینون قسم کا موقوف ہے تحقیق رواۃ اور رجال
حدیث پر اور اس بارہ مین مقلدین کو کیا مغالطہ دینگے کہ خود ہی مغالطہ مین پڑے ہین اسلیے کہ جس طرح
حدیث کے لیے سند رسول اللہ تک پہونچانی چاہیے ویسی ہی سند روایت فقہ کے مقلدین کو انکے ائمہ تک

سو بخاری کی حاجت ہے جیسے حنفیوں کو کہ روایات امام اعظم کے بعد ذخیرہ سو برس کی محرر
معلوم ہوا کہ یہ قول امام اعظم کا ہے یا اور کسیکا اور سند حدیث کی اس زمانے میں [illegible] قرار دینے
کی بہت آسان ہے اسلیے کہ محدثین نے تمام حدیثوں کو کس تحقیق اور سند سے جمع کیا [illegible] درست
کو ضعیف بتا دیا **اقول** ؎ برین عقل و دانش بباید گریست ؎ آسان کو مشکل اور مشکل کو آسان
کام ہے سند روایت فقہ اور اس بات کی تحقیق کہ یہ قول امام اعظم کا ہے حنفیوں کو بہت آسان
حاجت تحقیق حال سند کی نہیں ہے اسوجہ سے کہ خود امام اعظم کے تلامذہ نے کتب متعددہ تالیف
امام محمد نے جامع صغیر اور جامع کبیر اور سیر کبیر اور سیر صغیر اور مبسوط اور زیادات اور کیسانیات اور
اور ہارونیات اور کتاب الآثار اور کتاب الحجج اور موطا وغیرہ اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج وا
تالیف کیں اور حسن بن زیاد نے کتاب المجرد وغیرہ اور اونہیں ان سبھوں نے اقوال امام اعظم کو جو
اونسے سنے تھے یا ایک واسطہ سے ہو پہنچے تھے درج کر دیے اور بعد اونکے جو فقہا آئے اونہوں نے
امام اعظم کے اور اونکے تلامذہ کی کتب سے اخذ کیے پس یہ امر دریافت کرنا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم کا
اور فلان قول امام کا یا کسی اور کا تلامذہ امام کے اور قدما فقہا کے کتب دیکھنے سے بہت
بخلاف کتب حدیث کے کہ وہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمع نہیں ہوئیں اور صحابہ
اپنے زمانے میں جمع نہیں کیں زمانہ تابعین سے انکا جمع ہونا شروع ہوا پس احتیاج انکی
سند کی طرف ہوئی اور جیسا کہ محدثین نے اچھی طرح کوشش کر کے صحیح اور ضعیف اور موضوع میں ا
اور رجال اسانید کا سب حال لکھدیا اسیطرح فقہا نے اپنے امام کے اقوال کی تنقیح کر دی اور
نادرہ روایات ظاہرہ معتبرہ میں امتیاز کر دیا اور روایت مرجوع عنہا و روایت مرجوع الیہا کی تصریح کر دی
عالم ذی فہم سلیم کو اب نہ اسمیں اشکال باقی رہا اور نہ اوسمیں اور جاہل کو ہر باطن کو ہر فن میں اشکال
قولہ ایک مغالطہ مقلدین یہ دیتے ہیں کہ جب دو حدیثیں مختلف ہوں مضمون اور حکم میں تو اس
حدیث کا کیونکر عمل کریگا جواب یہ ہے کہ جن حدیثوں کو مقلدین اسمیں مختلف سمجھتے ہیں یہ سبب
قصور فہم اور قلت تدبر کا ہے ورنہ شارع کی طرف سے خاص ایک بات میں دو حکم کیونکر صادر
اقول یہ صحیح ہے کہ شارع کی طرف سے ایک بات میں دو حکم مختلف نہیں ہو سکتے ہیں الا یہ کہ ایک
منسوخ ہو اور ایک ناسخ مگر ظاہر التعارض و اختلاف بہت سی احادیث اور آیات میں موجود ہے
تعارض ظاہری کے دفع کے ائمہ اصول نے صورتیں مقرر کیں جس سے یہ اشکال رفع ہو جاوے پس
اصول کو لحاظ کریگا فقط عمل بالحدیث کا دم بھریگا اوسکو ایسے مقامات میں حیرت ہو

…ن عربی سمجھتا ہے … طلب آجاوے اوسی پر عمل اگر کرے اور دفع تعارض جس طرح سے اپنی سمجھ مین
…یہ نہین سمجھ مین آوے تو آزادی اختیار کرے تو بہت آسان ہے **قولہ** پس اب جس کسیکو بسبب قصور فہم
…حادیث رسول ا… اور تعارض معلوم ہو تو چاہیے کہ رجوع کرے طرف رسالہ ابن قتیبہ کے اور کتاب امام شافعی
…ارشاد الفحول مصنفہ محمد بن علی شوکانی کے اور منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول اور حصول المامول
…الاصول اور ہدایت السائل الی ادلۃ المسائل یہ تینون کتابین سید محمد صدیق حسن خان صاحب کے
…ی واہ واہ دفع تعارض کے واسطے ہدایت اپنے فرقے کو ہوئی تو نواب سید صدیق حسن خان کے کتب کی
…جنکی تصانیف اغلاط اور مسامحات اور لغویات سے بھری ہوئی ہین انہین مین ہے کہ زکات تجارت
…نہین ہے انہین مین ہے کہ قصداً اگر کوئی نماز چھوڑ دے تو اوسپر قضا واجب نہین انہین مین ہے
…مشرک کے ہاتھ کا درست ہے انہین مین ہے کہ بدون بسم اللہ کے اگر ذبیحہ ہوا تو اوسکا گوشت حلال ہے
…یسے مسائل خلاف قرآن و حدیث اونکی تالیفات مین بہت ہین اور تصریح اونکے سوا نبن اور
…رکے یہ بھی ثابت ہو چکا کہ نواب صاحب کو اپنی تصانیف مین تحقیق اور تنقیح اور التزام صحت اور حقاق
…شان علماء دین سے ہے منظور نہین ہے بلکہ کتاب مین رطب و یابس جمع کر دینا ادہر اودہر سے مضامین
…عبارات کی قطع و برید کر کے کچھ گھٹا بڑھا کے اپنا نام لکھدینا منظور رہتا ہے شوکانی کہ طرف زیدیہ
…اور نیل الاوطار وغیرہ مین ہے اکثر مباحث کتب زیدیہ سے کہ وہ ایک فرقہ ہے فرق شیعہ سے
…رتا ہے اور اصول اوسکے بہت سے مخالف جمہور علماء امت محمدیہ کے ہین اور مسائل فرعیہ اوسکے بہت سے
…ن احکام ظاہریہ کے لغو و باطل ہین ایسے شخص کی تصنیف پر اعتماد کرنا اور ایسے ہی نواب بھوپالی کی تصانیف
…یہ کتب شوکانی اور حرانی سے ماخوذ ہین اعتماد کرنا کسی مسلمان کو درست نہین ہے ہان جسکو دفع تعارض
…یث کی طرف معلوم کرنا منظور ہو وہ طحاوی کی شرح معانی الآثار اور مشکل الآثار کو اور امام محمد کی کتاب الحجج کو
…یا اور محدثین شافعیہ کے کتب کو معائنہ کرے کہ اوسپر اصل کیفیت منکشف ہو جاوے **قولہ** ایک مغالطہ
…ظم کی مقلد حدیث پر چلنے والون کو یہ دیتے ہین کہ جہان دو حدیثین آپسمین متعارض ہون وہان امام
…نے اوس حدیث پر عمل کیا ہے جسمین احتیاط ہو سو جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ بہت سی
…ن ایسی ہین کہ جنپر امام اعظم نے عمل نہین کیا وہ بہ نسبت اون احادیث کے جنپر امام اعظم نے عمل کیا ہے
…زیادہ ہین اور احتیاط بھی اونہین پر عمل کرنے مین موجود ہے الخ **اقول** یہ امر کہ امام اعظم کے مذہب مین
…یا گیا ہے صرف حنفیہ نہین کہتے ہین بلکہ اور علماء بھی اسکی گواہی دے رہے ہین اور اون احادیث پر
…نے اونپر عمل نہین کیا اونپر عمل نہ کرنیکی وجہ بیان کر رہے ہین دیکھو میزان شعرانی مین موجود ہے

ابی مجید دینیہ حجت ... فی نہایۃ الاحتیاط والورع تحقیق مین بھی تتبع کیا مذہب ابو حنیفہ کو پس پایا
نہایت مین احتیاط اور ابقار سین وقد جمع الخلف والسلف علی کثرۃ ورع الامام ابی حنیفۃ وکثرۃ احتیاطاتہ فی الدین
من اسد فلا یتشامہ من الاقوال الا ما کان علی شاکلۃ حالہ انتہی یعنے اتفاق کیا ہے سب اگلون اور پچھلون
نے اس امر پر کہ ابو حنیفہ بڑے متقی اور بڑے پرہیزگار اور بڑے محتاط مفرد دین مین تھے اور بڑے ڈرنے والے
پس نہ صادر ہونگے ایسے شخص سے مگر ایسے اقوال کہ اوسکی صفات کے موافق ہونگے یعنے اوس مین احتیاط
اور احتیاط بھی اوسمین کامل ہوگا علی انہ ما من امام الا وقد شدد فی شئی وترک التشدید فی شئی اخر
کما یعرف ذلک من سیر مذاہبہم کلہا فتبل ما سیر نا فیعتقد بوجود قلۃ الاحتیاط فی شئی من مذہب الامام
فلا خصوصیۃ لہ فی ذلک علاوہ یہ بات ہے کہ کوئی امام نہیں ہے ائمہ مجتہدین سے مگر یہ کہ اوسنے بعض احکام
اور احتیاط کو اختیار کیا ہے اور بعض احکام مین تشدد کو چھوڑ دیا بغرض آسانی کے امت محمدیہ پر جب
غور کیگا یہ مرد اوس شخص پر جو مذاہب مجتہدین کو غور سے دیکھیگا پس بر تقدیر وجود قلت احتیاط کی
مذہب امام ابو حنیفہ سے کچھ اوسپر طعن نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ کسی امر مین آسانی کو اختیار کرنا
و تشدد کو ترک کر دینا اونکے ساتھ خاص نہین ہے بلکہ سب مجتہدین اور محدثین کے مذاہب مین موجود
تیرا خشان مین ہے اعلم ان ممن زعم ذلک من المتقدمین سفیان الثوری وآخرین منہم الحافظ ابو بکر بن
ابی شیبۃ الکوفی شیخ البخاری وسبب ذلک عنہم انہم استبعدوا ولم یتاملوا قواعدہ واصولہ انتہی
لوگون مین سے کہ گمان کیا ہے اس امر کا کہ ابو حنیفہ نے بہت سی احادیث صحیحہ کو چھوڑ دیا سفیان ثوری
بخاری کے استاذ ابو بکر بن ابی شیبہ ہین اور سبب اونکے اعتراضات کا یہ ہوا کہ اونہون نے ابو حنیفہ
کے قواعد اور اصول کو غور نہ کیا اور اونکے طریقون کا اونکو علم نہوا اسوجہ سے یہ سب اعتراض کر بیٹھے
کہ احادیث کا ترک دین مین امر ثابت ہے کہ ابو حنیفہ بڑے محتاط تھے اور احکام شرعیہ مین تو اس
کا لحاظ رکھتے تھے کہ جب دو حدیث متنافی ہوتی اور دونون صحیح ہوتی اور واجب العمل ہوتی تو اوس
پر عمل کرتے تھے جسمین احتیاط زیادہ ہوتی تھی باقی وہ مسائل کہ جنمین شبہہ ترک احادیث کیونکر صا
یا تو احادیث نہ پہنچی امام اعظم تو نہ ملین یا بسند غیر معتبر ملین یا اونکے مطلب سمجھنے مین فرق ہوا
بعض مین بسبب دیگر احادیث کو امام نے ترجیح دی اسوجہ سے اوسپر عمل نہین کیا جو شخص اصول و قواعد
ذرا توجہ سے سنیگا تو وہ سمجھ لیگا کہ ائمہ کو بعض احادیث پر عمل ترک کرنے کا کیا سبب ہوتا ہے
احادیث کے خلاف حکم دیتے ہین قولہ اور ایک سواد اعظم مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والون کو
... کیا ... عمل ... اور لوگ ... کہتے ہین

ی کتابون منے جو مسائل کہ قرآن اور حدیث کے مطابق اور موافق ہین وہ تو حدیث پر چلنے والون کا مین
و ایمان ہے لیکن جو جو مسائل کہ قرآن اور صحیح حدیثون کے خلاف ہین اونکو البتہ حدیث پر چلنے والی برا
ہین اور اونپر عمل کرنا حرام ہے چنانچہ نظیر اوسکی مشت نمونہ خروارے ایکسو مسئلہ فقہ کی کتابون کا مخالف
صحیحہ کے اس کتاب کے بارہوین مغالطہ کے جواب مین گذر چکا ہے **اقول** خلاف ہونا مسائل فقہ کا ساتھ
راشدہ اور احادیث صحیحہ کے وہ معتبر ہے جسکے نقاد فقہ اور حدیث تصریح کرین اور ماہران فقہ و اصول اوسکو
ہین آور ایسے مقام پر خود ہی فقہا قول مخالف کو واگذاشت کر دیتے ہین یا اوسکی کچھ تاویل کرتے ہین
نام مخالفت نہین ہے کہ بلا سمجھے بوجھے ایک حدیث اور ایک آیت لے لی اور وہ آیت و حدیث جس سے
مستنبط ہوا ہے چھوڑ دی حدیث پر مخالفت کی تہمت لگادی یا یہ کہ نہ مطلب قرآن کا سمجھے اور نہ حدیث کا اور نہ
کا اور بے غور و تامل کے حکم کر دیا کہ یہ مسئلہ مخالف قرآن و حدیث کے ہے جیسا کہ آپنے بارہوین مغالطہ
ین انہین دو طریقون کو اختیار کرکے اپنا نام جاہلون مین روشن کیا جواب آپ کی اکثر تقریرات و تحریرات کا
چکا ہے حاجت اعادہ کی نہین ہے **قولہ** ص۱۳۳ اور ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والون کو یہ
حدیث پر چلنے والے حدیث کے آسان آسان مسئلون پر عمل کرتے ہین مشکل پر نہین چلتے ہین جواب
کہ جو لوگ حدیث کے آسان مسائل کو چھوڑ کر مشکل مسائل پر عمل کرتے ہین وہ لوگ بڑے بے وقوف اور
ا فرمان ہین کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر یعنے ارادہ کرتا ہے اللہ ساتھ
اور نہین ارادہ کرتا ہے ساتھ تمہارے دشواری کو **اقول** یہ آپ کی بیوقوفی ہے کہ مطلب

اور پہر تمام صحابہ کا اتفاق کرنا بسند صحیح ثابت ہے اور فعل خلفاء راشدین کا اگر تسلیم کیا جاوے کہ
نہیں ہوتا ہے مگر اسمین تو کچہ شبہہ نہیں ہے کہ اونکا فعل خصوصًا جسپر سب صحابہ اتفاق کر جاوین
وہ بدعت سے نہین ہوتا ہے اور اونکے اتباع مین کچہ گناہ نہین لازم آتا ہے باینہمہ تمام غیر مقلدین سنکا دعویٰ
کہ آٹہہ ہی رکعت نماز تراویح پڑہتے ہین اور زائد رکعات سے ایسا بہاگتے ہین جیسے شیطان لاحول سے
اتباع سنت کا کرتے ہین اور اقتدا سے وموافقت حضرات صحابہ سے پرہیز کرتے ہین اسکا کچہ اور سبب
ایسے کہ رمضان مین روزہ کہول کے بیس رکعت پڑہنا اور اوسمین ختم قرآن کرنا بڑی مشکل معلوم ہوتی
یہ عبادت نفس پر نہایت شاق گذرتی ہے نفس پروری کے لحاظ سے نماز مین اقتصار کر دیا از طاہر
موافقت سنت کا کیا اور زبانی ... ہے کہ عدد تراویح مین تو غیر مقلدین موافقت سنت کا دم
اور کیفیت کو بالاے طاق رکہدیتے ہین تفصیل اسکی یہ ہے کہ صحاح ستہ مین مروی ہے کہ آن حضرت
علیہ وسلم نے ایک رمضان مین تیسوین شب کو صحابہ کے ساتہ قیام فرمایا اور اگرچہ رکعتین آٹہہ
تین وتر مجموعہ گیارہ رکعت مگر اونکو ایک تہائی رات تک ادا کیا بعد اوسکے چوبیسوین شب
شب کو آپ نے پہر قیام فرمایا اور آدہی رات تک نماز ادا کی پہر چہبیسوین شب کو قیام نہ کیا ستائیسوین
بر آمد ہوے اور سب اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور صحابہ بہی اوس روز بکثرت جمع ہوے اون سب کے ساتہ
قریب وقت سحر تک نماز ادا کی بعد اوسکے آپ نے اہتمام چہوڑ دیا اور فرمایا کہ اگر مجکو خوف اس امر کا نہو تا کہ
تم پر فرض ہوجاوے تو مین ہمیشہ ایسی اہتمام سے نماز ادا کرتا تفصیل اس روایت کی اور ایسی اور روایا
باب تراویح مین تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار مین موجود ہے جسکو شوق ہو اوسکو مطالعہ کرنا چاہئے
بخیال اسکے کہ اون راتون مین آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے آٹہہ رکعت پڑہنا ثابت ہے بیس
بیس کو چہوڑ دیا اور آٹہہ پر اقتصار کیا اور یہ خیال کیا کہ آن حضرت نے کسقدر تطویل قراءت اور رکعات
اور کتنی دیر تک تراویح پڑہے تہے کہ ایک شب مین ایک حصہ رات کا گذر گیا تہا اور دوسری شب کو آدہی
اور تیسری شب کو شام سے صبح تک نماز پڑہی کہ صحابہ کو تردد ہوا کہ سحر کا وقت ملتا ہے یا نہین کیا یہ
کیا اسکا نام اتباع حدیث ہے کیا اسکو اطاعت سنت نبوی کہتے ہین کیا اسکو اتباع شریعت کہتے
نفس پر گران نہ گذرے اوسپر تو عمل کر لیا جاوے اور جو گران گذرے اگرچہ فعل نبوی ہو چہوڑ دیا
تجدا آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبہی تراویح ایسی نہین پڑہی کہ جلدی جلدی آٹہہ رکعت پڑہ
اور گہر کی راہ لی ہو اب اگر کسی غیر مقلد سے کہیے کہ آٹہہ رکعت سحر تک پڑہو تو وہ حضرت تقلید چہوڑ دینگے
...

... نفیل پڑہتے ہین اور سواے اسکے اور نوافل جیسے تہجد
و سفر مین بھی آپ پڑہتے تھے اور کمال اہتمام کیا کرتے تھے اب غیر مقلدین کو دیکھیے کہ سفر مین سنن موکدہ کے ادا کرنے کی
الی ہی اور دعوی اتباع حدیث کا ہی مگر تہجد اور نوافل ندارد اوسمین چونکہ محنت پڑتی ہی اسوجہ سے فعل نبوی کا اعتبا
ہا اور سنت موکدہ کے چھوڑنے مین چونکہ نفس امارہ کو خوشی حاصل ہوتی ہے اسوجہ سے فعل نبوی کے ساتھ
امتنا نکیا گیا ہے ایسیہی نوافل روزمرہ کو دیکھیے کہ غیر مقلدین نماز کی کمی مین مصروف ہوئی ہین اور سند حدیث
ن کردیتے ہین اور زیادتی نماز کی حدیثین بالکل نہوے ہوے ہین جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ دو ہی رکعت پڑہتے ہین اول
کی بھی دو ہی رکعت پڑہتے ہین اور کہتے ہین کہ حدیث مین یونہین آیا ہے اور یہ نہین خیال ہے کہ حدیث مین
ی آیا ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز اشراق اور چاشت بھی پڑہتے تھے اور چار رکعت بعد زوال کے پڑہتے تھے
سوا اسکے اور بھی نمازین آپ سے کتب حدیث مین مروی ہین پس جیسی اقتدا اوس اختصار مین کرتے ہین ایسیہی اقتدا او
ان نمازون کے پڑھنے مین بھی ہووے تو البتہ ہم سمجھین کہ یہ لوگ متبع سنت ہین حاشا وکلا ہمنے بہت سے علماء غیر
قلدین کو دیکھا ہے کہ بک بک کرنے مین تو مشاق اور دعوی اتباع حدیث مین طاق مگر پنجوقتہ نماز کی جماعت سے
ت ہین وتر تو ایک رکعت پڑہتے ہین اور تراویح آٹھ اور سنن موکدہ ندارد مگر ضروریات دین کا کچھ خیال نہین
صل ان حضرات کا یہ دستور ہے کہ جس بات مین آسانی ہووے اور نفس امارہ کو مشقت اور تکلیف نہو اور
ن عیش وراحت دنیوی نہووے وہ تو اختیار کرلیتے ہین اور کہتے ہین کہ حدیث مین یونہین آیا ہے اور جس
رت مین مشقت گذرتی ہو اور نفس پروری وراحت اوسمین نہوتی ہو اوسکو ہرگز نہین لیتے ہین گو حدیث صحیح
ابت ہو اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو پس مثل انکی مثل اول لوگون کے ہے جنکے حق مین حق
انہ نے قرآن پاک مین ارشاد فرمایا ہے افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل
منکم الا خزی فی الحیاۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب قولہ [۲۳] اور ایک مغالطہ امام اعظم کے
دیث پر چلنے والون کو یہ دیتے ہین کہ جسقدر لوگ اس مذہب کے مقلد ہین اور کسی مذہب کے نہین اور
مین روایت ہے ابن عمر سے کہا فرمایا رسول خدا نے ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ ویداللہ علی الجماعۃ
نہ شذ فی النار یعنے تحقیق اللہ نہین جمع کریگا امت میری کو اوپر گمراہی کے اور ہاتھ اللہ کا ہے اوپر جماعت
جو شخص کہ جدا ہے جماعت سے تنہا ڈالا جاویگا بیچ آگ کے اور ابن ماجہ مین روایت ہے انس سے
مایا رسول خدا نے اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار یعنے پیروی کرو جماعت بڑی کی پس تحقیق جو
جماعت سے تنہا ڈالا جاوے گا بیچ آگ کے سو جواب اسکا یہ ہے کہ حدیث ید اللہ علی الجماعۃ اور اتبعوا
الاعظم کا یہ مطلب نہین کہ جس طرف بہت لوگ ہون حق اور ہدایت پر وہی لوگ ہوتے ہین کیونکہ اگر ان حدیثون کے
اوین تو پھر معاذ اللہ حضرت امام حسین اور اونکے ساتھ والے سب گمراہ ٹھہرتے ہین کیونکہ معرکہ کربلا مین امام کے ساتھ تو

تقریظ رسالہ نصرۃ المجتہدین از جناب مولوی محمد اسعد صاحب سکندرپوری

حامداً و مصلیاً

زمانہ تھا کہ جب آنکھ اوٹھا کر دیکھتے تھے جہان تک نظر کام کرتی تھی حنفی ہی نظر آتے تھے ہندوستان ایسے
ملک مین جب سلاطین و وزراء و امراء و اراکین دولت و قاضی و مفتی و محتسب و رعایا و برایا حنفی ہی حنفی ہون پھر
کیا چاہیے کہ حنفیہ کو کیا کچھ رونق نہو گی زمانہ پیشین مین علمانے مسائل کی وہ چھان بین کی کہ سبحان اللہ
متون و شروح و فتاوے فقہ حنفی مین لکھے گئے متاخرین اسپر بھی قانع نہوے عالمگیر بادشاہ نے زر خطیر صرف کر کے

[illegible]

قطعہ تاریخ از مولوی ولی الحسن صاحب سکندرپوری

منعیل خدا ہے زمین زمان [illegible] | فروزندہ مشعل آسمان
کرسے [illegible] نصرۃ اہل دین | جدیدہ [illegible]
[illegible] | ہے سال طبعش [illegible] بگفت

حکیم وکیل احمد خوش خصال | کہ از فیض او [illegible]
[illegible] ہمہ [illegible] و فساد | عیان گشت [illegible]
رقم شد کتاب مفید زمان ۱۲۹۹ھ

قطعہ تاریخ از مولوی وصی الحسین صاحب سکندرپوری

حال وہابیان چہ پرسی | در [illegible] اوست [illegible] جہل
لامذہب [illegible] کرد [illegible] | تقریرش [illegible] گفت گو جہل
سال طبعش [illegible] از غیب

[illegible] علم و فضل عاری است | ہر کس [illegible]
[illegible] تسلیمت [illegible] گمراہ | عارف شدہ [illegible]
لامذہب [illegible] و جہل ۱۲۹۹ھ

قطعہ تاریخ از شیخ محمد عبد العزیز صاحب سکندرپوری سلمہ

نصرۃ المجتہدین طبع شدہ | سرنگوں شد ازان بے دینان
ہاتف غیب گفت تاریخ | نصرۃ المجتہدین [illegible]

قطعہ تاریخ از شیخ محمد عبد الاحد صاحب سکندرپوری سلمہ

نصرۃ المجتہدین طبع چو شد | از حسد خاک بسر گشت حسود
ہاتف غیب سال تاریخ | [illegible] براہ

قطعہ تاریخ از حکیم محمد عبد القدوس صاحب سکندرپوری

نصرۃ المجتہدین جب کہ چھپا | کھا گئے اہل حسد مات پہ مات
[illegible] وکیل احمد کی | جس کے مشہور ہیں عالم [illegible]
ایسی تقریر [illegible] | اس کی ہر بات [illegible]
اور اس کی تاریخ کہی ہاتف نے | [illegible]

قطعہ تاریخ از شیخ محمد ظہور الحسن صاحب سکندرپوری

طبع گردید چوں کتاب مفید | [illegible] پسندید ہر کہ او را دید
[illegible] از غیب سال طبع [illegible] | [illegible]

قطعہ تاریخ از مولوی محمد اسعد صاحب سکندرپوری

اہل تقلید این رسالہ | از ہر [illegible] مفید است
[illegible] | نزد اہل خرد سعید است
[illegible] | از [illegible] امید گشت تاریخ

ہمہ [illegible] این کتاب مطبوع | از عقل و قیاس [illegible]
[illegible] انکار | [illegible] اہل [illegible]
تحقیق مسائل سدید است

قطعہ تاریخ از شیخ محمد واحد صاحب سکندرپوری ۱۲۹۹

واہ کیا عمدہ رسالہ یہ چھپا | دیکھیے کیسی [illegible] تقریر
[illegible] | [illegible]

مجکو تاریخ کی تھی فکر بہت | کہا ہاتف نے [illegible]
ہے یہ کیا [illegible] ۱۲۹۹

قطعہ تاریخ از مولوی سید [illegible] حسن صاحب ابن جناب میر قائم علی صاحب ساکن [illegible] متعلق

[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible] ۱۲۹۹

قطعہ تاریخ از منشی غلام محمد غوث صاحب برادرزادہ جناب قاضی [illegible]

[illegible] | باشد [illegible] نام
[illegible] | [illegible] شہرت [illegible]
[illegible] | [illegible] سال [illegible]
[illegible] | مطبوع شد [illegible] ۱۲۹۹